گلستان اردو

یہ کتاب سبق آموز، مشہور اور برمحل اشعار کا حسین مرقع ہے، منتخب اشعار اور تلمیحات کا دلکش وحسین گلدستہ مقررین وخطباء، مصنفین ومؤلفین، مدرسین ومصلحین اور مضامین نگاروں کے لیے بہترین تحفہ ہے۔ اس میں اردو زبان وادب کے شائقین وصاحب ذوق کے لیے تسکین کا بہترین سامان ہے اور طالب علموں کے لیے بیحد مفید ہے۔

محمد شمشاد ندوی

ناشر

ادارہ تحقیقات اسلامی، جے پور، راجستھان

نام کتاب : گلستان اردو
مصنف : محمد شمشاد ندوی
اشاعت : ۲۰۲۰ء
تعداد : ۱۰۰۰
صفحات : ۴۲۵
ناشر : ادارہ تحقیقات اسلامی، جے پور، راجستھان
کمپوزنگ وطباعت: گلوبل کمپیوٹرس اینڈ پبلی کیشن، رام گنج بازار، جے پور

رابطہ وپتہ: **Md. Shamshad Nadwi**,
Q-7, Jameatul Hidaya, Ramgarh Road, Manpur Sadwa, Near Lalwas,
P.O. Jaisinghpura Khor, Jaipur-302036 (Raj.)
Mob. 9829158105,9314282144, Email: mdshamshadnadwi@gmail.com

ملنے کے پتے :

۱۔ جامعۃ الہدایۃ، رام گڑھ روڈ، مانپور سڑوہ، جے پور (راجستھان)
۲۔ مکتبہ امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ (بہار)
۳۔ مکتبہ ندویہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ (اتر پردیش)
۴۔ جامعہ کاشف العلوم، بڑی لین، جامع مسجد اورنگ آباد (مہاراشٹر)
۵۔ مولانا شمس الہدیٰ ایجوکیشنل اینڈ ویلفئر سوسائٹی، آمیر، جے پور
۶۔ مدرسہ عربیہ قاسم العلوم، رام پور کیشو، پھلکاہاں، شیوہر (بہار)
۷۔ مسکین بکڈپو، موتی ڈونگری روڈ، نزد مسلم مسافر خانہ، جے پور، راجستھان

ابتدائیہ

اردو زبان کا وجود مختلف زبان سے مل کر ہوا ہے۔لیکن اس کی اصل بنیاد عربی وفارسی زبان پر قائم ہے۔رسم الخط،تراکیب،الفاظ ومحاورات،تشبیہات وتلمیحات اور فکر ومزاج سبھی عربی وفارسی یعنی اردو زبان پر عربی اور فارسی زبان کے گہرے اثرات ہیں۔اگر چہ دیگر زبان کا بھی اس پر اثر ہوا ہے۔اسی لیے تو یہ زبان مقبول عام ہے۔اس میں سلاست وروانی بھی ہے اور شیرینی بھی۔اس میں مافی الضمیر کو بہتر طریقے سے ادا کرنے کی بھرپور صلاحیت موجود ہے۔ادبی شہ پارے اس کے شاہد ہیں۔کہا جاتا ہے کہ اس زبان کی تشکیل فوج میں ہوئی۔جہاں مختلف علاقے،قوم ونسل اور زبانوں کے بولنے والے ساتھ رہتے ہیں۔خانقاہوں میں اس زبان کی حوصلہ افزائی ہوئی اور خانقاہوں نے اس زبان کی مدد سے لوگوں کو اچھے اخلاق اور اعمال سے آراستہ کیا اور ان کو جینے کا سلیقہ سکھایا۔مغلیہ دور میں فارسی سرکاری زبان تھی۔لیکن عوام الناس میں اردو زبان رائج تھی۔بعد کے ادوار میں اردو زبان کے شعراء کو دربار میں عزت دی گئی۔خود بہادر شاہ ظفر اردو کے اچھے شاعر تھے۔دکن کی حالت دوسری تھی۔

سلطنت بہمنیہ کے ٹکڑے ہو جانے پر دکن میں دو مرکز پیدا ہو جاتے ہیں۔تلنگی کے علاقے میں گولکنڈہ اور کنڑی کے علاقے میں بیجاپور،دکنی ادب انہی دو مرکزوں میں اپنے کمال کو پہنچتا ہے اور دلی کی ناپختہ زبان قلی قطب شاہ،وجہی اور نصرتی کے ہاتھوں ادبی حیثیت حاصل کر لیتی ہے۔شمال میں اردو ادبی زبان نہیں بن پاتی ہے کیونکہ سرکاری زبان کی حیثیت فارسی کو حاصل ہوتی ہے۔دکن میں اردو کو شاہی سرپرستی حاصل ہوتی ہے اور بادشاہوں کی

زبان بن جاتی ہے۔اوراس میں شاعری وہاں کے شعراء کے لیے موجب افتخار بن جاتی ہے۔شمالی ہند میں اسے گری پڑی زبان سمجھا جاتا ہے مگر اس پر نکھار یہیں آتا ہے۔

اردو زبان وادب کی ترقی کا با قاعدہ آغاز اسی دن ہو گیا تھا جس دن شعرائے دہلی کلام ولی سے پہلی بار روشناس ہوئے۔اورانہیں احساس ہو گیا تھا کہ یہ کج مج زبان بھی اس قابل ہے کہ اس میں شاعری کی جائے چنانچہ حاتم ، شاہ مبارک آبرو اور مرزا مظہر جانِ جاناں جیسے بلند پایہ شعراء اس طرف متوجہ ہوئے اس کے بعد شاعری کے سنہرے دور کا آغاز ہوا۔اس دور میں میر ،سودا، اور درد نے اردو شاعری کو زمین سے آسمان پر پہنچا دیا۔ اس کے بعد دہلی اجڑ گئی اور شاعری کی ایک محفل لکھنؤ میں آراستہ ہوئی ۔مگر اس شاعری کا انداز دہلی کی شاعری سے مختلف تھا۔ یہاں تن آسانی اور دل بستگی کے سارے سامان مہیا تھے اس لیے یہاں کی شاعری میں ہلکا پن ہونا بالکل فطری بات تھی ۔آہستہ آہستہ دہلی کی اجڑی محفل پھر سے بسی اب غالب ،مومن اور ذوق کی دہلی تھی ۔ان شاعروں کے دم سے شاعری کو خوب فروغ حاصل ہوا۔ادھر نثر میں بھی بعض بلند پایہ داستانیں وجود میں آئیں۔ ۱۸۵۷ء کے بعد سرسید اور ان کے رفقاء کی کوششوں سے اردو ادب میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا جسے جدید ادب کہا جا سکتا ہے اور اردو شعر وادب کا کارواں نئی منزلوں کی طرف روانہ ہو گیا۔سرسید احمد خان ،مولانا حالی ،علامہ شبلی ،مولوی نذیر احمد دہلوی ،مولوی محمد حسین آزاد ،مولوی ذکاء اللہ ،محسن الملک ، وقار الملک اور مولوی چراغ دہلوی کی خدمات سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

اردو شاعری ملک کے مختلف مراکز میں پھلی پھولی ان میں دہلی ،لکھنؤ ،عظیم آباد اور رامپور اہم دبستان ہیں اور ان میں سے ہر دبستان کی اپنی اپنی اہم خصوصیات ہیں ۔(

تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو تاریخ ادب اردو، پروفیسر نور الحسن نقوی ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ ۲۰۱۷ء)

اصناف شاعری غزل، قصیدہ، مثنوی، مرثیہ، رباعی، قطعہ، مثلث، مثمن، مخمس، مربع، مستزاد، مسدس، مسمط، تضمین، ریختی، واسوخت، قمریات، شہر آشوب، حمد، نعت، منقبت اور اصناف نثر ناول، افسانہ، ڈرامہ، خاکہ، انشائیہ، مقالہ، صحافت، رپورتاژ، طنز و مزاح، تحقیق، اور تنقید کے گیسو سنوارے گئے اور نثر و نظم کی تمام قسموں میں بڑے بڑے شاعر اور ادیب و مصنف پیدا ہوئے۔ یہ زبان برصغیر تک محدود نہیں رہی بلکہ اس کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتے ہوئے عرب اور یورپ تک بولی و سمجھی جانے لگی ہے اور وہاں بھی ادبی محفلیں منعقد ہونے لگیں ہیں۔ اور اخبار و رسائل اور کتابیں شائع ہونے لگی ہیں۔ اردو زبان وادب اپنی سلاست و روانی شیریں بیانی اور جاذبیت کی وجہ سے مقبول عام ہے۔ ہندو پاک کے اسکول، کالج اور مدارس میں اردو زبان ایک مستقل مضمون کی حیثیت سے پڑھائی جاتی ہے۔ اور یونیورسٹیوں میں اردو مستقل شعبہ کی حیثیت سے موجود ہے۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد میں قائم ہوگئی ہے۔ جہاں اردو زبان وادب کو اساسی حیثیت حاصل ہے۔

اردو زبان وادب کے فروغ میں قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی، ہر صوبہ کی اردو اکیڈمیاں اور مختلف انجمنوں وسوسائٹیوں اور اردو ناشرین کتب نے بہت اہم رول ادا کیا ہے۔ یہ زبان ہمیں ادب وتہذیب سے بھی آراستہ کر رہی ہے۔ روزگار کے مواقع بھی فراہم کر رہی ہے۔ برصغیر میں اردو زبان وادب میں مہارت پیدا کرنا علمی، دینی اور اخلاقی فریضہ بھی ہے۔

اسلام دین فطرت ہے اس نے نیک مقاصد کے تحت تمام زبانیں اور علوم

وفنون کو سیکھنے وسکھانے کی حوصلہ افزائی کی ہے ۔ دونوں جہاں میں کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ ہم زبان وادب کی جانب بھی توجہ دیں۔ اپنے خیالات وافکار کو موثر انداز میں ادا کرنے ، قرآن وحدیث اور علوم اسلامیہ کو خود سمجھنے اور دوسروں تک پہنچانے ، تجارت، سیاحت اور اعلی ملازمت کے لیے عربی زبان وادب میں مہارت ضروری ہے۔ دنیا کی تمام مشہور زبانوں کی اہم کتابوں کو زبان سیکھے بغیر پڑھ نہیں سکتے ۔ اردو زبان وادب میں بھی ، اسلامیات اور تمام علوم وفنون کی کتابیں زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں ۔ اردو زبان وادب میں کمال پیدا کرنے اور اپنی تقریر وتحریر کو موثر ومفید بنانے کے لیے اشعار سننا اور یاد کرنا معاون ہے ۔ آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ میں جو مذمت وارد ہوئی ہے اس کے مصداق وہ شعر وشاعری اور شاعر ہیں جو احکام الہی سے دور کر دے اور انسان کو اس کے مقصد تخلیق سے بھٹکا دے اور اس کو اعمال خیر سے دور سے کر دے۔ لیکن ایسے اشعار جو اچھے ہوں اور ہمیں اچھے کاموں کی طرف مائل کر دے ان کو تخلیق کرنے ، یاد کرنے ، سننے اور سنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ، صحابہ کرام ، تابعین وتبع تابعین اور ہر زمانہ کے علماء وصلحاء نے اچھے اشعار سنے اور کبھی اپنی زبانوں سے بھی دہرایا۔ اور ان کی محفلوں میں شعراء نے اپنا کلام پیش کیا اور انعامات بھی پائے ۔ دور حاضر میں حضرت مولانا ابوالحسن علی حسنی ندویؒ ، مولانا احمد پرتاب گڑھیؒ ، اور حضرت مولانا صدیق احمد باندویؒ نے اپنی تصنیف ، خطبات ومواعظ اور بیانات میں اشعار پیش کئے ہیں ۔ ہم نے اپنے اساتذہ کرام کو اپنے درس اور خطاب ووعظ میں اشعار پیش کرتے ہوئے پایا ہے۔ تاریخ وسوانح کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اچھا اشعار یاد کرنے ، سننے اور سنانے میں کوئی حرج نہیں ۔ یہ ہماری تحریر وتقریر کو بہتر ومؤثر

بناتی ہے۔

قرآن وحدیث میں شعروشاعر کے متعلق جو ہدایات ہیں ان کوملحوظ رکھنا ضروری ہے۔سورۃ الشعراء میں ہے۔

الشعراء يتبعهم الغاؤن ، الم تر انهم فی كل وادٍ يهيمون ، وانهم يقولون مالا يفعلون . (الشعراء۲۲۴۔۲۲۶)

اس کی تشریح ووضاحت الادب المفرد کی اس حدیث سے ہوجاتی ہے کہ:

عن عكرمة عن ابن عباس والشعراءُ يتَّبِعُهم الغاؤون ، الم ترى فی كل وادٍ يهيمون وانّهم يقولون مالا يفعلون (الشعراء ۲۲۴ ۔۲۲۶) فَنَسَخَ من ذلک واستثنیٰ فقال : الا الذين آمنوا الی ۔ قوله ۔ ينقلبون . (حديث صحيح ، الأثر : أخرجه أبو داؤد فی الادب الادب المفرد ص : ۲۱۰ ، حديث ۸۷۱)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ قرآن کی آیات(**والشعراء يتبعهم الغاؤن الم تر أنهم فی كل واد يهيمون . وانهم يقولون مالا يفعلون**) شاعروں کی پیروی وہ کرتے ہیں جو بہکے ہوئے ہیں۔کیا آپ نےنہیں دیکھا کہ شاعر ایک ایک بیابان میں سرٹکراتے پھرتے ہیں ۔اور وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں ۔(سورۃ الشعراء۲۲۶۔۲۲۵) تو اس سے مستثنیٰ قرار دیا اس آیت نے **الا الذين آمنوا وعملوا الصالحات وذكروا الله كثيراً وانتصروا من بعد ما ظلموا وسيعلم الذين ظلموا ای منقلب ينقلبون .** (سورۃ الشعراء۲۲۷)سوائے ان کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور بکثرت اللہ کا ذکر کیا اور اپنی مظلومی کے

بعد انتقام لیا۔جنہوں نے ظلم کیا وہ بھی ابھی جان لیں گے کہ کس کروٹ الٹتے ہیں۔

والشعراء یتبعھم الغاؤن ۔جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ،حسان بن ثابتؓ اور کعب بن مالکؓ جو شعراء صحابہ کرام میں مشہور ہیں روتے ہوئے سرکار دوعالم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدائے ذو الجلال نے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔اور ہم بھی شعر کہتے ہیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آیت کے آخری حصہ کو پڑھو۔مقصد یہ تھا کہ تمہارے اشعار بیہودہ اور غلط مقاصد کے لیے نہیں ہوتے ۔ اس لیے تم اس استثناء میں داخل ہو جو آخر آیت میں مذکور ہے۔اس لیے مفسرین نے فرمایا کہ ابتدائی آیت میں مشرکین شعراء مراد ہیں کیونکہ گمراہ لوگ سرکش شیطان اور نافرمان جن ان ہی کے اشعار کی اتباع کرتے ہیں اور روایت کرتے ہیں۔(کمافی الفتح الباری)

تفسیر قرطبی میں ہے کہ مدینہ منور کے فقہاء عشرہ جو اپنے علم وفضل میں معروف ہیں ان میں سے عبیدہ بن عتبہ بن مسعود مشہور قادرالکلام شاعر تھے۔اور قاضی زبیر بن بکار کے اشعار ایک مستقل کتاب میں جمع تھے پھر قرطبی نے لکھا کہ ابوعمرو نے فرمایا کہ اچھے مضامین پر مشتمل اشعار کو اہل علم اور اہل عقل میں سے کوئی برا نہیں کہہ سکتا کیونکہ اکابر صحابہ جو دین کے مقتدا ہیں ان میں کوئی بھی ایسا نہیں جس نے خود شعر نہ کہے ہوں یا دوسروں کے اشعار نہ پڑھے یا سنے ہوں اور پسند کیا ہو۔(معارف القرآن ج ٦ ص: ۵۵۵،اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی)

حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ اپنی شہرۂ آفاق کتاب احیاء العلوم میں رقمطراز ہیں کہ شعر پڑھنا جائز ہے،اچھی آواز سننا جائز ہے،موزوں آواز سننے میں کوئی قباحت نہیں،بامعنی

کلام سننا بلا کراہت صحیح ہے، جب یہ تمام امور الگ الگ جائز ہیں تو ان کا مجموعہ کیوں جائز نہیں ہوگا، سماع ناجائز ہوتا اگر اس مجموعے کے افراد یا کوئی ایک فرد حرام ہوتا۔ لوگ شعر پڑھنے سے کس طرح منع کر سکتے ہیں حالاں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شعر پڑھتے گئے ہیں۔ نیز آپ کا ارشاد بھی منقول ہے۔

ان من الشعر الحکمة ۔بعض اشعار حکیمانہ ہوتے ہیں۔(بخاری ابی ابن کعب)

حضرت عائشہؓ نے یہ شعر سنایا ۔

ذھب الذین یعاش فی اکنافھم وبقیت فی خلف کجلد الأجرب

ترجمہ:۔ (وہ دن رخصت ہوگئے جن کے سائے میں زندگی کے دن گزرتے تھے، میں تو پچھلوں میں خارش زدہ کی جلد کی طرح باقی رہ گئی ہوں)

صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ جب آنحضرتﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ بخار میں مبتلا ہوگئے، ان دنوں مدینہ میں بخار کی وبا پھیلی ہوئی تھی، میں والد ماجد حضرت ابوبکرؓ سے دریافت کرتی کہ ابا جان آپ کیا محسوس کر رہے ہیں، تو وہ جواب میں یہ شعر پڑھتے:

کل امرئ مصبح فی اھلہ والموت ادنی من شراک نعلہ

ترجمہ:۔ (ہر شخص اپنے گھر والوں میں صبح کرتا ہے لیکن موت جوتے کے تسمے سے زیادہ اس کے قریب ہوتی ہے) اور جب بلالؓ سے ان کی خیریت دریافت کرتی تو وہ یہ شعر پڑھتے:

الالیت شعری ھل ابیتن لیلة بواد وحولی اذخر وجلیل

وھل ارون یوما میاہ مجنة وھل یبدون لی شامة وطفیل

ترجمہ:۔ (کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میں اس وادی میں کوئی رات گزار سکوں گا جہاں میرے

ایک جانب اذخر ہو اور دوسری جانب جلیل ہو، یا مجنہ کے چشموں پر کسی روز میرا گزر ہوگا یا مجھے شامہ اور طفیل پہاڑ نظر آئیں گے۔
(اذخر اور جلیل دو خوشبو گھاسوں کے نام ہیں۔ مجنہ مکہ معظّمہ کے قریب ایک جگہ ہے، شامہ اور طفیل دو پہاڑ ہیں جو مجنہ سے نظر آتے ہیں)
میں نے ان دونوں کی اس کیفیت سے سرکار دو عالم ﷺ کو مطلع کیا، آپؐ نے دعا فرمائی:
"اللھم حبب الینا المدینة کحبنا مکة او اشد۔ اے اللہ مدینہ کو ہمیں اس طرح محبوب کردے جس طرح مکہ ہمیں محبوب ہے یا مدینہ ہمیں مکہ سے زیادہ محبوب کردے۔"
روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ کی مسجد کی تعمیر کے وقت اینٹیں اٹھا اٹھا کر پہنچا رہے تھے، اور یہ شعر پڑھ رہے تھے:
ھذا الحمال لا حمال خیبر ھذا ابر ربنا واطھر
ترجمہ:۔(یہ بوجھ اٹھانے والے (اونٹ) ہیں خیبر کے اونٹ نہیں، مگر یہ کہیں زیادہ اچھے اور پاکیزہ ہیں)
ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے یہ شعر بھی پڑھا:
اللھم ان العیش عیشة الآخرة فارحم الانصار والمھاجرة
ترجمہ:۔(اے اللہ! زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے، انصار اور مہاجرین پر رحم فرما)
بعض اوقات آنحضرت ﷺ کے حکم سے مسجد نبوی میں منبر رکھا جاتا، اور حضرت حسان بن ثابتؓ اس پر کھڑے ہو کر آنحضرت ﷺ کی شان اقدس میں اشعار پڑھتے، اور کفار کی ہجو بیان کرتے۔ سرکار دو عالم ﷺ ان کے اشعار سن کر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ

روح القدس کے ذریعہ حسان کی تائید وحفاظت کراتے ہیں جب تک وہ دشمنان خدا کی ہجو اوراس کے رسول ﷺ کی تعریف کرتا ہے۔ایک مرتبہ نابغہ شاعر نے کچھ اشعار سنائے تو آپ نے اس کی تحسین کی اور یہ دعا دی کہ اللہ رب العزت تیرے دانت نہ توڑے (یعنی تجھے ذلیل ورسوا نہ کرے) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب ایک دوسرے کوشعر سنایا کرتے تھے اورآپ مسکراتے رہتے تھے۔عمرو بن شرید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امیہ ابن ابی صلت کے سوشعر آپ کو سنائے،آپ ہر بار یہی فرماتے مزید سناؤ، کچھ اور سناؤ، بعد میں آپ نے فرمایا کہ اس کے اشعار میں تو اسلام جھلکتا ہے۔(مسلم) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ سفر میں آنحضرت ﷺ کے لیے حدی پڑھی جاتی تھی ، انجشہ عورتوں کے لئے حدی پڑھتا تھا اور برا بن مالک مردوں کے لیے حدی پڑھنے پر مقرر تھے ایک مرتبہ آپ ﷺ نے انجشہ سے فرمایا: اے انجشہ !اونٹوں کو ہنکانے میں نرمی اختیار کرو۔عربوں کا یہ عام دستور تھا کہ حدی خواہ اونٹوں کے پیچھے پیچھے چلتے تھے، آنحضرت ﷺ کے دور میں بھی اسی دستور پر عمل ہوتا رہا۔حدی خوانی کا مطلب تھا اچھی اور موزوں آواز میں اشعار پڑھنا۔کسی بھی صحابی سے حدی خوانی کا انکار منقول نہیں ہے، بلکہ بعض اوقات وہ لوگ اپنے قافلوں کے لئے کسی ایسے شخص کی ضرورت محسوس کرتے جوان کے لئے حدی خوانی کر سکے، یہ حدی خوانی اونٹوں کو ہنکانے کے لئے بھی ہوتی اور لطف حاصل کرنے کے لیے بھی۔(احیاء العلوم جلد۲،ص:۴۲۵۔۴۲۴)

خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم امّی تھے۔آپ نے نہ کوئی کتاب پڑھی اور نہ لکھنا سیکھا۔اور نہ کسی درسگاہ میں بیٹھے۔آپ نہ شاعر تھے۔اور نہ مصنف، لیکن اللہ رب العزت نے آپ کو تمام انسانوں سے زیادہ علم عطا فرمایا۔اور تمام انبیاء

کرام میں افضلیت عطا فرمائی، مشرکین عرب کی جانب سے جو تہمتیں باندھی گئیں وہ سب بے بنیاد تھیں۔ آپ پر قرآن مجید کا نزول ہونے والا تھا اور قیامت تک آنے والے سارے انسانوں کی ہدایت وکامیابی کے لیے مبعوث کئے جانے والے تھے اس لیے آپ کو شاعری نہیں سکھائی گئی۔ آپ معلم تھے لیکن مصنف نہیں تھے۔ اس کے باوجود کفار ومشرکین آپ کو جادوگر اور شاعر کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا:

وَما عَلَّمْنَاه الشِعْرَ وَمَا يَنْبَغِي له اِنْ هُوَ الا ذِكْرٌ وقرآنٌ مبين . (سورۂ یاسین ۶۹، پارہ ۲۳)

شعر وشاعری کے مخالفین کی ایک دلیل صحیح بخاری وصحیح مسلم کی روایت ہے جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

عن أبي هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلملَان يَمْتَلِي جَوْفُ رجل قَيْحاً(حتى) يُرِيُه خير من ان يَمْتَلِيَ شِعْراً ۔(حديث صحيح اخرجه الستة سوى النسائى (الادب المفرد ص: ۲۰۵ ، باب من الشعر حكمة) (مسلم ج ۴، ص: ۱۷۶۹، حدیث ۲۲۵۸) ''کسی شخص کے پیٹ کو پیپ سے بھر کر اسے فاسد کر دینا اس سے بہتر ہے کہ وہ اشعار سے پر ہو۔

یہ حدیث ایسے اشعار سے متعلق ہے جو فحش ہیں اور جن میں ضلالت وگمراہی اور برائی کی ترغیب دی جا رہی ہو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اشعار اچھے اور برے بھی ہیں۔ اچھے اشعار لے لو اور برے اشعار کو چھوڑ دو۔ (الادب المفرد حدیث ۸۶۶)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام اور اکابرین امت کی زندگی میں اچھے

اشعار تخلیق کرنے، سننے اور یاد کرنے کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ عن أبی بن کعب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان من الشعر لحکمۃ ۔بلاشبہ کچھ اشعار حکمت سے پر ہوتے ہیں۔ (صحیح بخاری ج۴،ص:۷۳،باب مایجوز من السفر، دار المعروفۃ،بیروت۱۹۷۸ء)

عن عبداللہ عمرو قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشِعْرُ بمنزلۃ الکلام : حَسَنُہ کحسنِ الکلام وقَبِیْحُہ کقبیح الکلام (حدیث صحیح لغیرہ أخرجہ الدار قطنی فی آخر الوصایا ، الأدب المفرد ص: ۲۰۶ ، حدیث ۸۶۵، باب الشعر حسنٌ کحسن الکلام ومنہ قبیح ، ناشر: مکتبۃ العلم دھلی الجدید)

(حضرت عبداللہ عمرو روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شعر کلام کے درجہ میں ہے شعر کی اچھی باتیں گفتگو کی اچھی باتوں کی طرح ہے اور شعر کی بری باتیں گفتگو کی بری باتوں کی طرح ہے)

حضرت عروہؓ روایت کرتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ الشِعْر منہُ حَسَنٌ ومنہُ قبیح، خُذْ بالحَسَنِ ودَعْ القَبِیْحَ ولقد رَوَیْتُ من شِعْر کعب بن مالکٍ أشعاراً منھا القصیدۃ فیھا أربعون بیتاً ودُوْنَ ذلک. (الادب المفرد : ۲۰۷ حدیث ۸۶۶)

''یعنی اشعار اچھے اور برے بھی ہیں اچھے اشعار لے لو اور برے اشعار کو چھوڑ دو۔ میں نے کعب بن مالک کے قصیدے کے کچھ اشعار کو بیان کیا بقیہ کو چھوڑ دیا''۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ثرید سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔تمہیں

امیہ بن صلت کے اشعار بھی یاد ہیں۔ میں نے کہاہاں۔حضور کی ہدایت پر میں نے سو اشعار سنائے۔

حَدَّثنا عَبدُاللہ بن عبدالرحمن بن یَعلی قال: سمعتُ عَمرو بن الشرید، عن الشَرِیْد قال: اسْتَنْشَدَنِی شِعرَ اُمیّةَ بن أبی الصلتِ و أنشدْتُه فأخذ النبی صلی اللہ علیه وسلم یقولُ هِیْهِ هِیْهِ حتی أنشدتُه مائةُ قافیةٍ فقال ان کادَ لَتُسْلِمُ . (حدیث صحیح أخرجه مسلم فی الشعر کتاب الحیوان وابن ماجة فی الادب والدارمی فی الاستئذان وابن خزیمة فی التوحید ، والطحاوی فی الکراهیة۔الادب المفرد ص:۲۰۸ حدیث باب من استنشد الشعرَ) (صحیح مسلم ج ۴،ص: ۱۷۶۷ حدیث ۲۲۵۵، کتاب الشعر . دار احیاء التراث العربی بیروت)

سنن بیہقی میں ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ سوت کات رہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک میں پسینے کے قطرات موتیوں کی طرح چمک رہے تھے۔حضرت عائشہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن میں کھوگئی تو آپ نے فرمایا: تم مجھے حیرت کی نگاہوں سے کیوں دیکھ رہی ہو۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کی پیشانی سے نور کی جولہر اٹھ رہی ہے۔ابوبکر ہذل کے اشعار کے آپ ہی مصداق ہیں۔آپ نے فرمایا۔اس کے اشعار کیا ہیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اشعار پیش کئے۔

ومبرد من کل غیر حیضة   وفساد مرضعة وداء مغیل

واذا نظرت الی اسر وجهه   برقت کبرق العارض المتهلل

ترجمہ: میرا ممدوح حیض کی کدورت، دودھ پلانے کے دوران پائی جانے والے فساد مزاج اور ایام حمل میں ہونے والی بیماریوں سے بالکل پاک وصاف ہے اور اگر تمہیں اس کی پیشانی کے خطوط دیکھنے کا موقع ملے تو ابر گوہر بار کے درمیان چمکنے والی بجلیوں کا منظر یاد آ جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشعار سن کر حضرت عائشہ کی پیشانی کو چوما اور فرمایا۔ عائشہ! اللہ تجھے جزائے خیر دے مجھے تیرے حسن سے اتنی خوشی نہیں ہوئی ہے جتنی خوشی مجھے تیری ذہانت اور برجستہ اشعار پیش کرنے سے ہوئی ہے۔

جب مکہ میں ظل وستم کی انتہا ہوگئی تو اللہ کے حکم سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت فرمائی تو آپ کے استقبال میں انصار کی لڑکیوں نے خوبصورت اشعار پیش کئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ والوں نے پرجوش ووالہانہ استقبال کیا۔

نحن جوار من بنی النجار   یا حبذا محمداً من جار

ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں، کس قدر خوش نصیبی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج ہمارے پڑوسی ہیں۔ اور انصار کی بچیوں نے یہ اشعار بھی پڑھے۔

طَلَعَ البَدرُ عَلینا   من ثَنِیّات الوَدَاع

وجب الشُّکرُ علینا   ما دعَ لِلّٰہِ داعِ

ایھا المبعوثُ فینا   جئتَ بالأمُرِ المُطاعِ

ترجمہ: پہاڑ کے اس موڑ سے جہاں قافلے رخصت کئے جاتے ہیں آج چودھویں کا چاند نکل آیا ہے۔

''جب تک دنیا میں اللہ کا نام لیوا رہے گا ہم پر اللہ کا شکر واجب رہے گا۔

اے ذات پاک جس کو ہمارے درمیان بھیجا گیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم واجب الاطاعت حکم لے کرآئے ہیں۔''

عرب کی مشہور شاعرہ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا نے اپنی قوم کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔اس موقع پر حضرت خنساء کے پیش کردہ اشعار کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہؓ کے تین اشعار کی تحسین فرمائی۔(بخاری ج۴، ص:۳۷، باب ہجاء المشرکین، دارالمعرفۃ بیروت لبنان)

وفینـــا رســول اللہ یَتْـلـو کتـابَــہ   اذ انشَقَّ معروفٌ مِن الفَجر سَاطِعُ

أرَانَـا الھُـدی بَـعـدَ الـعَـمَی فَقُلُوبُنَا   بِــہ مُـوقِـنَـاتٌ انَّ مَـا قَـالَ واقِعٌ

یَبِیـتُ یُـجَــافِـی جَـنبُـہُ عَنْ فِرَاشِـہِ   اذا اسْتَثْقَلَتْ بالکافِرِیْنَ المَضَاجِعُ

یعنی ہمارے درمیان رسول اللہ ہیں جو سپیدۂ صبح کے طلوع کے وقت کتاب خداوندی کی تلاوت فرماتے ہیں۔انہوں نے ہمیں گمراہی کے بعد راہ دکھائی۔اس لیے ہمارے دلوں کو یقین ہے کہ وہ جو کچھ فرماتے ہیں وہ ہو کر رہے گا۔وہ رات اس طرح بسر کرتے ہیں کہ پہلو مبارک بستر سے الگ رہتا ہے جبکہ مشرکین کے بوجھ سے ان کے بستر بھی پناہ مانگتے ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شعراء کو پسندیدہ واچھے کلام کی وجہ سے کلمات تحسین اور انعامات سے بھی نوازا۔کعب بن زہیر کے ہجو کے اشعار پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مباح الدم قرار دیا۔حضرت کعب کو اپنے کئے پر پچھتاوا ہوا اور وہ مسجد نبوی آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی مانگی اور اپنا قصیدہ پیش کیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش

ہو کر اپنی چادر عنایت فرمادی۔ یہ قصیدہ بانت سعاد ہے جو قصیدہ بردہ سے بھی مشہور ہے۔
اس قصیدہ کا اکیانوں شعر یہ ہے۔

ان الــرســول لــنــور يستـضــاء بــه
وصــارم مـن سيـوف الهـنـد مسـلـول

''بیشک رسول اللہ وہ نور تمام ہیں جن سے کائنات منور ہے اور وہ باطل کے حق میں ہندوستان کی شمشیر بے نیام ہیں۔''

مشہور شاعرہ خنساء کے صاحبزادہ حضرت عباس بن مرداس نے اپنے قصیدہ میں غزوہ حنین کے مال غنیمت میں صرف چار اونٹ ملنے کی شکایت کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شکایت دور کرنے کی ہدایت کی تو حضرت بوبکرؓ نے ان کو سواونٹ عطا کیے۔ دور نبوی سے موجودہ دور تک مسلم حکمرانوں اور صاحب ثروت کی جانب سے شعراء کو خلعت واکرام کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔ دینی مجالس میں اچھے اشعار وکلام پیش کیے جارہے ہیں اور شعراء کی حوصلہ افزائی ہوتی رہی ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اشعار سن کر کلمات تحسین ادا کئے اور کبھی انعامات سے بھی نوازا۔ اور خاص موقعوں پر آپ کی زبان مبارک سے اشعار بھی ادا ہوئے۔

عـن المِقْدام بن شريح عن أبيه قال : قلتُ لِعَائشةَ رضى الله عنها : أكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتمثل بشئ من الشعر ؟ فقالت : كان يتمثلُ بشئ من الشعر عبدالله بن رواحة وياتيک بالاخبار من لم تُزَوِّدِ .

(حـديـث صـحـيـح اخـرجـه الترمذى وصححه والنسائى فى اليوم والليلة والطحاوى فى مشكل الآثار . الادب المفرد ص: ٢٠٧ ، حديث ٨٦٧ ،

مکتبة العلم دهلی الجدید)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابن رواحہؓ کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

ستبدی لک الأیام ما کنت جاهلا

ویأتیک بالاخیار من لم تزود

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شعراء نے جو مضامین باندھے ہیں ان میں سب سے سچی بات لبید کی ہے۔

عن أبی هریرة رضی الله عنه قال النبی صلی الله علیه وسلم أصدقُ کلمة قالها الشاعر کلمة لبید ألا کل شئ ما خلا الله باطلا (صحیح بخاری ج ۴، ص: ۴۳ ، باب ما یجوز من الشعر الرجز والحُداء وما یکره . (دار المعرفة بیروت لبنان ۱۹۷۸) (صحیح مسلم ج۴، ص: ۱۷۶۸ حدیث ۲۵۵۶ کتاب الشعر)

الا کل شئ ما خلا الله باطل

وکل نعیم لا محالة زائل

''سن لو اللہ کے علاوہ ہر چیز ختم ہو جانے والی ہے۔ اور یہاں کی ہر نعمت یقیناً زوال پذیر ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیہ بن صلت کا یہ شعر بھی اپنی زبان سے ادا کیا۔

ان تغفر اللهم تغفر جماً

وای عبد لک لا الما

''اے میرے پروردگار! تو اگر مغفرت فرمائے گا تو تیری مغفرت بہت وسیع ہے اور تیرے

کس بندہ سے گناہ سرزد نہیں ہوتا۔"
غزوہ حنین کے موقع پر صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے اس شعر کو بار بار اپنی زبان مبارک سے ادا کیا۔

ان النبی لا کذب أنا ابن عبدالمطلب

بیشک میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔
(کتاب الادب لابن شیبۃ حدیث ۱۴۱۷ص:۳۸۳۔أخرجہ البخاری ومسلم فی صحیحہ وسیرۃ ابن ہشام)

جب کفار ومشرکین مدینہ پر حملہ آور ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودنے کا حکم دیا۔صحابہ کرام کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود مٹی کھودنے اور منتقل کرنے میں مشغول تھے۔اس موقع پر آپ کی زبان مبارک سے یہ اشعار ادا ہوئے۔

اللهم لو لا انت ما اهتدينا ولا تصدّقنا ولا صلّينا
فانزلن سكينة علينا وثبت الأقدام اِن لاقينا
ان الاولى قد بَغَوا علينا وان ارادوا فتنة أبينا

(كتاب الادب لابن شيبة حديث ۱۴۱۶، صفحه ۳۸۳، أخرجه البخارى وصحيح مسلم فى الجهاد والسير وأخرجه البغوى فى كتابه شرح السنة والهيثمى فى الزوائد)

"بخدا اگر فضل خدا شامل نہ ہوتا تو ہم ہدایت یاب نہ ہوتے، نہ صدقہ کی توفیق ہوتی نہ نماز کی سعادت ملتی۔اے پروردگارا گر مڈبھیڑ کا موقع ہوتو ہمیں ثابت قدم رکھنا۔یہ لوگ بلاشبہ آمادہ ظلم نظر آتے ہیں۔مگران کی فتنہ پروری ہمارے لیے قابل تسلیم نہیں ہے۔"

حدثنا أبو نُعيم حدثنا سفيان عن الأسود بن قيس سمعت جُنُدياً يقول: بينما النبی صلی الله عليه وسلم يمشی اذ أصابه حجر فعثر فَدَمِيَتُ اصبعه فقال :

هل أنتِ الّا اصُبَعٌ دَمِيتِ
و فی سبيل اللهِ ما لَقِيُتِ

(صحيح بخاری الجزء الرابع ص: ۴۳ ، باب ما يجوز من الشعر والرجز والحداء وما يكره منه ، دار المعرفة بيروت لبنان)

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی مبارک خون آلود ہوگئی تو آپ کی زبان مبارک سے یہ شعر ادا ہوا۔

هل انت الا اصبع دميت وفی سبيل الله ما لقيت

''تو صرف ایک انگلی ہے جو خون آلود ہوگئی ہے اور تجھے جو بھی صدمہ پہنچا وہ سب راہ خدا میں ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت سے آراستہ صحابہ کرام آپ کی ایک ایک ادا کی پیروی کرتے تھے۔

صحابہ کرام، مذاکرہ شعر اور دور جاہلیت کی باتوں کا تذکرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف یہ کہ ان کو منع نہیں کرتے تھے بلکہ کبھی کبھی تبسم لب مبارک پر پھیل جاتا تھا۔

(سنن الترمذی میں ہے عن جابر السمرة قال جالستُ النبی صلی الله عليه وسلم اكثر من مائة مرة ، فكان اصحابه تتناشدون الشعر

ویتذاکرون اشیاء من أمر الجاهلیة وهو ساکتٌ ، فرُبّما تبسَّمَ معهم قال ابو عیسیٰ : هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ وقد رواه زهیر عن سمّاک ایضاً .

سنن الترمذی الجزء الخامس ص: ۱۲۹ ، حدیث نمبر ۲۸۵۰ ، باب ما جاء فی انشاد الشعر ، یہ حدیث مسند احمد بن حنبل حدیث ۲۰۸۸۵ میں بھی ہے۔

''حضرت جابر بن سمرہ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں سومرتبہ حاضر ہوا، صحابہ کرام آپس میں اشعار پڑھا کرتے اور جاہلیت کی چیزوں کا تذکرہ کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہتے اور کبھی آپ تبسم بھی فرماتے''۔

صحیح بخاری میں ہے۔

عن ابن شهاب عن أبی سلمة بن عبدالرحمن بن عوف أنه سمع حسان بن ثابت الأنصاری یستشهد أبا هریرة فیقول یا أباهریرة نشدتک باللہ هل سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول یا حَسّان أجِبْ عَن رسول اللہ اللّٰهم أیّده بروح القدس قال أبو هریرة :نعم . (صحیح بخاری ج۴، ص: ۷۴ ، دارالمعرفة بیروت ، باب هجاء المشرکین)

صحیح مسلم میں حضرت حسان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی مسجد میں اشعار پیش کئے۔

عن أبی هریرة أنّ عُمَرَ مرَّ بحسّان وهو یُنشِدُ الشِعرَ فی المسجد، فلحظَ الیه فقال : قد کنتُ أنشِدُ، وفیه مَنْ هو خیر منک، ثم التفتَ الی

أبی هریرة فقال : أنشَدُک اللهَ أسمعتَ رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول أجِبْ عنّی اللّٰهم أیّده بروح القُدس ؟ قال اللّٰهُمّ ! نعم . (صحیح مسلم الجزء الرابع ص : ۱۹۳۲ ،حدیث ۲۴۸۵، باب فضائل حسان بن ثابت رضی الله عنه ، دار احیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گذرے اس حال میں کہ حضرت حسان مسجد میں اشعار پڑھ رہے تھے۔تو حضرت عمر نے ان کی طرف سخت نگاہ سے دیکھا تو حضرت حسان نے فرمایا۔ میں اشعار اس میں پیش کیا کرتا تھا جب آپ سے بہتر (یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں موجود ہوتے تھے۔ پھر وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تمہیں آباد رکھے کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم (حسان) میری طرف سے جواب دو اے اللہ روح القدس (حضرت جبرئیلؑ) کے ذریعہ اس کی مدد فرما۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا۔ خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔

حضرت مطرف کہتے ہیں کہ میں حضرت عمران بن حصین کی معیت میں کوفہ سے بصرہ تک کا سفر کیا شاید ہی کوئی منزل ایسی ہو جہاں وہ اترے ہوں اور مجھے شعر نہ سنایا ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کتاب اللہ میں کوئی بات تمہاری سمجھ میں نہ آئے تو اس کو عرب کے اشعار میں تلاش کیا کرو اس لیے کہ اشعار عرب کے دیوان ہیں۔

تاریخ وادب کی کتابوں میں صحابہ کرام اور تابعین کے ہزاروں اشعار موجود ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو اسلام و مسلمانوں کے اشعار کے ذریعہ دفاع کا حکم دیا۔ حضرت حسان بن ثابت ،حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن مالک اور

دوسرے صحابہ کرام مشرکین کی ہجو کی اور اسلام کو تقویت پہنچائی اور اسلام و مسلمانوں کا دفاع کیا۔
حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یضع الحسان بن ثابت منبراً فی المسجد ینشد علیه الاشعار . قالت : وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم أیده روح القدس ما نافح عن نبیک . (المعجم الکبیر:۳۷)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت کے لیے منبر رکھا کرتے تھے جس پر وہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان کو دعا دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اے اللہ جب حسان تیرے نبی کی طرف سے دفاع کریں تو آپ روح القدس (حضرت جبرئیلؑ) کے ذریعہ ان کی تائید اور اعانت فرمایا کریں۔
حضرت حسان بن ثابت کے یہ اشعار بہت مشہور ہیں۔

واحسن منک لم ترقطُّ عینی واجملَ منکَ لَمْ تَلِدِ النِساءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّءاً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ کأنّک قد خُلِقْتَ کما تَشَاءُ

میری آنکھوں نے آپ سے زیادہ حسین کوئی شخص نہیں دیکھا۔ اور عورتوں نے آپ سے زیادہ خوبصورت کوئی انسان نہیں جنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر عیب اور گناہ سے پاک اور منزہ پیدا کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق آپ کی تخلیق ہوئی ہے۔
شیخ سعدیؒ کے یہ اشعار بیحد مقبول ہیں۔

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجیٰ بجمالِہٖ
حسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلّوا عَلَیْہِ وآلِہٖ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال سے عز وشرف اپنی انتہا کو پہنچ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کی برکت سے تاریکی کافور ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب عادات بہت خوب ہیں ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر سب لوگ درود شریف کا نذرانہ پیش کریں۔

شمس الدین محمد حافظ شیرازی فرماتے ہیں۔

یَا صاحِبَ الجَمالِ ویا سَیِّدَ البشر
مِنْ وَجْهِکَ الـمُـنِیْرُ لَقَدْ نُوِّرَ القَمَرُ
لا یُـمْـکِـنُ الثَّـنَـاءُ کما کـانَ حَقَّـهُ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اے حسن و جمال والے اور اے تمام انسانوں کے آقا آپ ہی کے چہرۂ منور سے چاند روشن ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی کے مطابق آپ کی تعریف ممکن نہیں ہے۔
قصۂ مختصر یہ ہے کہ خدا کے بعد آپ ہی (مخلوق میں) سب سے اعلیٰ و افضل ہیں۔''

یکم محرم الحرام کا چاند نظر آتے ہی ہماری بستی کے نوجوان و بچوں میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی تھی اور بڑے بوڑھے اس بات پر مسرور نظر آتے تھے کہ ان کو اپنے فن و ہنر سکھانے اور اپنی نسل میں تندرستی اور قوت مدافعت بڑھانے کے مواقع حاصل ہوں گے۔یکم محرم کے بعد لاٹھی چلانے ،تلوار چلانے اور ڈھال سے بچنے ، بنوئی گمانے ، نیزہ اور برچھی چلانے اور دیگر فنون مدافعت سیکھنے و سکھانے کا دور چلتا تھا۔ دیر رات تک کھیلتے کودتے تھے۔اس موقع پر خوب اشعار پیش کیے جاتے تھے۔تمام تفریقات سے پرے ہو کر مل جل کر فنون

مدافعت سیکھتے سکھاتے، اچھے اشعار اور غیر معیاری اشعار بھی پیش کیے جاتے اور یا حسین کی صدائیں بھی بلند کرتے لیکن عموماً حضرت حسینؓ کی سیرت، واقعات کربلا کے منظر سے ناواقف ہوتے لیکن دس محرم کی تیاری بہت زور وشور سے کرتے تھے۔ ہماری بستی میں حضرت پیر نذیر حسین بلیاویؒ کی ہر سال آمد ہوتی، ان کے مشورے کے بغیر کوئی کام انجام نہیں دیا جاتا تھا۔ شیخ الاسلام حضرت حسین احمد مدنیؒ بھی یہاں تشریف لائے۔ حضرت صدیق احمد باندویؒ اور دیگر علماء کرام تشریف لاتے رہے۔ امارت شرعیہ سے وابستہ علماء کرام ومبلغین تشریف لاتے۔ دارالعلوم دیوبند مظاہر علوم سہارنپور، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور دیگر مدارس جیسے امروہہ، باندہ، الہ آباد کے فضلاء علاقہ کے مدارس ومساجد میں درس وتدریس، امامت وخطابت، دعوت واصلاح اور وعظ ونصیحت سے اس علاقہ کو فیض پہنچا رہے تھے۔ عصری تعلیم گاہوں کے فارغین سرکاری اسکول میں نونہالوں کو تعلیم سے آراستہ کر رہے تھے۔ لیکن ماہ محرم الحرام میں کسی نصیحت اور فتوی کی پرواہ کئے بغیر، رامپور کیشو، پھولکاہاں، اُدئی چھپرہ، گورہنی، بگٹاہی وغیرہ کے لوگ ایک جگہ جمع ہو کر کھیلتے کودتے تھے اور یا حسین کا نعرہ لگاتے۔ پورا مہینہ جشن وخوشی کے ماحول میں گذر جاتا۔ لیکن حضرت حسین کی شہادت پر افسوس ضرور کرتے۔ اس موقع پر یہ شعر بھی پڑھا جاتا۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

ہمارے بچپن میں اکثر میلاد کی محفلیں منعقد ہوتیں اور کبھی جلسہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت حافظ نصیر صاحب ایک پرانی تقریر کی کتاب دیکھ کر سناتے اور ترنم سے

موضوع کی مناسبت سے کلام پیش کرتے ،حمد باری تعالیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گلہائے عقیدت پیش کئے جاتے ۔کسی خاص مناسبت اور شادی کے موقع پر قوال آتے اور عمدہ اشعار کلام سے سامعین کا دل جیت لیتے ۔ والد ماجد حاجی محمد یونس صاحب کی مجلس میں موقع بموقع اشعار پیش کئے جاتے اور کچھ ہی دوری پر میرا ننہیال تھا ۔میرے دونوں ماموں محمد نور الہدی صاحب وقمر الہدی صاحب نے اردو سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی اور اردو کی بدولت سرکاری ملازمت سے وابستہ ہوئے ۔ان کی مجلسیں بھی علمی ہوتیں اور کبھی اردو زبان وادب اور شعراء کے بارے میں گفتگو ہوتی ۔ ماسٹر قمر الہدی صاحب نے اپنے بہنوئی حاجی محمد یونس صاحب کی سر پرستی میں بزم ادب نو جوانان رامپور کیشو کے نام سے ایک انجمن بنائی جس کے تحت ایک لائبریری وجود میں آئی اس میں بستی کے لوگ کتاب اور اخبار کا مطالعہ کرتے ۔اس زمانہ میں ہر سرکاری و پرائیویٹ اسکول اور مدارس میں فارسی اور اردو زبان وادب کی معیاری تعلیم ہوتی تھی ۔ہائی اسکول پھنہرہ ،نواب ہائی اسکول شیوہر اور مسولی ہائی اسکول زیادہ معروف تھے اور مدارس میں مدرسہ اسلامیہ ڈمری ، مدرسہ فلاح المسلمین شیوہر، جامع العلوم مظفر پور، مدرسہ اشرف العلوم شمسی کنواں سیتامڑھی ،آزاد مدرسہ ڈھاکہ چمپارن ، مدنی مدرسہ بسیہا شیخ ،اور مدرسہ عربیہ قاسم العلوم میں دور دراز کے طلبہ تحصیل علم کے لیے آیا کرتے تھے ۔

جمعہ کے خطاب میں موضوع کی مناسبت سے اردو و فارسی کے اشعار سنتے تھے ۔ یہ ہمارے بچپن کے ایام تھے ۔ ہماری پھوپھی جان اور رشتہ کی خواتین کو پند نامہ کریما، گلستان ، بوستان سعدی اور مسدس حالی کے اشعار یاد تھے ۔

میرے والد محترم اردو سرکاری اسکول میں ٹیچر تھے اور ان کے تینوں بڑے بھائی

مولانا نورالدین صاحب، مولانا عبداللطیف صاحب، اور حافظ ادریس صاحب، عبادت، ذکر وتلاوت اور اعمال خیر کے ساتھ خدمت خلق میں ہمہ وقت مشغول رہتے اور گاؤں کے چنندہ لوگ بھی ان کی مجلس کے ہم نشیں ہوتے۔ والد صاحب تدریس کاشتکاری کے ساتھ مسجد اور مدرسہ کے انتظام اور باہر سے تشریف لائے علماء، سفراء و مبلغین اور مہمانوں کی خاطر مدارات میں مشغول رہتے۔ لوگوں میں آپسی محبت تھی۔ ادب واحترام اور ایک دوسرے کی مدد کا خوب جذبہ تھا۔ جہاں مالدار و تعلیم یافتہ تھے وہیں غریب و ناخواندہ، لیکن ایک دوسرے کا پاس لحاظ تھا۔ اسی ماحول میں ہماری پرورش ونشو ونما ہوئی، گھر اور مکتب کی تعلیم کے ساتھ گاؤں کے اردو پرائمری اسکول سے پانچویں تک تعلیم مکمل کی۔ اب یہ اسکول اردو مڈل اسکول سے مشہور ہے۔ اسکول کی تعلیم کے بعد حضرت مولانا حکیم عبدالحق صاحب کے قائم کردہ ادارہ مدرسہ عربیہ قاسم العلوم رامپور کیثو میں فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم مکمل کی۔ پھر شیوہر، مظفر پور، اورنگ آباد مہاراشٹر، لکھنؤ اتر پردیش اور پھلواری شریف پٹنہ میں اعلیٰ تعلیم کے مواقع حاصل ہوئے۔ یہ تمام مقامات علمی وادبی گہوارے تھے بلکہ آخر الذکر چار مقامات علم وادب کے دبستان تھے۔ اور آج بھی یہاں عظمت رفتہ کے نشانات موجود ہیں۔ علم وادب کے خادمین وشائقین موجود ہیں۔

میں نے اردو میں سب سے پہلے اسماعیل میرٹھی کی کتابوں اور رحمت عالم سید سلیمان ندوی سے اردو سے سیکھنے کا آغاز کیا پھر مختلف بورڈ و تعلیمی اداروں کی پہلی جماعت سے ایم اے تک کا اردو زبان وادب کا کورس مکمل کیا اس میں نثر و نظم کی تمام قسموں اور ادبی شہ پاروں کا مطالعہ کیا۔ امتیازی نمبرات کے لیے کتابوں کے اسباق بالاستعاب پڑھنے اور ذہن نشین کرنے کے لیے جہد مسلسل کی۔ معروف شعراء وادباء کی کتابیں خصوصیت سے

مولانا الطاف حسین حالی، سر سید احمد خان، علامہ شبلی نعمانی، علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالماجد دریا آبادی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی، بطرس بخاری، نسیم حجازی اور ممتاز مفتی کی کتابیں بھی زیر مطالعہ رہیں۔ کلیات اقبال، دیوان غالب، دیوان جگر اور وہ جو شاعری کا سبب ہوا ڈاکٹر کلیم عاجز کا بالاستعاب مطالعہ کیا اور دیگر دواوین کا جستہ جستہ مطالعہ کیا۔ فارسی زبان کی کئی کتابیں خصوصیت سے گلستان سعدی، بوستان، کریما اور دبستان فارسی پڑھیں۔ عربی زبان وادب کی کتابیں خصوصیت سے دیوان حماسہ، مجموعۃ من النظم اور سبع معلقات جیسی اہم کتابیں عربی زبان وادب کے اساطین سے پڑھیں۔ اساتذہ کرام فرماتے تھے کہ کسی بھی زبان وادب میں مہارت کے لیے اس زبان کے اشعار وکلام اور ادبی شہ پاروں کو بار بار مطالعہ کرنا، ذہن نشین کرنا اور برتنا ضروری ہے۔ فارسی، اردو اور عربی کے کلام واشعار کو یاد کرنے کا سلسلہ نوعمری سے شروع ہو گیا۔

تیرہ سالہ طالب علمی کے زمانہ میں اپنے اساتذہ کرام برمحل وپسندیدہ اشعار سنتے رہے۔ مشاعروں اور مختلف جلسوں میں اشعار سننے کے مواقع ملتے رہے لیکن ہر سال بیت بازی کے پروگرام نے سبق آموز وپسندیدہ اشعار اپنی ڈائری میں نوٹ کرنے پر آمادہ کیا۔ حضرت مولانا محمد صدر الحسن صاحب ندوی مدنی کو کلیات اقبال گویا زبانی یاد تھی۔ خود اپنے کلام بھی کبھی سناتے تھے۔ بیت بازی پروگرام اور تقریری وتحریری مقابلے کی وجہ سے عمدہ اشعار یاد کئے جانے کا ماحول مدارس اسلامیہ میں خوب پایا جاتا ہے۔ اردو کے فروغ واشاعت مدارس اسلامیہ کا اہم رول رہا ہے اسی سلسلہ کی ایک کڑی بیت بازی پروگرام ہے۔ ۱۹۹۷ میں جامعۃ الہدایہ جے پور میں تدریس سے وابستہ ہوا تو طلبہ نے میرے منتخب اشعار سے خوب استفادہ کیا۔ علم دوست احباب اور طلبہ عزیز کی رائے ہوئی کہ ان اشعار کو زیور طباعت سے آراستہ

کر دیں تو افادہ عام ہو جائے گا۔اور سالہا سال کی محنت ضائع ہونے سے بچ جائے گی۔ گذشتہ تین سال سے اس جانب توجہ ہوئی۔اور کمپوزنگ کا کام شروع ہوا اور شعراء کے دواوین سے مراجعت کیا اور نئے سرے سے مطالعہ کیا اور نئی ڈائری بنائی۔

لیکن دیگر علمی کاموں کی وجہ سے قدرے تاخیر ہوتی رہی۔اب پسندیدہ اشعار آپ کے سامنے ہے۔ہماری محنت وجستجو کس حد تک کامیاب ہے آپ اپنی رائے ومشورے سے ضرور نوازیں گے۔

اس کتاب میں منتخب اشعار باعتبار حروف تہجی دیئے گئے ہیں تاکہ بیت بازی میں سہولت ہو اور اپنے پسندیدہ اشعار تک بآسانی پہنچ سکیں۔ایک ایک شعر کی معنویت و افادیت اتنی ہے کہ جو انسان کو پوری کتاب کے مطالعہ سے بے نیاز کردے۔ایک کتاب سے جو حاصل ہوتا ہے وہ ایک شعر سے حاصل ہوجاتا ہے۔گھنٹوں کی تقریروں وتحریروں کے مقابلہ میں ایک شعر انسان کی زندگی بدل دیتا ہے۔مصنف ہو یا مضمون نگار، مقرر ہو یا واعظ، جلسہ کا ناظم ہو یا صدر مجلس اپنے خیالات وتاثرات کو بہتر انداز میں سامعین وقارئین تک پہنچانے کے لیے اشعار کی مدد لیتے ہیں۔

محمد شمشاد ندوی

استاذ جامعۃ الہدایہ، جے پور

معاون مدیر: ماہنامہ ہدایت، جے پور

۲۷/ مارچ ۲۰۲۰ء

﴿الف﴾

اے جوئے آب بڑھ کے ہو دریائے تند وتیز
ساحل تجھے عطا ہو تو ساحل نہ کر قبول

اقبالؔ

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی نا خوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

اقبالؔ

اُس کی تقدیر میں محکومی ومظلومی ہے
قوم جو کر نہ سکی اپنی خودی سے انصاف

اقبالؔ

افسوس صد افسوس کہ شاہیں نہ بنا تو
دیکھے نہ تری آنکھ نے فطرت کے اشارات

اقبالؔ

الفاظ ومعانی میں تفاوت نہیں لیکن
ملّا کی اذاں اور، مجاہد کی اذاں اور

اقبالؔ

آئین جواں مرداں، حق گوئی وبیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

اقبالؔ

اے طائرِ لا ہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

اقبالؔ

اٹھائے کچھ ورق لالے نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

اقبالؔ

اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا، نہ بن، اپنا تو بن

اقبالؔ

آپ سے ہم سے بنی ہے نہ بنے
آپ خشکی کو تری کہتے ہیں

عبدالمجید حیرتؔ شملوی

انہیں یہ فکر ستاروں سے دور جا نہ سکے
ہمیں یہ شرم زمیں کو زمیں بنا نہ سکے

شفیقؔ جونپوری

آدمی کے پاس سب کچھ ہے مگر
ایک تنہا آدمیّت ہی نہیں

جگرؔ مرادآبادی

اسی اک جرم پر اغیار میں برپا قیامت ہے
کہ ہم بیدار ہیں اور اپنا مستقبل سمجھتے ہیں
جگرمرادبادی

آپ! اور یہ کرم، یہ تواضع
آسماں کیوں زمیں بن گیا ہے
ماہرالقادری

اب موسمِ گل یاد ' نہ گلشن کی فضا یاد
اس طرح قفس میں رہے، کچھ بھی نہ رہا یاد
ماہرالقادری

اب یہ محسوس ہو چلا ہے جگر
موت ہے زندگی کی تنہائی
جگرمرادآبادی

ابھی سے راہ رووں کو گلہ ہے کانٹوں کا
ابھی تو چند قدم میرے ساتھ آئے ہیں
عامرعثمانی

اب تو وہ جو بھی سزا دے وہ روا ہے یارو
میں نے صیّاد کو صیّاد کہا ہے یارو
عامرعثمانی

اُف یہ نیرنگیٔ تقدیر بھی کیا یارو
آ کے ساحل پہ کوئی ڈوب رہا ہے یارو
عامؔر عثمانی

الجھ کے خود کبھی ٹوٹے فی ڈور لفظوں کی
بکھرتے جائیں گے سب سلسلے خیالوں کے
محمودؔ سعیدی

آزمائشیں اے دل سخت ہی سہی لیکن
یہ نصیب کیا کم ہے، کوئی آزماتا ہے
عامؔر عثمانی

اپنی قبر میں تنہا آج تک گیا ہے کوئی
دفترِ عمل عامؔر! ساتھ ساتھ جاتا ہے
عامؔر عثمانی

اُس سے اَے بندۂ خود دار تنزّل بہتر
وہ ترقی جو عطائے دِگراں ہوتی ہے
عامؔر عثمانی

اے خاک کے پتلے! تجھے ادراک نہیں ہے
کچھ اور بھی ہے تجھ میں فقط خاک نہیں ہے
سیمابؔ اکبرآبادی

اُن راستوں پہ بچھ گئے گلہائے زندگی
جن راستوں سے اہلِ جنوں دار تک گئے
واحد پریمی

اب کھل کے کہو بات تو کچھ بات بنے گی
یہ دور اشارات وکنایات نہیں ہے
حفیظ میرٹھی

احباب سے کہدو! ذرا دامن کو بچائیں
میں ڈوب رہا ہوں ' مرے نزدیک نہ آئیں
حفیظ میرٹھی

اپنے دامن کے لیے خار چُنے خود ہم نے
اب یہ چبھتے ہیں تو پھر اس میں شکایت کیا ہے
حفیظ میرٹھی

ابھی کیا ہے کل اِک اِک بوند کو ترسے گا میخانہ
جو اہلِ ظرف کے ہاتھوں میں پیمانے نہیں آئے
حفیظ میرٹھی

ایک ٹھوکر کی حقیقت کچھ نہیں یوں تو مگر
کھول دے آنکھیں تو ساری عمر کا حاصل کہیں
حفیظ میرٹھی

اُسی کی راہ میں آنکھیں بچھائے گی منزل
وہ عزم جو نہیں محتاجِ ہمت افزائی
حفیظؔ میرٹھی

اس لیے گر گئے نظروں سے تری
ہم ترے حاشیہ بردار نہ تھے
حفیظؔ میرٹھی

اِن اہلِ علم ودانش کے ناقص ہیں سارے منصوبے
انساں کو بنانے والا ہی انساں کے مسائل جانے ہے
حفیظؔ میرٹھی

آدمی ہیں مگر خدا کی قسم
آدمیت سے دور ہیں کچھ لوگ
دِوا کرراہیؔ

اگر موجیں ڈبو دیتیں تو کچھ تسکین ہو جاتی
کناروں نے ڈبویا ہے مجھے اس بات کا غم ہے
دِوا کرراہیؔ

اس سے پہلے کہ لوگ پہچانیں
خود کو پہچان لو، تو بہتر ہے
دوا کرراہیؔ

اُس آنکھ سے تم خود کو کس طرح بچاؤ گے
جو آنکھ پسِ پردہ بھی دیکھنے والی ہے
دوا کر راہیؔ

اتنا نہ اپنے جامے سے باہر نکل کے چل
دنیا ہے چل چلاؤ کا راستہ ، سنبھل کے چل
شاہ ظفرؔ

آدمیت اور شے ہے، علم ہے کچھ اور چیز
کتنا طوطے کو پڑھایا، پر وہ حیواں ہی رہا
ذوقؔ دہلوی

اس کے لیے ہی آج چمن میں جگہ نہیں
جس نے گلوں کا رنگ نکھارا ہے ساتھیو
فضلؔ قریشی

اگر تم شاد رہنا چاہتے ہو!
کسی کی بھی دل آزاری نہ کرنا
رئیسؔ رامپوری

آدمی کی فراست کی پہچان ہے
وقت پر فیصلہ، وقت پر سوچنا
رئیسؔ رامپوری

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مِبیں
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

ابوالمجاہد زاہدؔ

امتحاں گاہ ہے یہ عرصۂ گیتی زاہدؔ
امتحاں ہی میں یہاں عمر گزر جاتی ہے

ابوالمجاہد زاہدؔ

آ اِدھر! اے مرے کردار پہ ہنسنے والے!
تیرے ماتھے کی سیاہی تو مٹادی جائے

ابوالمجاہد زاہدؔ

اُس زندگی پہ موت کو ترجیح دیجیے!
جس زندگی میں عزم نہ ہو، حوصلہ نہ ہو

ابوالمجاہد زاہدؔ

اَے شمع! تجھ پہ رات یہ بھاری ہے جس طرح
ہم نے تما م عمر گزاری ہے اس طرح

ناطقؔ لکھنوی

اندھیری رات، تھکی ہمتیں، گراں منزل
سلامتی کی دعا مانگ کارواں کے لیے

نہالؔ سیوہاروی

اُسے بھی دیکھ لو منزل کے دیکھنے والو!
شکستہ پا جو غریبُ الدیار راہ میں ہے
عزیزؔ لکھنوی

آ رہی ہے چاہِ یوسف سے صدا،
دوست یاں تھوڑے ہیں اور بھائی بہت
حالیؔ

اے ضیاءؔ! ماں باپ کے سائے کی نا قدری نہ کر
دھوپ کاٹے گی بہت جب یہ شجر کٹ جائے گا
ادریس ضیاءؔ

آپ نے تیر لگایا تو کوئی بات نہ تھی
زخم میں نے جو دکھایا' تو برا مان گئے
حمیدؔ عظیم آبادی

اگر پھولوں کی خواہش ہے تو سن لو
کسی کی راہ میں کانٹے نہ رکھنا
تابشؔ مہدی

اپنا چہرہ اگر تم کبھی دیکھتے
پھر کسی میں نہ کوئی کمی دیکھتے
تابشؔ مہدی

ایک منزل، ایک جادہ، ایک میرِ کارواں
اس سے ہٹ کر زندگی کی ہر ڈگر نا معتبر

عزیز بگھروی

اُسی شخص کو میں نے انسان جانا
کہ احسان کرکے نہ احسان جانا

اثر لکھنوی

اس کو نا قدریٔ عالم کا صلہ کہتے ہیں
مر گئے ہم تو زمانے نے بہت یاد کیا

چکبست

آج بھی اہلِ وفا کے ساتھ ہوتا ہے وہی
مصر میں جو کل ہوا تھا یوسفِ کنعاں کے ساتھ

لیث قریشی

اس بات پہ معتوب ہوں محفل میں کہ میں نے
محفل کے ہر اک شخص کو پہچان لیا ہے

لیث قریشی

آدمیت ہے تو بنیاد ہے ہر خوبی کی
ہو نہ یہ بھی دھرا کیا ہے پھر انسان کے پاس

محمد علی جوہر

اتنی ہی دشوار اپنے عیب کی پہچان ہے
جس قدر کرنی ملامت اور کو آسان ہے
حالؔی

اَوروں سے جو دکھڑا روئے کوئی ، غیبت کا ٹھہرتا ہے ملزم
احباب کے منہ پر شکوہ کرے ، تو اَور بُرا بَن جاتا ہے
رشیدکوثؔر فاروقی

ایک ہی خاک سے انسان ہوئے ہیں پیدا
ایک ہی خون ہے ،پھر خون بہاتے کیوں ہو
مشیرؔجھنجھانوی

اِنہی پتھروں پہ چل کر اگر آ سکو تو آؤ
مرے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے
شکیلؔ بدایونی

اب فقط چہروں پہ رہتی ہے زمانے کی نظر
اب کسی شخص کے جوہر نہیں دیکھے جاتے
عزیزؔ بگھروی

آپ کے لہجے سے پندار کی بو آتی ہے
سرپرستوں کی طرح حال نہ پوچھا کیجیے
اقبالؔ عظیم

اچھا یقیں نہیں ہے تو کشتی ڈبو کے دیکھ
اک تو ہی نا خدا نہیں ظالم ، خدا بھی ہے
فانؔی بدایونی

انصاف ہے کہ حکمِ عقوبت سے پیشتر
اک بار سوئے دامنِ یوسف بھی دیکھیے
فیضؔ

اپنی زباں تو بند ہے تم خود ہی سوچ لو
پڑتا نہیں ہے یوں ہی ستمگر کسی کا نام
قتیلؔ شفائی

آندھیو! جاؤ اب کرو آرام
ہم خود اپنا دیا بجھا بیٹھے
خمارؔ بارہ بنکوی

اب لوگوں سے ملتے ہوئے گھبرانے لگا ہوں
پوچھے ہے کوئی حال ، تو طعنہ سا لگے ہے
عزیزؔ نہٹوری

آنکھ سے نکلے گا آنسو کا خدا حافظ یقین
گھر سے جو باہر گیا لڑکا سو ابتر ہو گیا
انعام اللہ خاں یقینؔ

اس لئے حال دل نہیں کہتا
کہیں جذبات میں نہ بہہ جاؤں
احمد مشتاق

اٹھیں گے ابھی اور بھی طوفاں مرے دل سے
دیکھوں گا ابھی عشق کے خواب اور زیادہ
مجازؔ

اب مجھ کو ہے قرار، تو سب کو قرار ہے
دل کیا ٹھہر گیا کہ زمانہ ٹھہر گیا
سیمابؔ اکبرآبادی

اے درد، پتہ کچھ تو ہی بتا، اب تک یہ معمہ حل نہ ہوا
ہم میں ہے دل بے تاب نہاں ،یا آپ دل بے تاب ہیں ہم
شادؔ عظیم آبادی

آج ہی محفل سرد پڑی ہے آج ہی درد فراواں ہے
کوئی تو دل کی باتیں چھیڑو یارو محفل یاراں ہے
ضیاؔ جالندھری

ان میں لہو جلا ہو ہمارا کہ جان و دل
محفل میں کچھ چراغ فروزاں ہوئے تو ہیں
فیض احمد فیضؔ

ایک تم ہی نہیں تنہا مرے دل کے مکاں میں
یہ پیار مرا سارے زمانے کے لئے ہے
نازاں جمشید پوری

اثر جذبات میں تاثیر آہوں میں اگر ہوگی
ادھر تڑپے گا دل میرا ادھر ان کو خبر ہوگی
شمس الاسلام نسیم

اہل دنیا تو ہمیشہ ہی سے ایسے تھے مگر
عشق اتنا ناتواں پہلے کبھی دیکھا نہ تھا
احمد مشتاق

اک شخص سے تلخ کلام ہو کر
ہر شخص کو پیار کر رہا ہوں
رئیس امروہوی

اللہ بچائے مرض عشق سے دل کو
سنتے ہیں کہ یہ عارضہ اچھا نہیں ہوتا
شاد عظیم آبادی

افشائے راز عشق میں گو ذلتیں ہوئیں
لیکن اسے جتا تو دیا جان تو گیا
داغ دہلوی

اگر درد محبت سے نہ انساں آشنا ہوتا
نہ کچھ مرنے کا غم ہوتا نہ جینے کا مزہ ہوتا

چکبستؔ

آرام کے تھے ساتھی کیا کیا جب وقت پڑا تو کوئی نہیں
سب دوست ہیں اپنے مطلب کے، دنیا میں کسی کا کوئی نہیں

آرزوؔ لکھنوی

آج جاؤ گے تو کل لوٹ کے پھر آؤ گے
ہم سا معشوق نہ دنیا میں کہیں پاؤ گے

ساحرؔ لدھیانوی

آج کی رات کتنی بھاری ہے
نہ ستارے، نہ مے، نہ نیند، نہ تو

شادؔ عظیم آبادی

اب وہاں خاک اڑاتی ہے خزاں
پھول ہی پھول جہاں تھے پہلے

احمد فراز

آرزو اک جرم ہے جس کی سزا ہے زندگی
زندگی بھر آرزوؤں کو پشیمان کیجئے

احسان دانش

آرزو ہے کہ تو یہاں آئے
اور پھر عمر بھر نہ جائے کہیں
ناصر کاظمی

اک مکمل خاموشی اک بے کراں گہرا سکوت
آج صحرا کا بھی دیوانے سے جی گھبرا گیا
حبیب جالب

انگڑائی بھی وہ لینے نہ پائے اٹھا کے ہاتھ
دیکھا جو مجھ کو چھوڑ دیئے مسکراکے ہاتھ
نظامؔ رامپوری

آنسوؤں کی جھیل میں ہم خود کو نہلاتے رہے
گرد غم ڈھلتی رہی اور جسم بھی تازہ رہا
شاہدواسطی

ایک آنسو نے ڈبو دی عمر بھر کی آبرو
ہم جسے قطرہ سمجھتے تھے، سمندر ہو گیا
شہزاداحمد

اخترؔ کو زندگی کا بھروسہ نہیں رہا
جب سے لٹ چکے سرو سامان آرزو
اخترؔ شیرانی

اک زندگی گزیدہ سے یہ دشمنی نہ کر
اے دوست مجھ کو عمر ابد کی دعا نہ دے
اسلم انصاری

اب یہ محسوس ہو چلا ہے جگر
موت ہے زندگی کی تنہائی
جگر مرادآبادی

آرام سے سونے کی جگہ ہے تو لحد ہے
دنیا میں تو راحت کا کوئی گھر نہیں ملتا
یاس یگانہ چنگیزی

اپنے حال کو جان کے ہم نے، فقر کا دامن تھاما ہے
جن داموں پہ دنیا ملتی، اتنے ہمارے دام کہاں
مختار صدیقی

اس انتظار سے بھی ہم گزر چکے اب تو
جس انتظار میں انسان مر بھی جاتا ہے
محشر بدایونی

احتیاطاً دیکھتا چل اپنے سائے کی طرف
اس طرح شاید تجھے احساس تنہائی نہ ہو
سلیم شاہد

اپنی تنہائی کا میں نے جس کو سمجھا تھا علاج
اس کے ملنے پر بھی لگتا ہے کہ ہوں تنہا بہت
عارف عبدالمتین

اور جب وہ لے سکا مجھ سے نہ کوئی انتقام
ڈال دی اک خاک کی مٹھی مری تصویر پر
سلیم بیتاب

آ کے پتھر تو مرے صحن میں دو چار گرے
جتنے اس پیڑ کے پھل تھے پسِ دیوار گرے
شکیب جلالی

آہ کس کی جستجو آوارہ رکھتی ہے تجھے
راہ تو، رہ رو بھی تو، رہبر بھی تو، منزل بھی تو
علامہ اقبالؔ

اس نے منزل پہ لاکے چھوڑ دیا
عمر بھر جس کا راستہ دیکھا
ناصر کاظمی

اٹھائے کچھ ورق لالے نے ، کچھ نرگس نے ، کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری
اقبالؔ

آئینِ نو سے ڈرنا طرز کہن پہ مرنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

علامہ اقبالؔ

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

مومنؔ

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے

بسملؔ عظیم آبادی

اسیر جسم ہوں میعادِ قید لا معلوم
یہ کس گناہ کی تعزیر ہے خدا معلوم

شادؔ عظیم آبادی

ان گلوں سے کانٹے ہی اچھے
جن سے ہوتی ہو توہین گلشن

فناؔ کانپوری

اے شمع تیری عمر طبیعی ہے ایک رات
رو کر گذار یا اسے ہنس کر گذار دے

ذوقؔ

اے شمع ! صبح ہوتی ہے روتی ہے کس لیے
تھوڑی سی رہ گئی ہے اسے بھی گذار دے

آغا خاں عیشؔ

ایسی جنس فراہم کرلی جس کا گاہک کوئی نہیں
ڈھوئے ڈھوئے پھرتا ہوں اب پشتا رہ ارمانوں کا

حفیظؔ جالندھری

اے ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر
آرام سے وہ ہے جوتکلف نہیں کرتا

ذوقؔ

آپ سے ہم سے رنج ہی کیسا
مسکرا دیجئے صفائی سے

جوشؔ ملیح آبادی

اس کو نا قدری عالم کا صلہ کہتے ہیں
مر گئے ہم تو زمانے نے بہت یاد کیا

چکبستؔ

اے شاد جن کے ساتھ زمانہ بسر کیا
اللہ! اب وہی مجھے پہچانتے نہیں

شادؔ عظیم آبادی

اب احباب کے کاندھے سے لحد میں اتر آئے
کس چین سے سوتے ہوئے ہم اپنے گھر آئے

ریاض خیرآبادی

اے ذوق! دیکھ دخترِ زر کو نہ منھ لگا
چھٹتی نہیں ہے منھ سے یہ کافر لگی ہوئی

ذوقؔ

اک نا تمام خواب مکمل نہ ہو سکا
آنے کو زندگی میں بہت انقلاب آئے

عندلیب شادانی

او بد گماں ! شداید دنیا پر صبر کر
فطرت کو تیرے ساتھ کوئی دشمنی نہیں

آسی الدینی

اس فیصلہ پر تیرے ظالم رونے کے ہے قابل حالت دل
ٹوٹا نہ اگر تو پتھر ہے اور چور ہوا تو موتی ہے

آرزوؔ لکھنوی

ادا سے دیکھ لو، جاتا رہے گلہ دل کا
بس اک نگاہ یہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

قلق لکھنوی

اچھا یقیں نہیں ہے تو کشتی ڈبو کے دیکھ
اک تو ہی نا خدا نہیں ظالم، خدا بھی ہے

فاؔنی بدایونی

اے ذوق کسی کو چشم حقارت سے نہ دیکھئے
سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں

ذوقؔ

اہل ہمت منزل مقصود تک بھی گئے
بندۂ تقدیر قسمت کا گلہ کرتے رہے

چکبستؔ

اک شہنشاہ نے بنوا کے حسین تاج محل
ساری دنیا کو محبت کی نشانی دے دی

شکیل بدایونی

اتنی نہ بڑھا پاکئ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

شیفتہؔ

الٰہی خیر میرے کارواں کی
جسے دیکھو امیر کارواں ہے

بسملؔ شاہجہاں پوری

اندھیری رات، تھکی ہمتیں، گراں منزل
سلامتی کی دعا مانگ کارواں کے لیے
نہال سیوہاروی

آنے میں سدا دیر لگاتے ہی رہے تم
جاتے رہے ہم جان سے آتے ہی رہے تم
راسخ عظیم آبادی

اپنی حالت کا خود احساس نہیں ہے مجھ کو
میں نے اوروں سے سنا ہے کہ پریشاں ہوں میں
عبدالباری آسی

الٰہی کیوں نہیں آتی قیامت ماجرا کیا ہے
ہمارے سامنے پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں
داغ

آہ جو دل سے نکالی جائے گی
کیا سمجھتے ہو کہ خالی جائے گی
اکبر الہ آبادی

اے ظلم کے مارو! لب کھولو چپ رہنے والو چپ کب تک
کچھ حشر تو ان سے اٹھے گا کچھ دور تو نالے جائیں گے
فیض احمد فیض

آج آنسو تم نے پونچھے بھی تو کیا
یہ تو اپنا عمر بھر کا کام ہے

جلیلؔ مانکپوری

اک ہوک سی دل میں اٹھتی ہے اک درد جگر میں ہوتا ہے
میں رات کو اٹھ کر روتا ہوں جب سارا عالم سوتا ہے

ضیاءالدین ضیاؔ

اے موج بلا، ان کو بھی ذرا دو چار تھپیڑے ہلکے سے
کچھ لوگ ابھی تک ساحل سے طوفاں کا نظارہ کرتے ہیں

معین احسن جذبی

اب بھی کیا تیری رحمت جوش میں نہ آئے گی
اب تو دو جہاں میری بے بسی پہ ہنستے ہیں

شاہجہاں بانو یادؔ

آدمی کیا ہے فقط ایک مسلسل آواز
زندگی حرف وحکایت کے سوا کچھ بھی نہیں

ماہرؔ القادری

اب بھی اک عمر پہ جینے کا نہ انداز آیا
زندگی چھوڑ دے پیچھا مرا میں باز آیا

شادؔ عظیم آبادی

آ بیٹھو ، تو دو باتیں کریں تم سے میاں ہم
پھر دیکھئے اک دم میں کہاں تم ہو کہاں ہم
اشرؔف مرشدآبادی

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہوجائے
بشیر بدر

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے
کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی
تسکیںؔ دہلوی

اے رات مجھے ماں کی طرح گود میں لے لے
دن بھر کی مشقت سے بدن ٹوٹ رہا ہے
تنویر سپرا

اک زندگی عمل کے لیے بھی نصیب ہو
یہ زندگی تو نیک ارادوں میں گئی
خلیلؔ قدوائی

ان کی باتیں ہیں کتنی پہلو دار
سب سمجھ لیں جدا جدا مطلب
حسنؔ بریلوی

ایسے میں ان کی یاد نے آکے بہت کرم کیا
دل بھی تھا کچھ بجھا بجھا، شام بھی تھی دھواں دھواں

حیدر مچھلی شہری

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
ساماں سو برس کے ہیں کل کی خبر نہیں

حیرتؔ الہ آبادی

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

ذوقؔ

آدمی بلبلہ ہے پانی کا
کیا بھروسہ ہے زندگانی کا

عبدالرضا رضاؔ

ایک پتھر ادھر آیا ہے تو اس سوچ میں ہوں
میری اس شہر میں کس کس سے شناسائی ہے

رضی اختر شوقؔ

آ عندلیب مل کر کریں آہ وزاریاں
تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

رندؔ لکھنوی

اب جوانی کو رو رہے ہو ریاضؔ
قدر نعمت ہوئی زوال کے بعد

ریاض خیرآبادی

ایک شہنشاہ نے دولت کا سہارا لے کر
ہم غریبوں کی محبت کا اڑایا ہے مذاق

ساحرؔ لدھیانوی

آزاد بے خودی کے نشیب وفراز دیکھ
پوچھی زمین کی تو کہی آسمان کی

مولانا ابوا کلام آزادؔ

اٹھ گئیں سامنے سے کیسی کیسی صورتیں
روئیے کس کے لئے کس کس کا ماتم کیجئے

آتشؔ

آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کے لیے
بادلو ہٹ جاؤ دے دو راہ جانے کے لیے

آغا حشر کاشمیری

اِدھر دیکھ لینا، اُدھر دیکھ لینا
پھر ان کی طرف ایک نظر دیکھ لینا

آثرؔ لکھنوی

اگر بخشے زہے قسمت نہ بخشے تو شکایت کیا
سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

نواب اصغر خان اصغؔر

اقبال کا ترانہ بانگِ درا ہے گویا
ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

اقباؔل

افراد کے ہاتھوں میں اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا

علامہ اقباؔل

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

علامہ اقباؔل

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

علامہ اقباؔل

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود وایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

علامہ اقباؔل

اے اہل نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

علامہ اقبالؔ

اقبال بڑا اپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا غازی بن تو گیا کردار کا غازی بن نہ سکا

اقبالؔ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

علامہ اقبالؔ

اے جوئے آب بڑھ کے ہو دریائے تند وتیز
ساحل تجھے عطا ہو تو ساحل نہ کر قبول

علامہ اقبالؔ

آئے بھی تو ہمراہ عدو، ہائے قیامت
اک اور بھی ساتھ اپنے لگا لائے قیامت

انور دہلوی

انیسؔ دم کا بھروسہ نہیں ٹھہر جاؤ
چراغ لے کے کہاں سامنے ہوا کے چلے

انیسؔ

انسانیت کا قتل گوارا نہیں ہمیں
ہم فرق رنگ ونسل ووطن کے خلاف ہیں
عزیز بگھروی

اسی ہمدرد پر یہی قتل کا الزام آتا ہے
کہ جو مقتول کے سینے سے نیزہ کھینچ لیتا ہے
انس نبیلؔ

احباب سے کہہ دو ذرا دامن کو بچائیں
میں ڈوب رہا ہوں میرے نزدیک نہ آئیں
حفیظؔ میرٹھی

التجائیں تو کوئی سنتا نہیں
اب ذرا کچھ بے ادب ہو جائیں کیا
حفیظؔ میرٹھی

آغاز محبت میں اگر جان نہ دیتے
یہ کام کسی طرح سے انجام نہ ہوتا
نالاںؔ

ایک پتھر کی بھی تقدیر بدل سکتی ہے
شرط یہ ہے کہ سلیقہ سے تراشا جائے
منظور ندیم

اف یہ یادوں کا تسلسل یہ خیالوں کا ہجوم
چھین لی آپ نے مجھ سے میری تنہائی بھی

غنی اعجاز

اس کے دامن تلک نہ پہنچے ہم
خاک میں آپ کو ملا دیکھا

عشق

افلاس میں ادبار میں اقبال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی جو ہر حال میں خوش ہیں

نظیر اکبر آبادی

اشک آنکھوں میں کب نہیں آتا
لہو آتا ہے جب نہیں آتا

میر

اب کے جنوں میں فاصلہ شاید نہ کچھ رہے
دامن کے چاک میں اور گریباں کے چاک میں

اقبال

اصولوں پر رہے قائم، صداقت ہی رہا شیوہ
بہت کم لوگوں میں ملتے ہیں یہ اوصاف انسانی

اظہر ندوی

انسان کی خواہشوں کی کوئی انتہا نہیں
دو گز زمیں بھی چاہیے دو گز کفن کے بعد
کیفیؔ اعظمی

آ کر گرا تھا کوئی پرندہ لہو میں تر
تصویر اپنی چھوڑ گیا ہے چٹان پر
شکیبؔ جلالی

اے عمر رفتہ میں تجھے پہچانتا نہیں
اب مجھ کو بھول جا کہ بہت بے وفا ہوں میں
خلیل الرحمٰن اعظمی

ایک مدت سے تیری یاد بھی آئی نہ ہمیں
اور ہم بھول گئے ہوں تجھے ایسا بھی نہیں
فراقؔ

اتنی دیواریں اٹھی ہیں ایک گھر کے درمیاں
گھر کہیں گم ہو گیا دیوار ودر کے درمیاں
مخمورؔ سعیدی

احوال کی ہمارے تم کو تو کیا خبر ہے
گذرے ہے جس کے جی پر سو وہی جانتا ہے
سوداؔ

اسیران قفس پر ظلم تو صیاد کرتے ہیں
کہ ان کے پر کتر لیتے ہیں تب آزاد کرتے ہیں
محمد ناظر علی ناظر

انسان کو چاہیے نہ کسی پہ گراں رہے
مثل نسیم رونقِ باغ جہاں رہے
ملک نصر اللہ خاں عزیزؔ

اب بھی دلکش ہے تیرا حسن مگر کیا کیجئے
اور بھی دکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا
فیض احمد فیضؔ

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک
غالبؔ

امیر جمع ہیں احباب، حال دل کہہ لے
پھر التفات دلِ دوستاں رہے نہ رہے
امیر مینائی

آئینہ بھی یہ سمجھتا ہے کہ معشوق ہے تو
تیری تصویر کو سینے سے لگا رکھا ہے
جلیلؔ مانکپوری

انہیں اپنا نہیں سکتا مگر اتنا بھی کیا کم ہے
کہ کچھ مدت حسیں خوابوں میں کھو کر جی لیا میں نے

ساحر لدھیانوی

اجنبی لگتے ہیں ہم اپنی نظر میں خود ہی
آپ اپنے سے کوئی اتنا نہ بیگانہ بنے

وحید اختر

اب بھی اک عمر پہ جینے کا نہ انداز آیا
زندگی چھوڑ دے پیچھا میرا میں باز آیا

شاد عظیم آبادی

اپنے بارے میں بھی سوچنا چاہئے
زندگی بھر یہی سوچتے رہ گئے

سلطان اختر

اپنی بیتی جگ بیتی ہے جب سے دل نے جان لیا
ہنستے ہنستے جیون بیتا رونا دھونا بھول گیا

میرا جی

امیر شہر! آنکھیں بند کر لے
غریبی مسکرانا چاہتی ہے

طارق قمر

اب تو بستے ہیں یہاں پربھی بہت سے وحشی
اک بیاباں کی طرح شہر میں ڈر لگتا ہے

حفیظ محمود بلند شہری

اجالا ہو تو جاتا ہے کسی کا گھر جلانے سے
کسی کو بھی مگر یہ روشنی اچھی نہیں لگتی

سلاؔم فردوسی

اب بھی وقت ہے زمانے سے بغاوت کردو
ورنہ گھٹ گھٹ کے اسی ماحول میں مرجاؤ گے

اظہار مسرتؔ یزدانی

انہیں پتھروں پرچل کر اگر آسکو تو آؤ
میرے گھر کے راستے میں کہیں کہکشاں نہیں ہے

مصطفیٰ زیدی

اگر گھٹے تو بس ایک مشت خاک ہے انسان
بڑھے تو وسعتِ کونین میں سما نہ سکے

جگرؔ مرادآبادی

اس سے بڑھ کر دوست کوئی دوسرا ہوتا نہیں
سب جدا ہوجائیں لیکن غم جدا ہوتا نہیں

جگرؔ

ان کا فرض ہے وہ اہل سیاست جانیں
میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

جگؔر

اسی کا شہر وہی مدعی وہی مصنف
ہمیں یقین تھا ہمارا قصور نکلے گا

امیر قزلباش

﴿ب﴾

بدلنے والے زمانے کو خود بدلتے ہیں
زمانہ خود کو بدلتا نہیں کسی کے لیے

زکؔی زاکانی

بنائیں کیا سمجھ کر شاخِ گل پر آشیاں اپنا
چمن میں آہ کیا رہنا، جو ہو بے آبرو رہنا

اقبؔال

باطل جو صداقت سے الجھتا ہے تو الجھے
ذرّوں سے یہ خورشید چھپا ہے نہ چھپے گا

ماؔہر القادری

بھائی سے بھائی کے کچھ تقاضے بھی ہیں
صحن کے بیچ دیوار اپنی جگہ!

نواز دیوبندی

باہمہ ذوقِ آگہی ہائے رے پستی بشر
سارے جہاں کا جائزہ، اپنے جہاں سے بے خبر
جگؔر مرادآبادی

بہت حسین سہی صحبتیں گلوں کی مگر
وہ زندگی ہے جو کانٹوں کے درمیاں گزرے
جگؔر مرادآبادی

بھری بہار میں تاراجی چمن مت پوچھ
خدا کرے نہ پھر آنکھوں سے وہ سماں گزرے
جگؔر مرادآبادی

بہت چراغ نئے فکر نے جلائے ہیں
مگر خلوص ووفا کے دیے بجھائے ہیں
عامؔر عثمانی

بہت مسرور ہیں وہ چھین کر دل کا سکوں عنواؔں
ہجوم غم میں بھی مجھ کو ہنسی آئی تو کیا ہوگا
عنواؔن چشتی

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لبِ بام ابھی
اقباؔل

برس کتنے گزرے یہ کہتے ہوئے
کہ کچھ کام کر لیں گے اب کے برس
وحشتؔ کلکتوی

بدتر ہے موت سے بھی غلامی کی زندگی
مرجائیو مگر یہ گوارا نہ کیجیو
حفیظؔ میرٹھی

بے غرض پُرسش پہ بھی ہوتی ہیں اَب سرگوشیاں
اس زمانے میں خلوص واقعی بھی جرم ہے
اقبالؔ عظیم

باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو مرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے
ثاقبؔ لکھنوی

بے وجہ تو نہیں ہیں چمن کی تباہیاں
کچھ باغباں ہیں برق وشرر سے ملے ہوئے
ساغرؔ صدیقی

بس کہ دشوار ہے ہر کام آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا
غالبؔ

بدل کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ
تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

غالبؔ

باتیں ہزار سچ ہوں مگر پھر بھی احتیاط
آہستہ گفتگو، کہ زمانہ خراب ہے

لیثؔ قریشی

بشر پہلو میں دِل رکھتا ہے جب تک
اُسے دنیا کا غم کھانا پڑے گا

حاؔلی

بغض ونفرت کی ہر اک سمت گھٹا ہو پھر بھی
شمع ہر گام پہ الفت کی جلائے رکھیے

کماؔل جعفری

بات حق ہے تو پھر قبول کرو!
یہ نہ دیکھو کہ کون کہتا ہے

دوا کر راہیؔ

بہاریں کیوں چمن سے ہیں گریزاں
ذرا سوچیں یہ اَربابِ گلستاں

طاہؔر تلہری

بہت ہی کم ہیں زمانے میں وہ بشر راہیؔ
جو حق کی بات سنیں اور اسے پسند کریں
دوا کر راہیؔ

بات کرنے کا سلیقہ چاہیے
پھر جو کہنا ہے وہ کہنا چاہیے
دوا کر راہیؔ

باہر بھی ہے صحرا میرے اندر بھی ہے صحرا
آنکھوں سے عیاں حال ہے ویرانۂ دل کا
محسن احسانؔ

بہانہ ڈھونڈتے ہیں پھر کوئی ان کے منانے کا
ہم ان کی آنکھوں میں جب کوئی شکوہ دیکھ لیتے ہیں
ڈاکٹر رضوان

بڑے خلوص سے احوال پوچھنے کے لئے
گزر گئی شب فرقت تو میرے یار آئے
مصطفیٰ زیدی

بنا گلاب تو کانٹا چبھا گیا اک شخص
ہوا چراغ تو گھر ہی جلا گیا اک شخص
عبیداللہ علیم

بھلاتا لاکھ ہوں لیکن برابر یاد آتے ہیں
الٰہی! ترک الفت پر وہ کیونکر یاد آتے ہیں

حسرتؔ موہانی

بھاگ میرے سائے سے پیارے لیکن وہ دن دور نہیں
پہروں چھپ چھپ کر روئے گا سن کے مرے فسانے تو

شہرتؔ بخاری

بیتے ہوئے دنوں کی حلاوت کہاں سے لائیں
اک میٹھے میٹھے درد کی راحت کہاں سے لائیں

معین احسن جذبی

بھولے ہیں رفتہ رفتہ انہیں مدتوں میں ہم
قسطوں میں خود کشی کا مزہ ہم سے پوچھئے

خمارؔ بارہ بنکی

باغ میں لگتا نہیں ، صحرا سے گھبراتا ہے دل
اب کہاں لے جا کے بیٹھیں ایسے دیوانے کو ہم

نظیرؔ اکبرآبادی

بھری آتی ہیں آج یوں آنکھیں
جیسے دریا کہیں ابلتے ہیں

میر تقی میرؔ

پیچ حسن تعین سے ، ظاہر ہو کہ باطن ہو
یہ قید نظر کی ہے ، وہ فکر کا زنداں ہے

اصغرؔ گونڈوی

بازیچۂ اطفال ہے دنیا میرے آگے
ہوتا ہے شب وروز تماشا میرے آگے

غالبؔ

بارہا اس کے در پر جاتا ہوں
حالت اب اضطراب کی سی ہے

میرؔ

بات چاہے بے سلیقہ ہو کلیمؔ
بات کہنے کا سلیقہ چاہیے

کلیم عاجزؔ

بس اتنی سی حقیقت ہے فریبِ خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

احسان دانش

بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی
جیسی اب ہے تیری محفل ایسی تو نہ تھی

بہادر شاہ ظفرؔ

باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو میرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے
ثاقبؔ لکھنوی

بڑے شوق سے سن رہا تھا زمانہ
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے
ثاقبؔ لکھنوی

بیٹھ جاتا ہوں جہاں چھاؤں گھنی ہوتی ہے
ہائے کیا چیز غریب الوطنی ہوتی ہے
حفیظؔ جونپوری

بجا کہے جسے عالم اسے بجا سمجھو
زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو
ذوقؔ

بس اب آپ تشریف لے جائیے
جو گزرے گی مجھ پر گزر جائے گی
رندؔ لکھنوی

بیٹھے بیٹھے مجھے آیا ہے گناہوں کا خیال
آج شاید تیری رحمت نے کیا یاد مجھے
احسان دانشؔ

بہت لگتا ہے جی صحبت میں تیری
تو اپنی ذات سے اک انجمن ہے
حسرتؔ موہانی

بھری بزم میں راز کی بات کہہ دی
بڑا بے ادب ہوں سزا چاہتا ہوں
علامہ اقبالؔ

بیانِ رازِ دل کی خواہشیں اور وہ بھی ممبر پر
خبر بھی ہے یہ باتیں دار پر کہنے کی باتیں ہیں
آزادؔ انصاری

بھولے بن کر حال نہ پوچھو، بہتے ہیں اشک تو بہنے دو
جس سے بڑھے بے چینی دل کی ایسی تسلی رہنے دو
آرزوؔ لکھنوی

بھنور سے لڑو، تند لہروں سے الجھو
کہاں تک چلو گے کنارے کنارے
رضا ہمدانی

بدل گیا ہے جو اپنی حیات کا مقصد
بھٹک رہی ہے سرِ راہ زندگی کیسی
عطاؔ کاکوی

بتا اے شمع سوزاں! تیرے پروانے کہاں جاتے
اگر تجھ تک نہ جاتے ، تیرے دیوانے کہاں جاتے
شفقؔ بھاگلپوری

بھر بھر کے جام بزم میں چھلکائے جاتے ہیں
ہم ان میں ہیں جو دور سے ترسائے جاتے ہیں
ریاض خیرآبادی

بہ فیض مصلحت بھی ہوتا ہے زمانہ میں
کہ رہزن کو امیر کارواں کہنا ہی پڑتا ہے
جگناتھ آزاد

بہت جی خوش ہوا حالی سے مل کے
ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں
حالیؔ

بجھا رہے تھے کہ ان تک بھی آنچ جاتی تھی
کسی کو رنج نہ تھا میرے گھر کے جلنے کا
نوبہار صابرؔ

باطل پہ نہ جاؤ حق کو سن لو
کانٹوں کو ہٹا کر پھول چن لو
اکبرؔ الہ آبادی

باغ بہشت میں مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں
کا رجہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر

اقبالؔ

بچا لیا مجھے طوفان کی موج نے ورنہ
کنارے والے سفینہ مرا ڈبو دیتے

مجروح

بے سروپا آرزوئیں پالنے سے فائدہ
بوجھ اٹھائے پھر رہا ہوں میں بھی کیا بیکار سا

ریاض مجید

بڑی لمبی ہے جینے کی حکایت
بہت ہی مختصر ہے زندگانی

سطوتؔ عظمیٰ اقبال

بلندی دیر تک کس شخص کے حصے میں رہتی ہے
بہت اونچی عمارت ہر گھڑی خطرے میں رہتی ہے

منوررانا

﴿پ﴾

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من

اقبالؔ

پھول کی پتّی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلام نرم ونازک بے اثر
اقبالؔ

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
شاہیں کا جہاں اور ہے، کرگس کا جہاں اور
اقبالؔ

پھر بھی کانٹوں کو کب آتا ہے ہنر ہنسنے کا
عمر ہنستے ہوئے پھولوں میں گزر جاتی ہے
ابوالمجاہد زاہدؔ

پروانے آہی جائیں گے کھنچ کر بہ جبرِ عشق
محفل میں صرف شمع جلانے کی دیر ہے
ماہرؔ القادری

پروانے کی بساط ہی کیا تھی ، فنا ہوا
دیکھا تو شمع بھی نہ رہی اپنے حال میں
شادؔ عظیم آبادی

پھول بھی جو ہنستے ہیں دل دھڑکنے لگتا ہے
کھائے ہیں فریب اتنے، اب ہنسی سے ڈرتے ہیں
خمارؔ بارہ بنکوی

پروں کو کھول دے ظالم جو بند کرتا ہے
قفس کو لے کے میں اُڑ جاؤں گا کہاں صیّاد
رِندؔ لکھنوی

پھولوں کو تو سَر خوب چڑھاتا ہے زمانہ
ہے کوئی جو کانٹوں کو بھی سینے سے لگالے
حفیظؔ میرٹھی

پھر آنکھیں بھی تو وہی ہیں کہ رکھ دیکھ کر قدم
کہتا ہے کون تجھ کو نہ چل ،چل سنبھل کے چل
بہادر شاہ ظفرؔ

پناہ بھی نہ ملے گی فلک کو یاد رہے
لیا جو خاک نشینوں نے انتقام کبھی
شفیقؔ جونپوری

پکارا جب کبھی میں نے ، خوشی منہ پھیر کر بولی
کہ تیرے شہر میں انسان کا انسان دشمن ہے
شفیقؔ جونپوری

پہلے آپ اپنا دل آئینہ کیجیے
پھر کسی سے امیدِ وفا کیجیے!
تابشؔ مہدی

پرواز کی طاقت رہے صیّاد سلامت
پر نوچ بھی ڈالے گا تو ہو جائیں گے پَر اور
عارفؔ

پھول کانٹوں پہ اگر ہنستے رہیں گے راہیؔ
اِک نہ اِک روز گلستاں میں بغاوت ہوگی
دوا کر راہیؔ

'' پتّا بھی نہیں ہلتا بغیر اس کی رضا کے ''
پھر کس لیے اندیشۂ حالات کرو ہو
محمد خاں کلیمؔ

پرانے وقت میں بھی دشمنی تھی
مگر ماحول زہریلا نہیں تھا
اظہرؔ عنایتی

پھر اختتام ہے نمرود کی خدائی کا
پھر اس نے تیر چلائے ہیں آسماں کی طرف
نظرؔ زیدی

پکارتے رہے محفوظ کشتیوں والے
میں ڈوبتا ہوا دریا کے پار اتر بھی گیا
احمد فرازؔ

پھر یہ جدائیاں ہیں کیوں پھر یہ دہائیاں ہیں کیوں
عشق سے تو الگ نہیں، حسن سے میں جدا نہیں

جگرمرادآبادی

پرانے دور کی یادیں نئی قدروں پہ روتی ہیں
نہ وہ اطوار آبائی نہ وہ آداب فرزندی

جیمنی سرشار

پھر کسی یاد نے کروٹ بدلی
کوئی کانٹا سا چبھا ہے دل میں

ناصرکاظمی

ثابت ہوا ہے گردنِ مینا پہ خونِ خلق
لرزے ہے موجِ مے تری رفتار دیکھ کر

غالبؔ

پرواز کیا کرے گا پرندہ زمین سے
منقار میں حرام کا دانہ ہے آج کل

شیک احمد شکیبؔ

پڑھی نمازِ جنازہ تو آکے غیروں نے
مرے تھے جن کے لیے وہ رہے وضو کرتے

آتش لکھنوی

پاتی ہیں قومیں تجارت سے عروج
بس یہی ان کے لیے معراج ہے

اکبرؔ الہ آبادی

پھلا پھولا رہے یا رب چمن میری امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

علامہ اقبال

بھانپ ہی لیں گے اشارہ سر محفل جو کیا
تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں

لالہ مادھورام جوہرؔ

پتہ پتہ بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

میرؔ

پھرتے ہیں میرؔ خوار، کوئی پوچھتا نہیں
اس عاشقی میں عزتِ سادات بھی گئی

میرؔ

پھول بننے کی خوشی میں مسکراتی تھی کلی
کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

سراجؔ لکھنوی

پاس اس کے زیادہ جا جا کر
ہم نے توقیر اپنی خود کم کی

میر مہدی مجروحؔ

پاسباں آنکھیں ملے، انگڑائی لے آواز دے
اتنے عرصہ میں تو اپنا کام کر جاتی ہے آگ

حفیظؔ میرٹھی

پا بہ گل ہیں سب،رہائی کی کرے تدبیر کون
دست بستہ شہر میں کھولے میری زنجیر کون

پروین شاکر

پھر چلی باد بہاری پھر ہوئی صبح جنوں
پھر وہی کوئے ملامت پھر وہی رسوائیاں

کیفؔ عظیم آبادی

پیری میں ولولے وہ کہاں ہیں شباب کے
اک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے

منشی خوش وقت علی خورشیدؔ

پیاس ہونٹوں پر لیے بیٹھا ہوں ساحل پر مگر
ضد پہ آجاؤں تو کوزے میں سمندر دیکھنا

ظفر کلیم

پریشاں اہل ساحل ہوں نہ میرے ڈوب جانے سے
کہ میں نے سینکڑوں طوفان روکے اس بہانے سے

فطرتؔ سرمدی

پل میں ہزار رنگ بدلتی ہے زندگی
کیسے سمجھ میں آئے بھلا زندگی کا رنگ

دلدار ہاشمی

﴿ ت ﴾

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

مومنؔ

تارا ٹوٹتے دیکھا سب نے ، یہ نہیں دیکھا ایک نے بھی
کس کی آنکھ سے آنسو ٹپکا، کس کا سہارا ٹوٹا ہے

آرزوؔ لکھنوی

تجھے اپنے غم سے مطلب، مجھے غم ہے دوسرں کا
ترے سامنے نشیمن، مرے سامنے چمن ہے

ماہرؔ القادری

تمناؤں میں الجھایا گیا ہوں
کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں

شادؔ عظیم آبادی

تو اِسے پیمانہ امروز وفردا سے نہ ناپ
جاوداں، پیہم دواں، ہر دم جواں ہے زندگی
اقبالؔ

تری بندہ پروری سے میرے دن گزر رہے ہیں
نہ گلہ ہے دوستوں کا، نہ شکایتِ زمانہ
اقبالؔ

تری خوشی سے اگر غم میں بھی خوش نہ ہوئی
یہ زندگی تو محبت کی زندگی نہ ہوئی !
جگرؔ مرادآبادی

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے
محمد علی جوہرؔ

تھا جو نا خوب، بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر
اقبالؔ

تقدیر کے پابند نباتات وجمادات
مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند
اقبالؔ

تیرگیٔ جہل میں جس نے جلائے تھے چراغ
اب کہاں وہ آدمی ہے اور وہ شانِ زندگی
دوا کرراہیؔ

تنقید صرف غیروں پہ کرنا بجا نہیں
یہ آئینہ بھی آپ ذرا دیکھتے چلیں
تاباںؔ جونپوری

تقریر سے ممکن ہے نہ تحریر سے ممکن
وہ کام جو انسان کا کردار کرے ہے
حفیظؔ میرٹھی

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا!
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے
اقبالؔ

تو سامنے نہیں ہے نہ ہو، رہبر حیات
لیکن تری بتائی ہوئی رہ گزر تو ہے
دوا کرراہیؔ

تم کو ہے فکرِ تن آسانی آثرؔ
زندگی قربانیوں کا نام ہے
آثرؔ لکھنوی

تڑپ کے شانِ کریمی نے لے لیا بوسہ
کہا جو سر کو جھکاکر ''گناہ گار ہوں میں''

اقبالؔ

تسخیر مہر وماہ مبارک تجھے مگر
دل میں اگر نہیں، تو کہیں روشنی نہیں

جگرؔ مرادآبادی

تمام عمر اسی سوچ میں گنوا بیٹھا
کہ زندگی جو ملی ہے تو کوئی کام کروں

ابوالمجاہد زاہدؔ

تیر باقی ہیں کیا ترکشوں میں ابھی
جو ہمیں زندگی کی دعا دی گئی

عزیزؔ بگھروی

تاریخ اپنے آپ کو دہرائے گی ضرور
ظالم ترا سلوک، ترے روبرو نہ آئے

شادؔ عارفی

تفریق مِلَل حکمتِ افرنگ کا مقصود
اسلام کا مقصود فقط ملت آدم

اقبالؔ

تو طیراً ابابیل سے ہر گز نہیں کمزور
بیچارگی پہ اپنی نہ جا، شانِ خدا دیکھ
محمد علی جوہر

تو بچا بچا کے نہ رکھ اِسے ، ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ ہو تو عزیز ہے نگاہِ آئینہ ساز میں
اقبال

تم نے ہنستے مجھے دیکھا ہے ، تمہیں کیا معلوم
کرنی پڑتی ہے ادا کتنی ہنسی کی قیمت
رئیس رامپوری

تم کو ہمارے حال کی ہے جس قدر خبر
اتنی ہمارے حال کی ہم کو خبر نہیں!
ملک نصر اللہ خاں عزیز

تم پوچھو اور میں نہ بتاؤں ، ایسے تو حالات نہیں
ایک ذرا سا دل ٹوٹا ہے ، اور تو کوئی بات نہیں
قتیل شفائی

تبصرہ کیا پوچھتے ہو آج کے حالات پر
آج سر اپنا ہتھیلی پر لیے پھر تا ہوں میں
جگن ناتھ آزاد

تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار ،وہ کردار، تو ثابت وہ سیارہ

اقبالؔ

تالاب تو برسات میں ہو جاتے ہیں کم ظرف
باہر کبھی آپے سے سمندر نہیں ہوتا

اعجازؔ رحمانی

تیری آنکھیں ، تیری زلفیں ، تیرے آبرو، تیرے لب
اب بھی مشہور ہیں دنیا میں مثالوں کی طرح

جاں نثار اخترؔ

تو کہاں تھا، چاندنی آئی ، بہاریں آئیں، آنکھیں وار ہیں
چھان مارے ہم نے یادوں کے نگر جتنے بھی تھے

جعفرؔ شیرازی

تیری نگاہ مست سے، مجھ پہ یہ راز کھل گیا
اور بھی گردشیں ہیں کچھ، گردش جام کے سوا

حفیظؔ ہوشیار پوری

تو نے کہا نہیں تھا میں کشتی پہ بوجھ ہوں
آنکھوں کو اب نہ ڈھانپ مجھے ڈوبتا بھی دیکھ

شکیبؔ جلالی

تیری یاد کا ابر آنکھوں میں ٹھہرا
مگر دل کے آنگن میں برسا بہت ہے
محسنؔ بھوپالی

تخت خالی ہی رہا دل کا ہمیشہ ساجدؔ
اس ریاست کا تو کوئی بھی نہ والی نکلا
اقبال ساجدؔ

تیرے ہی دل میں کدورت کچھ ہو تو ہو ورنہ
خدا گواہ ہے یہاں سب طرح صفائی ہے
بیتابؔ

ترا وجود ہی سب سے بڑی حقیقت ہے
تجھے بھلا نہیں سکتا، یہی محبت ہے
احمد مشتاق

توجہ کر! کہ ہم کیا ہو گئے ہیں
محبت کر کے رسوا ہو گئے ہیں
عبدالحمید عدمؔ

تیری فرقت میں کوئی مونس وہمدم نہ رہا
اک شب غم ہے جو تنہا میرے گھر ہوتی ہے
قمرؔ جلالوی

تم زمانے کے ہو ہمارے سوا
ہم کسی کے نہیں، تمہارے سوا
شکیلؔ بدایونی

تمہاری یاد کے جب زخم بھرنے لگتے ہیں
کسی بہانے تمہیں یاد کرنے لگتے ہیں
فیض احمد فیضؔ

تری یادوں کا لشکر رات بھر سونے نہیں دیتا
غضب کا بوجھ پلکوں پر لئے ہر صبح آتی ہے
اعجازؔ انصاری

تبسم، ناز، انداز تکلم، شوخی و مستی
کسی کی یاد میں گم ہو کے کیا کیا دیکھ لیتے ہیں
ڈاکٹر رضوان

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں
محمد علی جوہرؔ

تھا ارادہ تری فریاد کریں حاکم سے
وہ بھی کمبخت ترا چاہنے والا نکلا
نظیرؔ اکبرآبادی

تھام لے موت کا دامن ، کہ رہِ مقصد سے
زندگی مشورہ دیتی ہے بھٹک جانے کا

الطافؔ

تم تکلف کو بھی اخلاص سمجھتے ہو فراز
دوست ہوتا نہیں ہر ہاتھ ملانے والا

احمد فراز

تقدیر کے قاضی کا یہ فتوی ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

علامہ اقبالؔ

تو رہ نوردِ شوق ہے منزل نہ کر قبول
لیلٰی بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول

علامہ اقبال

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں

محمد علی جوہرؔ

تمہاری محبت تمہاری عداوت
کسے یاد رکھیں کسے بھول جائیں

حبیب سیوہاروی

تیری محفل سے اٹھاتا غیر مجھ کو کیا مجال
دیکھتا تھا میں کہ تو نے بھی اشارہ کر دیا
حسرتؔ موہانی

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں
دردؔ

تعارف روگ ہو جائے تو اس کو بھولنا بہتر
تعلق بوجھ بن جائے تو اس کو توڑنا اچھا
ساحرؔ لدھیانوی

تنگ دستی اگر نہ ہو سالک
تندرستی ہزار نعمت ہے
سالکؔ دہلوی

تم اگر چاہتے ہو ملک کی خیر
نہ کسی ہم وطن کو سمجھو غیر
ہو مسلمان یا کہ ہو ہندو
بودھ مذہب ہو یا کہ ہو برہمو
یہ سمجھو آنکھوں کی پتلیاں سب کو
جوشؔ ملیح آبادی

تعلقات جہاں کی خبر نہیں رکھتا
ہزار شکر کہ میں دردِ سر نہیں رکھتا
جوششؔ عظیم آبادی

تو اس قدر مجھے اپنے قریب لگتا ہے
تجھے الگ سے جو سوچوں عجیب لگتا ہے
جاں نثار اختر

تمنا درد دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
علامہ اقبالؔ

تجھے سنگ دل یہ پتہ ہے کیا کہ دکھے دلوں کی صدا ہے کیا
کبھی چوٹ تو نے کھائی ہے کبھی تیرا دل بھی دکھا ہے کیا
کلیم عاجزؔ

تیرے دل، تیری طلب، تیری ضرورت کے لیے
آسمان سے توڑ کر، تارے بھی لا سکتا ہوں
منیرؔ الہ آبادی

﴿ٹ﴾

ٹوٹے ہوئے مَرقد بھی ذرا دیکھ لے چل کے
تنہائی میں نقشے نہ بنا تاج محل کے
یونس نشاطؔ

ٹھوکر سے میرا پاؤں تو زخمی ہوا ضرور
رستے میں جو کھڑا تھا وہ کہسار ہٹ گیا

شکیبؔ جلالی

ٹھوکریں کھا کے کہیں بیٹھ نہ جانا راہیؔ
راہ کچھ اور ہے، منزل کا تصور کچھ اور

راہیؔ

ٹوٹ کر دل تو بنا بزمِ جہاں کی زینت
توڑنے والے ترے ہاتھ بھلا کیا آیا

زکیؔ زاکانی

ٹھانی تھی دل میں اب نہ ملیں گے کسی سے ہم
پر کیا کریں کہ ہوگئے ناچار جی سے ہم

مومنؔ

ٹھوکر ہی سے تو ملتا ہے سراغِ منزل
ظلمتوں سے ہی نمودار سحر ہوتی ہے

ماہرؔ القادری

ٹوٹ جاتے ہیں سب الفاظ ومعانی کے طلسم
بے زبانی میں عجب قوت گویائی ہے

شاعرؔ لکھنوی

ٹوٹے ہیں شیشہ ہائے دل اتنے کہ اہل درد
رکھتے ہیں پاؤں خاک پہ سو بار دیکھ کر

غالبؔ

ٹوٹا طلسم عہد محبت کچھ اس طرح
پھر آرزؤں کی شمع فروزاں نہ کر سکے

ساحرؔلدھیانوی

ٹوٹا تو ہوں مگر ابھی بکھرا نہیں فرازؔ
میرے بدن پہ جیسے شکستوں کا جال ہو

احمد فرازؔ

ٹپکتے رہے میری آنکھوں سے آنسو
ستارے مگر رات بھر مسکرائے

غبار بھٹی

﴿ث﴾

ثبات بحرِ جہاں میں نہیں کسی کو امیرؔ
اِدھر نمود ہوا اور اُدھر حَباب نہ تھا

امیرؔ مینائی

ثبوتِ عظمتِ انسانیت ہیں
محمد مصطفٰے انسانِ کامِلؐ

حفیظؔ میرٹھی

ثاقب میں کس امید پہ دنیا میں اب جیوں
جتنے تھے زندگی کے سہارے چلے گئے
ثاقب کانپوری

ثابت قدم جو شاہ رَہِ زندگی میں ہے
در اصل کامیاب وہی رہروی میں ہے
احقر

ثاقب تمہیں خبر نہیں وقت عمل ہے یہ
اب سعیِ رائیگاں کا زمانہ گذر گیا
ثاقب کانپوری

ثباتِ زندگی ایمانِ محکم سے ہے دنیا میں
کہ المانی سے بھی پائندہ تر نکلا ہے تورانی
اقبال

ثنا زباں پہ مگر دل میں نفرتیں پنہاں
خطا معاف! یہ دھوکا ہے دوستی تو نہیں
آثر لکھنوی

ثابت ہوا ہے گردن مینا پہ خون خلق
لرزے ہے موجِ مے تری رفتار دیکھ کر
غالب

ثابت قدم رہوں کہ تلاطم کا ساتھ دوں
ساحل کے رخ تو لا نہ سکوں گا ہوا کو میں
حفیظؔ جالندھری

﴿ج﴾

جو دل پہ گزرے کھینچے اس کی صفحہ پر تصویر
قلم اٹھے نہ مبارک خیال بندی پر
مبارکؔ عظیم آبادی

جن کو مٹا سکے نہ کوئی دورِ انقلاب
کچھ ایسے نقش بھی تو بناتے ہوئے چلو
ماہرؔ القادری

جس میں نہ ہو انقلاب ، موت ہے وہ زندگی
روحِ امم کی حیات، کشمکش انقلاب
اقبالؔ

جہلِ خرد نے دن یہ دکھائے
گھٹ گئے انساں، بڑھ گئے سائے
جگرؔ مرادآبادی

جسے ہوائے زمانہ کبھی بجھا نہ سکے
قدم قدم پہ وہ اک شمع راہ پیدا کر
جگرؔ مرادآبادی

جنہیں بھی تول کے دیکھا عمل کے میزان میں
کُھلا یہ حال کہ انساں نہیں ہیں سائے ہیں

عاؔمر عثمانی

جوانو! یہ صدائیں آرہی ہیں آبشاروں سے
چٹانیں چور ہوجائیں ، جو ہوعزمِ سفر پیدا

سہیؔل زیدی

جن کو ہم سمجھا کیے ابرِ بہار
وہ بگولے کتنے گلشن کھا گئے

احمؔد ندیم قاسمی

جو اعتماد کو اک بار ٹھیس پہنچادے
اُس آدمی کا دوبارہ نہ اعتماد کرو

دوا کرراہیؔ

جو سچ پوچھو تو وہ ساعت بڑی دشوار ہوتی ہے
اصولوں سے غرض جب برسرپیکار ہوتی ہے

دوا کرراہیؔ

جب کبھی اٹھے گا پھولوں کی حفاظت کا سوال
یاد کرکے باغباں کانٹوں کو روئے گا ضرور

ادریس ضیاؔء

جہاں اُن کی یورشیں ہیں وہیں آشیاں بنے گا
کوئی جا کے بجلیوں کو مرا فیصلہ سنا دے

فرازؔ سلطانپوری

جس شخص میں بھی جرأت ِ اظہار نہیں ہے
وہ سب ہے ، مگر صاحبِ کردار نہیں ہے

تابشؔ مہدی

جن کی راہوں میں سدا میں نے بچھائیں آنکھیں
ان کی آنکھوں میں کھٹکتا ہوں میں کنکر کی طرح

جمالؔ قریشی

جو غم میں گھبرا رہے ہیں شاعرؔ کوئی یہ اے کاش ان سے پوچھے
اگر سمجھنا ہے زندگی کو ، تو زندگی سے فرار کیوں ہے

شاعرؔ لکھنوی

جلال بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہودیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اقبالؔ

جاگ اٹھتے ہیں دو جہاں شاعرؔ
جاگتا ہے جب آدمی کا ضمیر

شاعرؔ لکھنوی

جب تلک چہرے پر غم کی گرد کا غازہ نہ تھا
زندگی کتنی حسیں ہے ، اس کا اندازہ نہ تھا

عرفاؔن بنارسی

جو بھی حق ہے اسے بے خوف وخطر کہتا ہوں
مصلحت کہتی ہے خاموش، مگر کہتا ہوں

دوا کرراہیؔ

جس کو دنیا کی حقیقت کا پتا ہوتا ہے
اس کے جینے کا سلیقہ ہی جدا ہوتا ہے

بیدلؔ سرحدی

جنہیں دن رات فکر آشیاں ہے
کریں گے کیا وہ تعمیرِ گلستاں

طاہرؔ تلہری

جو حق کا پیامی، وہی باطل کا نگہبان
دنیا کی دورنگی کا سماں دیکھ رہا ہوں

جوہرؔ گورکھپوری

جب سے در ترا چھوٹا، مجھ سے کھو گئی منزل
پھر رہا ہوں بے مقصد، جیسے برگِ آوارہ

حلیمؔ انصاری

جس کا کوئی جواب نہ ہو وہ جواب دوں
سوچا یہ ہے کہ سب کی سنوں اور چپ رہوں
رئیس رامپوری

جب کسی نے کہیں پونچھے ہیں کسی کے آنسو
آگئے ہیں مری آنکھوں میں خوشی کے آنسو
رئیس رامپوری

جس شجر کو پھلوں سے نوازا گیا
اس کی قسمت میں لکھے ہیں پتھر بہت
عزیز بگھروی

جب میں کہتا ہوں کہ یا اللہ میرا حال دیکھ
حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامۂ اعمال دیکھ
اکبرالہ آبادی

جس کا عمل ہے بے غرض ، اس کی جزا کچھ اور ہے
حور وخیام سے گزر، بادہ وجام سے گزر
اقبال

جاگے ہوؤں کو گرمیٔ رفتار بخش دو
سوتے مسافروں کو جگاتے ہوئے چلو
ماہرالقادری

جو کسی کے قلب کو زخمی کرے
ہنسنے والے وہ ہنسی اچھی نہیں

فداؔ مانکپوری

جب تک گئے تو راستے مسدود ہو گئے
جب اٹھ گئے قدم تو ہمیں راستہ ملا

دوا کرراہیؔ

جب تک نہ ہو بہار میں سارا چمن شریک
اس وقت تک گلوں پہ تبسم حرام ہے

قمرؔ لکھنوی

جلانے والے جلاتے ہی ہیں چراغ آخر
یہ کیا کہا کہ ہوا تیز ہے زمانے کی

جمیلؔ مظہری

جینا ہے تو دکھ بھی ہیں سکھ بھی ، رونا بھی ہے ہنسنا بھی ہے
بین ایک ہی ہوتی ہے جس پر سب راگ بجائے جاتے ہیں!

آرزوؔ لکھنوی

جو زمیں پر مہ وانجم ہیں نہیں ان پر نظر
آسماں پر یہ کسے ڈھونڈ رہی ہے دنیا

عبدالمتین نیازؔ

جلانے کے لیے ہستی کو اپنی
حسد کی ایک چنگاری بہت ہے
مختار نسیم

جھوٹ اور لوبھ کے اس سنسار میں ، سچائی کی قیمت کیا ہے
جس نے حق کی بات کہی ، برسائے گئے اس پر پتھر
طاہر تلہری

جو طوفاں میں پلتے جا رہے ہیں
وہی دنیا بدلتے جا رہے ہیں
جگر مرادآبادی

جب ترا حکم ملا ترک محبت کر دی
دل مگر اس پر وہ دھڑکا کہ قیامت کردی
احمد ندیم قاسمی

جفا شعار سے محسن کوئی یہ جاکے کہے
جو عشق کرتا ہے وہ غم بھی کھانا جانتا ہے
محسن بھوپالی

جانتا ہوں ایک ایسے شخص کو میں بھی منیر
غم سے پتھر ہو گیا لیکن کبھی رویا نہیں
منیر نیازی

جو مرے دکھوں میں شریک تھا جسے غم بھی میرا عزیز تھا
میں جو خوش ہوا تو پتہ چلا وہ مری خوشی کے خلاف تھا

نواز دیوبندی

جدا کسی سے کسی کا غرض حبیب نہ ہو
یہ داغ وہ ہے کہ دشمن کو بھی نصیب نہ ہو

نظیر اکبر آبادی

جو لوگ ہوا کے ساتھی ہیں وہ اپنے خدا کے باغی ہیں
اس جرم بغاوت سے بڑھ کر ایمان کا نقصاں کیا ہوگا

ماؔہر القادری

جب بھی حالات کے شعلوں میں گھرا ہوں بیتاب
آہی پہنچا ہے کوئی پھول سا چہرہ لے کر

سلیم بیتاؔب

جاگ اٹھا میری انا کے زخم سے میرا شعور
مجھ کو اپنی لغزشوں کے دکھ سے دانائی ملی

خاطؔر غزنوی

جانے اس کے جی میں کیا آئی کہ پوچھا میرا حال
یوں لگا مجھ کو کہ پتھر کا صنم گویا ہوا

شہزاد احمد

جب رات گئے کوئی کرن میرے برابر
چپ چاپ سے سو جائے تو لگتا ہے کہ تم ہو
جاں نثار اختؔر

جگ سونا ہے تیرے بغیر آنکھوں کا کیا حال ہوا
جب بھی دنیا بستی تھی اب بھی دنیا بستی ہے
فانؔی بدایونی

جاتے ہو ، خدا حافظ پر اتنی گزارش ہے
جب یاد ہم آجائیں ملنے کی دعا کرنا
جلیؔل مانک پوری

جس طرف بھی چل پڑے ہم آبلہ پایان شوق
خار سے گل اور گل سے گلستاں بنتا گیا
مجروؔح سلطان پوری

جوش جنوں سے کچھ نظر آتا نہیں اسد
صحرا ہماری آنکھ میں اک مشت خاک ہے
غالؔب

جن کو اپنی نہیں خبر اب تک
وہ مرے دل کا حال کیا جانیں
داؔغ دہلوی

جن کو مٹا نہ سکے کوئی دورِ انقلاب
کچھ ایسے نقش بھی بنائے ہوئے چلو
ماؔہرالقادری

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا
غاؔلب

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آہی گیا
جگؔرمرادآبادی

جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سایے تلے
حشر تک سوتا رہے گا خاک کے سائے تک
آغاحشرکاشمیری

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے
علامہ اقباؔل

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو
اقباؔل

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگِ ملت، ننگِ دین، ننگِ وطن

اقبالؔ

جو آکے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا
جو جاکے نہ آئے وہ جوانی دیکھی

انیسؔ

جادو ہے یا طلسم تمہاری زبان میں
تم جھوٹ کہہ رہے تھے مجھے اعتبار تھا

بےخود دہلوی

جگنو کو دن کے وقت پرکھنے کی ضد کریں
بچے ہمارے عہد کے چالاک ہو گئے

پروین شاکر

جلیل آساں نہیں آباد کرنا گھر محبت کا
یہ کام ان کا کام ہے جو زندگی برباد کرتے ہیں

جلیلؔ مانک پوری

جس عہد میں لٹ جائے فقیروں کی کمائی
اس عہد کے سلطان سے کچھ بھول ہوئی ہے

ساغرؔ صدیقی

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہوجائے وہ لوگ
آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں مگر ایسے بھی ہیں

سرورؔ بارہ بنکوی

جس طرح چاہے کرم فرمائیے
دل میں رہیے درد بنتے جائیے

سید آل رضا

جہاں تلک بھی یہ صحرا دکھائی دیتا ہے
میری طرح سے اکیلا دکھائی دیتا ہے

شکیب جلالی

جنازہ روک کر میرا وہ اس انداز سے بولے
گلی ہم نے کہی تھی تم تو دنیا چھوڑے جاتے ہو

صفیؔ لکھنوی

جو ٹھوکر ہی نہیں کھاتے وہ سب کچھ ہیں مگر ، واعظ
وہ، جس کو دستِ رحمت خود سنبھالے اور ہوتے ہیں

ہری چند اخترؔ

جستجو مجھ کو لگا لائی یہ کس منزل پر
اب یقین کی وہی صورت ہے گماں ہو جیسے

بہاء الدین کلیمؔ

جب کشتی ثابت وسالم تھی ، ساحل کی تمنا کس کو تھی
اب ایسی شکستہ کشتی پر ساحل کی تمنا کون کرے

معین احسن جذبی

جسے کبھی سر ممبر نہ کہہ سکا واعظ
وہ بات اہل جنوں زیر دار کہتے ہیں

آزاد انصاری

جل گیا دل اپنی آہوں کے شرر سے اے جنوں
یک بیک شعلہ سا بھڑکا اور بھڑک کر رہ گیا

جمیلہ عظیم آبادی

جانے ہمیں پالا تھا کن رنگین بہاروں نے
کہ پامالِ خزاں ہو کر بھی کچھ رنگ وبو باقی

ہاشم عظیم آبادی

جس کو پامال کیا بادِ حوادث تو نے
یہی غنچہ کبھی کھلتا تو گلستاں ہوتا

جوہر

جس نے کچھ احساں کیا ،اک بوجھ ہم پر رکھ دیا
سر سے تنکا کیا اتارا، سر پر چھپر رکھ دیا

جلال

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے

غالبؔ

جو آگ لگائی تھی تم نے اس کو تو بجھا یااشکوں نے
جو اشکوں نے بھڑکائی ہے اس آگ کو ٹھنڈا کون کرے

معین احسن جذبی

جلا ہے شہر تو کیا کچھ نہ کچھ تو ہے محفوظ
کہیں ہے راکھ کہیں روشنی سلامت ہے

فضا ابن فیضی

جُو رُکے تو کوہ گراں تھے ہم ، جو چلے تو جان سے گزر گئے
رہِ یار ہم نے قدم قدم تجھے یاد گار بنا دیا

فیض

جدھر اندھیرا ہے ، تنہائی ہے، اداسی ہے
سفر کی ہم نے وہی سمت کیوں مقرر کی ہے

شہریار

جو حوصلہ ہو تو ہلکی ہے دوپہر کی دھوپ
تنک مزاجوں کو لگتی ہے لو قمر کی دھوپ

ظہیر صدیقی

جو بھی کہنا وہاں میری زبانی کہنا
لوگ کچھ بھی کہیں تم آگ کو پانی کہنا
شمیم فاروقی

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر گوشہ گندم کو جلا دو
اقبالؔ

جیتے جی قدر بشر کی نہیں ہوتی پیارے
یاد آوے گی تجھے میری وفا میرے بعد
مرزا محمد تقی ہوسؔ

جس سے ملتی ہو تعصب کے شراروں کو ہوا
ایسا نغمہ سرِ محفل نہ سنایا جائے
دلیرؔ پونوی

جن کے آنگن میں امیری کا شجر لگتا ہے
ان کا ہر عیب زمانے کو ہنر لگتا ہے
انجم رہبرؔ

جان کر منجملۂ خاصانِ میخانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ مجھے
جگرؔ مرادآبادی

﴿ چ ﴾

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موجِ حوادث سے
اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہو جائے

اصغرؔ گونڈوی

چلے ہیں غم کے مٹانے کو سوئے میخانہ
یہ خود کشی کے ارادے ، یہ زندگی سے گریز

ماہرؔ القادری

چھپ کر ہوا کے جھونکھوں میں آتی ہیں بجلیاں
ناطقؔ چمن یہ رہنے کے قابل نہیں رہا

ناطقؔ لکھنوی

چمن میں دیکھیے اب کس کی جیت ہوتی ہے
ہیں پھول ایک طرف اور خار ایک طرف

ابوالمجاہد زاہدؔ

چمن میں رکھتے ہیں کانٹے بھی اک مقام اے دوست!
فقط گلوں سے ہی گلشن کی آبرو ' تو نہیں !

امیدؔ ڈبائیوی

چاک دل پہلے ہو لیے غنچے
جب کہیں جاکے پھول کہلائے

ماہرؔ القادری

چھوٹوں سے یوں بڑوں کو تکبر نہ چاہیے
جھک کر ملے زمیں سے اگر آسماں ملے
حفیظ میرٹھی

چٹکیاں لیتی ہے فطرت ، چیخ اٹھتا ہے ضمیر
کوئی کتنا ہی حقیقت سے گریزاں کیوں نہ ہو
ماہر القادری

چہرہ اداس، آنکھوں میں آنسو ، لبوں پہ آہ
سب رنگ پھیکے پڑ گئے ، دل ٹوٹنے کے بعد
سراج لکھنوی

چوکھٹے قبر کے خالی ہیں ، اِسے مت بھولو
جانے کب کون سی تصویر لگا دی جائے
احسان دانش

چپ رہنا تو ہے ظلم کی تائید میں شامل
حق بات کہو، جرأتِ اظہار نہ بیچو!
عزیز بگھروی

چمن کی آن ، بس اُس پیڑ سے ہے
جسے آندھی میں بھی جھکنا نہ آیا
ممتاز ہاشمی

چہرہ چہرہ دیکھ لے گا اپنے اپنے خد وخال
ایک دن ہر آدمی کو آئینہ مل جائے گا !

عزیزؔ بگھروی

چھین لیتے ہیں جو غنچوں سے تبسم کا نمو
گل فروش ان کو کہو، باغ کا مالی نہ کہو

ظہیرؔ تاج

چوٹ پڑی ہے دل پر تو ، آہ لبوں تک آئی ہے
یوں ہی چھن سے بول اٹھنا تو شیشے کا دستور نہیں

عندلیبؔ شادانی

چیونٹیوں میں اتحاد اور مکھیوں میں اتفاق
آدمی کا آدمی دشمن، خدا کی شان ہے

حالیؔ

چمن ہے جب تو شادابی کا حق ہے ڈالی ڈالی کو
جلا ڈالوں گا گلشن کو جو کوئی شاخ مرجھائی

شفیقؔ جونپوری

چہرہ خود اک کتاب ہے راہیؔ
کوئی پڑھ پائے یا نہ پڑھ پائے

دوا کر راہیؔ

چمن کے وہ خود پرست مالی جنہیں خزاں راس آگئی ہے
وہ کس لیے آرزو کریں گے ، چمن میں فصلِ بہار آئے

عامرؔ عثمانی

چمن والوں کے عزمِ مستقل کا امتحاں کب تک
گریں گی آشیانوں پر ستم کی بجلیاں کب تک

جلیلؔ فتحپوری

چراغاں کر رہے ہو اپنے گھر میں
اندھیرا تو پسِ دیوار بھی ہے

اخترؔ رضوی

چہرہ لہو لہو تو بدن چور چور تھا
خود دار آدمی تھا، فقط یہ قصور تھا

سریشؔ چندوسوی

چلو چل کے دیکھیں عمل زندگی کا
بہت ہو گئیں اب کتابوں کی باتیں

رازؔ

چند کلیاں نشاط کی چن کر مدتوں محو یاس رہتا ہوں
تیرا ملنا خوشی کی بات سہی تجھ سے مل کر اداس رہتا ہوں

ساحرؔ لدھیانوی

چوم لیتے ہیں وہ کانٹوں کے بھی ہونٹ
جن کو پھولوں کی لگن ہوتی ہے

شیر افضل جعفری

چار دن کی ہے یہ دنیا تو ضروری ہے میاں
ایک انسان سے انسان ٹھکانے سے ملے

کیفؔ بھوپالی

چلتے چلتے کوئی ٹھوکر ہی لگا دیتے ہیں
لوگ پتھر کو بھی جینے کی سزا دیتے ہیں

حسن عابدی

چمن کے مالی اگر بنا لیں موافق اپنا شعار اب بھی
چمن میں آسکتی ہے پلٹ کر چمن کی روٹھی بہار اب بھی

جگرؔ مرادآبادی

چلے چلیے کہ چلنا ہی دلیل کامرانی ہے
جو تھک کر بیٹھ جاتے ہیں وہ منزل پا نہیں سکتے

حفیظؔ بنارسی

چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوجِ ثریا پہ مقیم
پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلب سلیم

اقبالؔ

چوری کہیں کھلے نہ نسیم بہار کی
خوشبو اڑا کے لائی ہے گیسوئے یار کی
آغا حشر کاشمیری

چمن راز محبت میں خموشی موت ہے بلبل
یہاں کی زندگی پابندیِ رسمِ فغاں تک ہے
اقبالؔ

چمن لئے اوروں نے گلہائے مراد
رہ گئے دامن ہی پھیلانے میں ہم
کلیم عاجزؔ

چراغِ طور جلاؤ، بڑا اندھیرا ہے
ذرا نقاب اٹھاؤ، بڑا اندھیرا ہے
ساغرؔ صدیقی

چل ساتھ کہ حسرت دلِ مرحوم سے نکلے
عاشق کا جنازہ ہے ، ذرا دھوم سے نکلے
فدویؔ عظیم آبادی

چھایا ہے جب سے تو نظروں میں میری
جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے
نصیرالدین حیدرؔ

چنگ ٹوٹا مگر آہنگ نہ ٹوٹا اپنا
ہم وہ شعلے ہیں جو بجھ کر بھی دماغوں میں جلیں

احمد ندیم قاسمی

چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن
ہماری جیب کو اب حاجت رفو کیا ہے

غالبؔ

چراغ زیست بجھا ، دل سے اک دھواں نکلا
لگا کے آگ، میرے گھر سے مہمان نکلا

یگانہؔ

چھپا کے رکھ دیا پھر آگہی کے شیشے کو
اس آئینے میں چہرے بگڑتے جاتے ہیں

کشور ناہید

چلو اچھا ہوا کام آگئی دیوانگی اپنی
وگر نہ ہم زمانے بھر کو سمجھانے کہاں جاتے

قتیلؔ شفائی

چہرہ چہرہ منقسم ہے ذات کی صحراؤں میں
کون ملتا ہے یہاں ہم سے سمندر کی طرح

حکیم رازی ادیبی

﴿ح﴾

حیات لے کے چلو، کائنات لے کے چلو
چلو تو سارے زمانے کو ساتھ لے کے چلو
مخدوم محی الدین

حیات جس کی امانت تھی اس کو لوٹا دی
میں آج چین سے سوتا ہوں پاؤں پھیلا کر
حفیظ میرٹھی

حل ہوئے ہیں مسئلے شبنم مزاجی سے مگر
گتھیاں ایسی بھی ہیں کچھ جن کو سلجھاتی ہے آگ
حفیظ میرٹھی

حادثوں کا کیا ہے یہ تو زندگی کے ساتھ ہیں
ایک سے بچ کر چلوگے، دوسرا مل جائے گا
عزیز بگھروی

حوصلے شل، فکر کو بے دست وپا سا کر گیا
ہر سہارا آکے مجھ کو بے سہارا کر گیا
عزیز بگھروی

حادثاتِ زندگی میں ہے پیام زندگی
برق سے کھیلیں گے ، طوفانوں سے ٹکرائیں گے ہم
جلیل فتحپوری

حق بات پہ تعزیریں کچھ آج نہیں کوثرؔ
بے درد زمانے کی یہ رِیت پرانی ہے

کوثرؔ نیازی

حق بات سرِ بزم بھی کہنے میں تأمُّل
حق بات سرِدار کہو، سوچتے کیا ہو؟

دِوا کرراہیؔ

حیات سعیِ مسلسل کا نام ہے اے دوست
دل ونگاہ کی آسودگی میں کچھ بھی نہیں !

ماہرؔ القادری

حدودِ کفر سے ایماں بچا کے لائے ہیں
بغیر اس کے جو کچھ تھا وہ سب لٹا آئے

نعیمؔ صدیقی

حال ِدل کس کو سنائیں حیرتؔ
سننے والا بھی کہیں ہے کوئی؟

حیرتؔ شملوی

حوصلے اور بڑھے، اور بڑھے، اور بڑھے
جبر سے دب نہ سکے طوق وسلاسل والے

دوا کرراہیؔ

حق وانصاف کی بے خوف حمایت کی ہے
یہ بغاوت ہے ؟ تو ہاں ہم نے بغاوت کی ہے

دوا کرراہی

حادثاتِ وقت ہم سے کر رہے ہیں اک سوال
کس گھڑی ظرفِ بشر کا امتحاں ہوتا نہیں

حسرتؔ بھٹکلی

حریفِ گردشِ دوراں بنا دیا ہے مجھے
تباہیوں نے عجب حوصلہ دیا ہے مجھے

شاعرؔ لکھنوی

حیرت کے غمکدے میں خوشی کا گزر کہاں
تم آگئے تو رونق کاشانہ ہو گئی

حیرتؔ شملوی

حناؔ جس کے لئے تم نے بہائے بے شمار آنسو
شناساؤں میں بھی کرتی نہیں ہو اب شمار اس کا

حناؔ انجم

حدود ذات کے صحرا میں کیوں گنواؤ مجھے
تمہارا خواب ہوں تم تو نہ بھول جاؤ مجھے

ادا جعفری

حفظ جاں کا دل سے جاتا ہی رہا آخر خیال
زندگی لمحہ بہ لمحہ مختصر ہوتی گئی

عزیز حامد مدنی

حالِ دل یار کو لکھوں کیوں کر
ہاتھ دل سے جدا نہیں ہوتا

مومن خاں مومنؔ

حقیقتوں کا جلال دیں گے صداقتوں کا کمال دیں گے
تجھے بھی ہم اے غمِ زمانہ غزل کے سانچے میں ڈھال دیں گے

کلیم عاجزؔ

حقیقت کھل گئی حسرتؔ ، ترے ترکِ محبت کی
تجھے تو اب وہ پہلے سے بھی بڑھ کر یاد آتے ہیں

حسرتؔ موہانی

حقیقت مسکراتی ہے وفا شرمانے لگتی ہے
وہ موضوعِ وفا پر جس گھڑی تقریر کرتے ہیں

ہاشمؔ عظیم آبادی

حاصل کارگہٗ کون ومکاں کچھ بھی نہیں
سچ تو یہ ہے کہ یہ اسباب جہاں کچھ بھی نہیں

شمسؔ عظیم آبادی

حسن صورت کے لیے خوبیِ سیرت ہے ضرور
گل وہی ، جس میں کہ خوشبو بھی ہو رنگت کے سوا

آسی جونپوری

حیا سے سر جھکا لینا ادا سے مسکرا دینا
حسینوں کو بھی کتنا سہل ہے بجلی گرا دینا

اکبرؔ الہ آبادی

حریفِ جادۂ دشوار بن اور مسکراتا جا
کہ مشکل اصل میں اتنی ہے صرف احساس مشکل سے

اخترؔ

حیات خدمت گلشن میں کاٹ دی میں نے
وہ خار ہو کہ ہو گل، مجھ کو پیار سب سے ہے

بہاءالدین کلیمؔ

حق بات آکے رک سی گئی تھی کبھی شکیبؔ
چھالے پڑے ہوئے ہیں ابھی تک زبان پر

شکیبؔ جلالی

حاکم وقت پہ جس وقت میں تنقید کروں
ہاتھ اس وقت نہ یارو میرے منھ پر رکھنا

حفیظؔ میرٹھی

حیرت زدہ میں ان کے مقابل میں رہ گیا
جو دل کا مدعا تھا میرے دل میں رہ گیا

تلوک چند محرومؔ

حادثے اور بھی گذرے تیری الفت کے سوا
ہاں مجھے دیکھ مجھے، اب میری تصویر نہ دیکھ

مجروحؔ

﴿ خ ﴾

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

اقبالؔ

خود اپنی پستی اخلاق کو نہ دیکھ سکا
جو آج اوجِ ثریّا پہ ڈالتا ہے کمند!

ابوالمجاہد زاہدؔ

خوفِ غمّاز، عدالت کا خطر، دار کا ڈر
ہیں جہاں اتنے ،وہاں خوفِ خدا اور سہی

محمد علی جوہرؔ

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کردے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں !

اقبالؔ

خود منزلِ مقصود قدم چومے گی واحدؔ
تم عزم سے آگے تو بڑھو ، سوچتے کیا ہو
واحدؔ پریمی

خدا جانے میرے گلشن ترا انجام کیا ہوگا
جسے مالی بناتا ہوں، وہی صیاد ہوتا ہے
شفیقؔ جونپوری

خود سے غافل ہے خلاؤں میں سفر کرتا ہے
خود سے واقف ہو تو انسان کہاں تک پہنچے
کیفؔ مرادآبادی

خِرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل ونگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں
اقبالؔ

خوشبو بتا رہی ہے کہ وہ راستے میں ہے
موجِ ہوا کے ہاتھ میں اس کا سراغ ہے
پروین شاکر

خیال تک نہ کیا اہلِ انجمن نے ذرا
تمام رات جلی شمع انجمن کے لیے
وحشتؔ کلکتوی

خدا وہ دردِ محبت ہر ایک کو بخشے
کہ جس میں روح کی تسکین پائی جاتی ہے
جگر مرادآبادی

خود تو بچ بچ کے چلے آئے ہو لیکن تم نے
خار جو راہ میں حائل تھے ، ہٹائے کہ نہیں؟
دوا کرراہی

خوشبو کی طرح خود تو بکھر جایئے مگر
صحرا میں، بستیوں میں مہک چھوڑ جایئے
نامعلوم

خواہشیں جانے کس طرف لے جائیں
خواہشوں کو نہ بے لگام کر و !
حفیظ میرٹھی

خویش وبیگانہ کا فرق وامتیاز اچھا نہیں
آدمی کو آدمی سے پیار ہونا چاہیے
تابش مہدی

خود اپنی راہ میں شمعیں جلاؤ !!
نہ احسان لو کسی کی رہبری کا
تابش مہدی

خوش مزاج اور نیک دل انساں
کبھی ناکام ہو نہیں سکتا
دوا کر راہی

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا
ظفر علی خاں

خدا ہم کو ایسی خدائی نہ دے
کہ اپنے سوا کچھ دکھائی نہ دے
بشیر بدر

خوشیوں میں کر لیا کرو اوروں کو بھی شریک
ہر اک سے اپنا درد مگر مت کہا کرو
مظفر وارثی

خبر نہیں کہ تو کس سمت سے نکل آئے
ہر ایک راہ میں آنکھیں بچھا رہا ہوں میں
عبدالحلیم عدم

خفا نہ ہو کہ ترا حسن ہی کچھ ایسا تھا
میں تجھ سے پیار نہ کرتا تو اور کیا کرتا
اسلم انصاری

خموشی سے مصیبت اور بھی سنگین ہوتی ہے
تڑپ اے دل تڑپنے سے ذرا تسکین ہوتی ہے
شاد عظیم آبادی

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم میر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے
امیر مینائی

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا
اکبر الہ آبادی

خاک آرام کی خواہش ہو وطن سے باہر
جب ہمیں چین تپش اپنے ہی گھر نے نہ دیا
عبداللطیف تپش

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے
حسرت موہانی

خبر سن کر میرے مرنے کی وہ بولے رقیبوں سے
خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں
داغ دہلوی

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

داغؔ دہلوی

خط ان کا بہت خوب عبارت بہت اچھی
اللہ کرے حسنِ رقم اور زیادہ

داغؔ دہلوی

خاطر سے یا لحاظ سے میں مان تو گیا
جھوٹی قسم سے آپ کا ایمان تو گیا

داغؔ دہلوی

خاموش زندگی جو بسر کر رہے ہیں ہم
گہرے سمندر میں سفر کر رہے ہیں ہم

رئیس امروہوی

خدا تو ملتا ہے انسان ہی نہیں ملتا
یہ چیز وہ ہے جو دیکھی کہیں کہیں میں نے

اقبالؔ

خدا جانے یہ دنیا جلوہ گاہِ ناز کس کی
ہزاروں اٹھ گئے لیکن وہی رونق ہے مجلس کی

اسیرؔ

خدا ہی جانے یگانہ میں کون ہوں کیا ہوں
خود اپنی ذات پہ شک دل میں آئے ہیں کیا کیا
یگانہ چنگیزی

خرد زنجیر پہناتی رہے گی
جو دیوانے ہیں دیوانے رہیں گے
کلیم عاجز

خنجر بھی ان کے زخم رسیدوں میں مل گیا
یہ بھی لہو لگا کے شہیدوں میں مل گیا
ذوق

خبر اتنی تو ہے ، جھونکے ترے باد خزاں پہنچے
خدا معلوم تنکے آشیانے کے کہاں پہنچے
مبارک عظیم آبادی

خود اپنے آپ چمکنے کی جس میں قدرت ہو
وہ ذرہ منتظرِ فیضِ آفتاب نہیں
بسمل دہلوی

خیر مقدم ہو رہا ہے ہر نئے صیاد کا
اہل گلشن کے ضمیروں کو نہ جانے کیا ہوا
قتیل شفائی

خدا پہ چھوڑ دے ، ڈوبے کہ پار ہو کشتی
رضا نہ موجیں ہیں اپنی ، نہ اپنا ساحل ہے
رضاؔ لکھنوی

خیر سے مقتل میں نقارے بھی ہیں
دور تک چیخیں ہماری جائیں کیا
حفیظؔ میرٹھی

خوشی میں اپنے قدم چوم لوں تو زیبا ہے
وہ لغزشوں پہ میری مسکرائے ہیں کیا کیا
یگانہؔ

خیال تک نہ کیا اہل انجمن نے ذرا
تمام رات جلی شمع انجمن کے لیے
وحشتؔ کلکتوی

خدا دشمنوں کو نہ وہ کچھ دکھاوے
جو کچھ دوست اپنے سے ہم دیکھتے ہیں
سوداؔ

خموشی کے پردہ میں ہے شور میرا
مجھے چپ نہ جانو سراپا فغاں ہوں
راسخؔ عظیم آبادی

خوب روئے چھپ کے گھر کی چاردیواری میں ہم
حالِ دل کہنے کے قابل کوئی ہمسایا نہ تھا

قتیؔل شفائی

خزاں رسیدہ ہوں صبر قرار دے ربّی
میرے چمن کو متاع بہار دے ربّی

علی سردار جعفری

﴿ د ﴾

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ، نئے صبح وشام پیدا کر

اقبؔال

دل میں خدا کا خوف نہیں ہے تو کچھ نہیں
یہ بات ہر کسی کو بتاتے ہوئے چلو

ماہؔرالقادری

دردِ دِل، پاسِ وفا، جذبۂ ایماں ہونا
آدمیت ہے یہی، اور یہی انساں ہونا

چکبسؔت

دوسروں کو ذلیل کرنے سے
آدمی خود ذلیل ہوتا ہے

دواکرراہؔی

دیکھ اور درس لے کہ اے راہیؔ
پھول کانٹوں میں مسکراتے ہیں
دوا کر راہیؔ

دھوپ برداشت کرکے ہی تو شجر
راہ گیروں کو چھاؤں دیتا ہے
دوا کر راہیؔ

دل صاف ہو تو زہر اگلتی نہیں زباں
روشن چراغ سے کبھی اٹھتا نہیں دھواں
حزیںؔ

در اصل آدمی نہ سمجھنا اُسے شکیلؔ
جو آدمی وفا نہ کرے آدمی کے ساتھ
شکیلؔ بدایونی

دعا کی بے اثری کا گلہ تو ہے لیکن
دعا بھی آپ نے مانگی کبھی دعا کی طرح
ابوالمجاہد زاہدؔ

دل میں کچھ اور، زبانوں پہ ہے کچھ اور عزیزؔ
اس روایت کو زمانے سے مٹایا جائے
عزیزؔ بگھروی

دب کے رہنا ہمیں نہیں منظور
ظالمو! جاؤ اپنا کام کرو!!

حفیظ میرٹھی

دل کے رشتے جہاں کمزور ہوا کرتے ہیں
ایسی تنظیم کا شیرازہ بکھر جاتا ہے

بشیر فاروقی

دوسروں کی راحتوں کا راستہ تو کھل گیا
راس آئے یا نہ آئے میری قربانی مجھے

عزیز بگھروی

دارِ فانی میں یہ کیا ڈھونڈ رہا ہے فانی
زندگی بھی کہیں ملتی ہے فنا سے پہلے

فانی بدایونی

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

پنڈت مہتاب رائے تاباں

دِل نوازی کے وہ انداز نہیں ہیں نہ سہی
دوستی رسم سمجھ کر ہی نبھاؤ آؤ!

منظر ایوبی

دشمن کے مٹانے سے مٹا ہوں ، نہ مٹوں گا
اوریوں تو میں فانی ہوں ، فنا میرے لیے ہے
حسرتؔ موہانی

دردِ دِل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّو بیاں
میر دردؔ

دیکھنا کہ اک دن وہ کارواں بھی پالیں گے
جستجو کے دیوانے جو غبار تک پہنچے
عامرؔ عثمانی

دورِ نَو کی ترقی تو دیکھو
آدمی ڈر گیا آدمی سے
تسنیمؔ فاروقی

دل میں ہزار قسم کے الجھن لئے ہوئے
زندہ ہوں مسکرانے کا ایک فن لئے ہوئے
مشتاق رازؔ

دوست ناراض ہو گئے کتنے
اک ذرا آئینہ دکھانے سے
باقیؔ احمد پوری

دیکھنا چاہے اگر دنیا کا مستقبل تو سُن
کانچ کا برتن کسی پتھر کے اوپر پھینک دے

طاؔہر تلہری

دی تصور نے کسی کے اور بینائی مجھے
بند آنکھوں پر بھی وہ دیتا ہے دکھلائی مجھے

جراَتؔ

دلوں کو فکر دو عالم سے کر دیا آزاد
ترے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے

حسرتؔ موہانی

دل کی بساط کیا تھی نگاہ جمال میں
اک آئینہ تھا ٹوٹ گیا دیکھ بھال میں

سیمابؔ اکبرآبادی

دیکھے ہیں بہت ہم نے ہنگامے محبت کے
آغاز بھی رسوائی انجام بھی رسوائی

صوفی تبسم

دکھاؤں داغ محبت جو ناگوار نہ ہو
سناؤں قصۂ فرقت اگر برا نہ لگے

ناصر کاظمی

دونوں ہجر میں رو دیتے ہیں دونوں وصل کے طالب ہیں
حسن بھلا کیسے پہچانے ، عشق ہوس کی بات نہیں

حفیظؔ جالندھری

دوستوں کی سنی دشمنوں کی سنی
میں ہوں سب کا گنہگار سب یاد ہے

سیف الدین سیفؔ

دامن میں آنسوؤں کا ذخیرہ نہ کر ابھی
یہ صبر کا مقام ہے گریاں نہ کر ابھی

ساقی فاروقی

دیکھنے میں تو وہ لب تھے پھول سے نازک
کوئی نہ سہہ سکے لہجہ کرخت ایسا تھا

شکیب جلالی

دنیا نے تجربات وحوادث کی شکل میں
جو کچھ مجھے دیا ہے لوٹا رہا ہوں میں

ساحرؔ لدھیانوی

دنیا نے ہمیں چھوڑا جذبی ہم چھوڑ نہ دیں کیوں دنیا کو
دنیا کو سمجھ کر بیٹھے ہیں اب دنیا دنیا کون کرے

معین احسن جذبی

دل گداز نے آنکھوں کو دے دئے آنسو
یہ جانتے ہوئے غم کے چلن کچھ اور بھی ہیں
معین احسن جذبی

دامن پہ کوئی چھینٹ نہ خنجر پہ کوئی داغ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو
کلیم عاجزؔ

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے
اقبالؔ

دیکھ تو دل کہ جاں سے اٹھتا ہے
یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے
میرؔ

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے
مرزا غالبؔ

دام ہر موج میں ہے حلقۂ صد کام نہنگ
دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک
غالبؔ

دنیائے بے ثبات میں ہر شے ہے تیز گام
ہر دن کے ساتھ رات ہے اور صبح کی ہے شام

آغا حشر کاشمیری

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

علامہ اقبال

دور سے آئے تھے ساقی سن کے میخانے کو ہم
پر ترستے ہی چلے اب ایک پیمانے کو ہم

انجامؔ امیر خاں

دنیا بھی عجب سرائے فانی دیکھی
ہر چیز یہاں کی آنی جانی دیکھی

انیسؔ

دنیا کے جو مزے ہیں ہرگز وہ کم نہ ہوں گے
چرچے یونہی رہیں گے افسوس ہم نہ ہوں گے

شرقیؔ اسد الدولہ آغا محمد تقی

دل کی چوٹوں نے کبھی چین سے رہنے نہ دیا
جب چلی سرد ہوا میں نے تجھے یاد کیا

جوشؔ ملیح آبادی

دردِ دل، پاس وفا، جذبۂ ایماں ہونا
آدمیت ہے یہی اور یہی انساں ہونا
چکبستؔ

درپے ہے عیب جو ترے حاتمؔ تو غم نہ کھا
دشمن ہے عیب جو تو خدا عیب پوش ہے
شیخ ظہورالدین حاتمؔ

دیکھا جو کھا کے تیر کمیں گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی
حفیظؔ جالندھری

دشمنوں سے پیار ہوتا جائے گا
دوستوں کو آزماتے جائیے
خمارؔ بارہ بنکوی

دل لے کے مفت کہتے ہیں کچھ کام کا نہیں
الٹی شکایتیں ہوئیں احسان تو گیا
داغؔ دہلوی

دل شکن ہو کے چلے آئے تیری محفل سے
تری محفل میں تو ہر بات پر پابندی ہے
ساغرؔ صدیقی

دیوار کیا گری میرے خستہ مکان کی
یاروں نے میرے صحن میں رستے بنا لئے

سید سبط علی صبا

دل کا اجڑنا سہل سہی ، بسنا سہل نہیں ظالم
بستی بسنا کھیل نہیں ، بستے بستے بستی ہے

فانی

دفن کر سکتا ہوں سینے میں تمہارے راز کو
اور تم چاہو تو افسانہ بنا سکتا ہوں میں

اسرار الحق مجاز

داغ فراق صحبت ِ شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

غالب

داغ! دشمن سے بھی جھک کے ملئے
کچھ عجب چیز ملنساری ہے

داغ

دنیا میں اب خلوص ہے بس مصلحت کا نام
بے لوث دوستی کے زمانے گذر گئے

ساحر لکھنوی

دور حاضر کی دوستی احسان
کس قدر جلد رخ بدلتی ہے
احسان دانشؔ

دوستی اور کسی غرض کے لیے
وہ تجارت ہے دوستی ہی نہیں
اسمٰعیل میرٹھی

دوستوں سے اس قدر صدمے اٹھائے جان پر
دل سے دشمن کی شکایت کا گلہ جاتا رہا
آتشؔ

دھوپ سہہ لینا ہے اچھا بار احسان کو ن اٹھائے
چھاؤں اک گرتی ہوئی دیوار ہے میرے لئے
آرزوؔ لکھنوی

دل سے اٹھتا ہے جہاں سے اٹھتا ہے
یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے
میرؔ

دوست کرتے ہیں ملامت، غیر کرتے ہیں گلہ
کیا قیامت ہے مجھی کو سب برا کہنے کو ہیں
مومنؔ

دوستو بزم سجاؤ کہ بہار آئی ہے
کھل گئے زخم کوئی پھول کھلے یا نہ کھلے

فیضؔ

دیکھنے والوں نے سمجھا میری منزل اس کو
میں جہاں بیٹھ گیا حسرت منزل لے کر

جمیل مظہری

دل کے شعلوں میں شفق پھولے گی جلوؤں کی عزیزؔ
صبح ہوئی جائے گی جتنا کہ جلتے جائیں گے

عزیزؔ لکھنوی

دامنِ یوسف جو آیا پرزے ہو کر ہاتھ میں
اڑ گئی سونے کی چڑیا رہ گئے پَر ہاتھ میں

عزیزؔ لکھنوی

دمِ بسمل یہ کس کے خوف سے ہم پی گئے آنسو
کہ ہر زخم بدن سے خون کا دریا نکل آیا

مومن خان مومنؔ

دوستوں سے ملاقات کی شام ہے
یہ سزا کاٹ کر اپنے گھر جاؤں گا

مظہر امام

دوستی کا تقاضہ ہے کہ دل مل جائیں
دل نہ ملتے ہوں تو کیوں ہاتھ ملایا جائے

دلبرؔ پونوی

﴿ ڈ ﴾

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزر گاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

اقبالؔ

ڈبو دے میری کشتی شوق سے اے نا خدا لیکن
الم سے ہوگیا شق دامنِ ساحل تو کیا ہوگا

نامعلومؔ

ڈوبنا ہوگا اگر ڈوبنا تقدیر میں ہے
چاہے کشتی پہ رہو چاہے کنارے جاؤ

کلیم عاجزؔ

ڈوب جانا تو کوئی بات نہیں ہے لیکن
باعثِ شرم ہے طوفاں سے ہراساں ہونا

نامعلوم

ڈر نہیں غیر کا ، جو کچھ ہے سو اپنا ڈر ہے
ہم نے جب کھائی ہے اپنے ہی سے زک کھائی ہے

حالیؔ

ڈرو نہ غم کی رات سے، تموجِ حیات سے
بلا سے سخت ہی سہی یہ امتحاں چلے چلو
نہالؔ سیوہاروی

ڈبو تو سکتا ہوں کشتی کو لاکے ساحل پر
مگر یہ ڈر ہے کناروں پہ حرف آئے گا
وحشیؔ مرادآبادی

ڈراتے ہیں وہ کیوں دار ورسن سے مجھ کو اے جوہرؔ
مرے جوشِ وفا کا خود ہی کرلیں امتحاں آکر
جوہرؔ وارثی

ڈوبتا ہوا سورج دیکھ کر خیال آیا
زندگی کا سورج بھی یوں ہی ڈوب جاتا ہے
آباد شاہ پوری

ڈھونڈنے نکلے تھے ہم انسان تیرے شہر میں
سب کے چہروں پر مگر لکھی ہوئی ذاتیں ملیں
جمالؔ قریشی

ڈوبنا ہی تھا جو کشتی کا مقدر یا رب
آنکھ کے سامنے اے کاش نہ ساحل ہوتا
عندلیبؔ شادانی

ڈھونڈتا پھرتا ہوں اے اقبالؔ اپنے آپ کو
آپ ہی گویا مسافر ، آپ ہی منزل ہوں میں
اقبالؔ

ڈھلنے لگا ہر عیب زمانے کا ہنر میں
اَب زہر ہلاہل بھی وہ دیتے ہیں شکر میں
امیںؔ صدیقی

ڈگمگا کر نا گہاں کشتی بھنور میں کھو گئی
ہاتھ بھی ملاح کے پہنچے نہ تھے پتوار تک
رازؔ کشمیری

ڈھونڈتے ہو باغ میں کیا لالہ وگُل کے نشاں
کھا گئی ہے دھوپ تو یاں شایۂ اشجار تک
رازؔ کشمیری

ڈھونڈ اجڑے ہوئے لوگوں میں وفا کے موتی
یہ خزانے تجھے ممکن ہے خرابوں میں ملیں
احمد فرازؔ

ڈر ہے دلوں کے ساتھ امیدیں بھی پس نہ جائیں
اے آسیائے گردش لیل ونہار بس
الطاف حسین حالیؔ

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں ، ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہے جس کی حسرت وغم، ہم نفسو وہ خواب ہیں ہم
شادؔ عظیم آبادی

ڈوبتی شاموں کو ایک رنگین منظر دے گیا
ایک پیاسا کتنی آنکھوں کو سمندر دے گیا
اقبالؔ

ڈبو دی آبرو سوزِ جگر نے دیدۂ تر کی
یہ کیا رونے میں رونا ہے کہ دامن نم نہیں ہوتا
منوہر سہائے انورؔ

ڈرا سکتے نہیں اختر کو طوفانِ حوادث بھی
تری آوازِ پا سے پر لرز جانا بھی آتا ہے
سردار محمد اخترؔ

ڈھونڈ کر تجھ کو، تیرے خلوت سے لا سکتا ہوں میں
سرحدِ ادراک سے اس پار جا سکتا ہوں میں
منیرؔ الہ آبادی

﴿ ذ ﴾

ذرّوں کے جگر چیرے، تاروں کے نقاب الٹے
خود اپنی حقیقت ہی نادان نہ پہچانے
ابوالمجاہد زاہدؔ

ذرّے ہوئے بلند، ہوا ان کو لے اڑی
قطرے ہوئے جو پست ، گہر ہوکے رہ گئے
ماؔہر القادری

ذرّہ ذرّہ ہے یہاں کا رہروِ راہِ فنا
سامنے کی بات تھی جس کو خبر سمجھا تھا میں
اصغؔر گونڈوی

ذرا ہشیار رہنا مرد مومن کی فَراست ہے
کہ یہ بارِ دِ گر اے دوست دھوکا کھا نہیں سکتی
ماؔہر القادری

ذرا میں زہرِ ہلاہل، ذرا میں آبِ حیات
مری سمجھ میں نہ آیا کہ آدمی کیا ہے
لیثؔ قریشی

ذرا ٹھہرو مجھے بھی ساتھ لے لو قافلے والو
نہ پہچانی گئی تم سے اگر منزل ، تو کیا ہوگا
کوثؔر القادری

ذہنیت کے غلام اے راہؔی
سب سے بڑھ کر غلام ہوتے ہیں
دوا کر راہؔی

ذہن کے سب راستے جاتے ہیں یادوں کی طرف
کم سے کم ایک راستہ رہتا بھلانے کے لئے

اظہارشاہین

ذرا سی دیر ہی ہو جائے گی تو کیا ہوگا
گھڑی گھڑی نہ اٹھاؤ نظر گھڑی کی طرف

اکبؔرالہ آبادی

﴿ ر ﴾
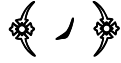
راہِ پُر پیچ کے انداز بدل جاتے ہیں
جب کبھی عزم کے تیور پہ جلال آتا ہے

حفیظؔ میرٹھی

رنج وراحت کا وہ یوں مفہوم سمجھانے اٹھے
راہ میں کانٹے بچھاکر پھول برسانے اٹھے

حفیظؔ میرٹھی

رقص ونغمہ، شراب وعیش ونشاط
اِن دریچوں سے جھانکتا ہے زوال

ماہرؔالقادری

راہ دشوار، سحر دور، گھنی شب، لیکن
قافلے ٹھہرے ، نہ قدموں کی صدا ٹھہری ہے

عرشیؔ بھوپالی

رکاوٹیں تو رہِ شوق میں ضروری ہیں
قدم اٹھاؤ رفیقو! سفر کی بات کرو
کوثر نیازی

روک لو، گر غلط چلے کوئی
بخش دو، گر خطا کرے کوئی
غالب

رنج سے خوگر ہوا انساں ، تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہوگئیں
غالب

راہِ حیات نو میں کوئی راہزن نہیں
یہ اور کیا ہے دوست ! اگر حسنِ ظن نہیں
عنوان چشتی

رستے ہوئے ناسور کا اظہار بھی معتوب
زخموں کی کسک جرم ، تمنائے دوا جرم
یونس قنوجی

روز وشب آتشِ احساس میں جلتے رہے
پھر بھی دل کہتا ہے '' رکیے نہیں چلتے رہیے ''
کیف صدیقی

روز وشب کے رہگذر پر نقش پائے رفتگاں
مٹتے مٹتے کہہ گئے ہیں یہ سفر ہے رائیگاں
مخمورؔ سعیدی

راہِ وفا میں کام نہ آیا جانبازی کا دعوی تنہا
بے مصرف لا حاصل نکلا لفظوں کا سرمایہ تنہا
عامرؔ عثمانی

رنج میسّر ہو یا راحت ، فتح ملے یا سر کٹ جائے
لیکن یا رب شوقِ طلب پر غفلت کا الزام نہ آئے
عامرؔ عثمانی

رخنہ گر! سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں ہم
کون توڑے گا، کہ اللہ کی تلوار ہیں ہم
رشید کوثرؔ فاروقی

ریاضؔ ! احساسِ خودداری پہ کتنی چوٹ پڑتی ہے
کسی کے پاس جب جاتا ہے کوئی مدّعا لے کر
ریاضؔ خیرآبادی

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکے تو پھر لہو کیا ہے
غالبؔ

رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ پس جانے کے بعد
سرخ رو ہوتا ہے انساں ، ٹھوکریں کھانے کے بعد
مستؔ کلکتوی

راہِ وفا ہے ، اس میں نہ یوں منہ بنا کے چل
کانٹوں کو رَوند رَوند کے تو مسکرا کے چل
عروجؔ قادری

رہِ حق سے ہٹا سکتا نہیں سارا جہاں آکر
نہ سمجھائیں مجھے اہلِ خرد، سُود و زیاں آکر
جوہرؔ وارثی

رازؔ حق بات کہی جائے گی بے خوف وخطر
رسن ودار سے تم ہم کو ڈراتے کیوں ہو
یوسف رازؔ

رہتے تھے داستانوں کے ماحول میں مگر
کیا لوگ تھے کہ جھوٹ کبھی بولتے نہ تھے
اظہرؔ عنایتی

روز تحقیق ہوتی رہی
روز جلتے رہے آشیاں
رازؔ الہ آبادی

رودادِ چمن سنتا ہو اس طرح قفس میں
جیسے کبھی آنکھوں سے گلستاں نہیں دیکھا

اصغؔر گونڈوی

راہِ محبت میں ہے کون کسی کا رفیق
ساتھ میرے رہ گئی، ایک میری آرزو

اقباؔل

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

اکبؔر الہ آبادی

راضی ہیں ہم کہ دوست سے ہو دشمنی مگر
دشمن کو ہم سے دوست بنایا نہ جائے گا

حاؔلی

راز جو سینۂ فطرت میں نہاں ہوتا ہے
سب سے پہلے دلِ شاعر پہ عیاں ہوتا ہے

جگؔر

رفتگاں میں جہاں کے ہم بھی ہیں
ساتھ اس کارواں کے ہم بھی ہیں

میؔر

رہا کرنا ہمیں صیاد، اب پا مال کرنا ہے
پھڑکنا بھی جسے بھولا ہو ، وہ پرواز کیا سمجھے

سوداؔ

رہے لحاظ کہ میں بھی زبان رکھتا ہوں
کہے نہ جائیے جو آئے مہرباں منھ میں

شیخ شرف علی اشرفؔ

رہا اسیر تو شکوے رہے اسیری کے
رہا ہوا تو مجھے غم ہوا رہائی کا

جلیل مانک پوری

رودادِ فصل گل نہ اسیر قفس سے پوچھو
کب آئی کب بہار گئی کچھ خبر نہیں

صہبا مونگیری

راہِ الفت میں جدا ہونے کو تن سر سے اٹھا
وہ بتِ کافر جو خنجر ہاتھ میں لے کر اٹھا

خاطرؔ القادری

رہنے دو خونچکا یونہی تم میری انگلیاں
تاریخ لکھ رہا ہوں میں ہندوستان کی

یونس مظفرنگری

﴿ ز ﴾

زنجیریں کیا ہاتھ آئی ہیں مچلو ہو اتراؤ ہو
جب چاہے کھولو ہو جب چاہو پہناؤ ہو

کلیم عاجزؔ

زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دل سے پوچھ
جوئے شیر وتیشہ وسنگ گراں ہے زندگی

اقبالؔ

زاہد تنگ نظر نے مجھے کافر جانا
اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلمان ہوں میں

علامہ اقبالؔ

زمانہ لاکھ ڈراتا رہا مگر ہم نے
جو بات کی ہے زمانے کے رو برو کی ہے

زکیؔ زاکانی

زندگی بھر ہمیں تو نے آنسو دیے
پھر بھی ہنس کر ملے تجھ سے ہم زندگی

شمیمؔ جے پوری

زندگی چاہیے خوشبوؤں کی طرح
جو دکھائی نہ دے اور اثر چھوڑ دے

طارقؔ ابن ثاقب

زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعلِ راہ
کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحبِ ادراک

اقبالؔ

زندگی کچھ اور شے ہے ، علم ہے کچھ اور شے
زندگی سوزِ جگر ہے، علم ہے سوزِ دماغ

اقبالؔ

زیست میں ایسے بھی لمحے کبھی آجاتے ہیں
اپنے ہی سائے سے جب آدمی ڈر جاتے ہیں

واحدؔ پریمی

زندگی قطرے کی سکھلاتی ہے اَسرارِ حیات
یہ کبھی گوہر، کبھی شبنم، کبھی آنسو ہوا

اقبالؔ

زخم کھائیں گے، مسکرائیں گے
اور پھر انقلاب لائیں گے

مسعودؔ

زندگی بیچارگی ہے ، عزم وہمت کے بغیر
عزم وہمت بھی ہے بے معنی صداقت کے بغیر

جاویدؔ

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے
ثاقب لکھنوی

زباں پہ عیش کے نغمے ، دلوں میں یورشِ غم
یہ زندگی تو نہیں، زندگی کا ماتم ہے
عامر عثمانی

زخم کو پھول، تو صَر صَر کو صبا کہتے ہیں
جانے کیا دور ہے ، کیا لوگ ہیں، کیا کہتے ہیں
احمد فراز

زندگی کام کی بنتی نہیں ہے سوز جگر
شمع بننے کی تمنا ہو تو پروانہ بنے
کلیم عاجز

زمانہ صبر کر لیتا ہے عاجز ہم بھی کرلیں گے
خلش دل کی مٹا لینے کو دو آنسو بہانے دو
کلیم عاجز

زمینِ چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے
آتش لکھنوی

زہر غم سے نہیں انکار کہ پینا ہے یہی
ہم غریبوں کا تو مرنا یہی جینا ہے یہی
کلیمؔ عاجز

زندگی زندہ دلی کا ہے نام
مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں
ناسخؔ

زیبا تجھے اب شکوۂ تقدیر نہیں
خود عقل تری مائل تدبیر نہیں
مائلؔ خیرآبادی

زنگ آلود ایک آئینہ سہی
دل کی آخر کوئی قیمت ہوگی
صفیؔ لکھنوی

زمین جاگ رہی ہے کہ انقلاب ہے کل
وہ رات ہے کہ کوئی ذرہ محو خواب نہیں
فراقؔ گورکھپوری

زبان سے حضرتِ ناصح کو کیا بتائیں ہم
یہ دل کی چوٹ ہے کھائے تو ہو مزا معلوم
کلیمؔ عاجز

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا عام دیدارِ یار ہوگا
سکوت تھا پردہ دار جس کا وہ راز اب آشکار ہوگا

علامہ اقبالؔ

زندگی کا ساز بھی کیا ساز ہے
بج رہا ہے اور بے آواز ہے

حیاتؔ امروہوی

زباں پہ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بو سے میری زباں کے لیے

غالبؔ

زبان بندی ہزار کیجئے ، یہ ختم اب داستاں نہ ہوگی
نگاہیں کہہ دیں گی راز الفت ، نہ ہوگی منھ میں زبان نہ ہوگی

دگمبر پرشاد گوہرؔ

زندگی آزار تھی ، آزار ہے تیرے بغیر
کار سہل مرگ بھی دشوار ہے تیرے بغیر

ذوالفقار علی مجازی

زمین کوچۂ جاناں سے آرہی ہے صدا
بلندیاں نہیں مخصوص آسماں کے لئے

نہالؔ سیوہاروی

زندگی نام ہے طوفان ِ حوادث کا روش
ننگ ساحل ہے وہ جس کو کوئی طوفان نہ ملا
روشؔ صدیقی

زخم دل پر میرے ہنس ہنس کے چھڑکتے ہو نمک
جو مزہ عشق کا حاصل نہ ہوا تھا سو ہوا
حسرتؔ عظیم آبادی

زور ہی کیا تھا، جفائے باغباں دیکھا کئے
آشیاں اجڑا کیا، ہم ناتواں دیکھا کئے
صفیؔ لکھنوی

زندگی ہے نام لطف صحبت احباب کا
یہ نہیں فانی تو جینا کوئی جینا ہی نہیں
فانیؔ بدایونی

زباں پہ آہ جو آئی تو ہنس کے ٹال دیا
یہاں تلک بھی تو میں نے نہ افشا کیا
شادؔ عظیم آبادی

زندگی ان کی ہے دین ان کا ہے دنیا ان کی ہے
جن کی جانیں قوم کی عزت پر قربان ہو گئیں
ظفرعلی خاں

زخموں میں جب ٹیس اٹھے ہے تم ہی تو یاد آؤ ہو
ہم تم کو پہچان رہے ہیں منھ پھیرے کیا جاؤ ہو

کلیم عاجزؔ

زبان کو بند کریں یا مجھے اسیر کریں
میرے خیال کو بیڑی پہنا نہیں سکتے

چکبستؔ

زلفوں کی تو فطرت ہی ہے لیکن میرے پیارے
زلفوں سے زیادہ تمہیں بل کھائے چلو ہو

کلیم عاجزؔ

زندگی کیا ہے ؟ عناصر میں ظہور ترتیب
موت کیا ہے ؟ انہیں اجزا کا پریشاں ہونا

چکبستؔ

زندگی کو سدا حوصلہ دیتے رہئے
رہ نہ جائے کہیں حالات کا رونا بن کر

زاہد کمالؔ

زلف کا سایہ ہے اس کے رخ پہ لہرایا ہوا
دھوپ بھی نکلی ہوئی اور ابر بھی چھایا ہوا

سید یوسف قادری

﴿ س ﴾

سِیَہ بختی میں کب کوئی کسی کا ساتھ دیتا ہے
کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا ہوتا ہے انساں سے
ناسخؔ

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا
اقبالؔ

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں
اقبالؔ

سونے کا نہیں وقت یہ ہُشیار ہو غافل
رنگِ فلکِ پیر، زمانے کی ہوا دیکھ
محمد علی جوہرؔ

سبق ملا ہے یہ اپنوں کا تجربہ کرکے
وہ لوگ پھر بھی غنیمت ہیں جو پرائے ہیں
عامرؔ عثمانی

سمندر کانپ جاتا ہے مری کشتی کی جرأت پر
کبھی گرداب سے الجھی ، کبھی ساحل سے ٹکرائی
شفیقؔ جونپوری

ستم ہے جس کے نغموں سے چمن بیدار ہو جائے
اسی کا آشیانہ شاخِ گُل پر بار ہو جائے

شفیقؔ جونپوری

سب ہماری خیر خواہی کے علمبردار تھے
سب کے دامن پر ہمارے خون کے چھینٹے ملے

حفیظؔ میرٹھی

سہم جائے چمن جن سے وہ فرزانے تو آ پہنچے
بہاریں ہنس پڑیں جن پر وہ دیوانے نہیں آئے

حفیظؔ میرٹھی

سارا کلیجہ کٹ کٹ کر جب اشکوں میں بہہ جائے ہے
تب کوئی فرہاد بنے ہے ، تب مجنوں کہلائے ہے

حفیظؔ میرٹھی

سر بلندی کی خواہش ہے دل میں اگر
سر اٹھا کر نہ اتنا چلا کیجیے

تابشؔ مہدی

سائے کو ترس رہی ہے دنیا
اس دھوپ میں سائباں بنو تم

ابوالمجاہد زاہدؔ

سوچتا ہوں جب اچانک کوئی بجھتا ہے چراغ
زندگی ، یہ زندگی، کیا زندگی؟ کچھ بھی نہیں
رئیسؔ رامپوری

سخت کردار اور نرم الفاظ
آدمی کو خرید لیتے ہیں
دوا کرراہیؔ

ساتھیوں آؤ دشتِ غربت میں
دردِ دل بانٹ لیں دوا کی طرح
سعیدؔ سعیدی

سنے گا کون میری چاک دامانی کا افسانہ
یہاں سب اپنے اپنے پیرہن کی بات کرتے ہیں
کلیم عاجزؔ

ساز یہ کینہ ساز کیا جانیں
ناز والے نیاز کیا جانیں
داغؔ دہلوی

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد
آغا حشر کاشمیری

ستونِ دار پہ رکھتے چلو سروں کے چراغ
جہاں تلک یہ ستم کی سیاہ رات چلے

مجروحؔ سلطان پوری

سوبار تیرا دامن، ہاتھوں میں میرے آیا
جب آنکھ کھلی دیکھا اپنا ہی گریباں ہے

اصغرؔ گونڈوی

سنتا ہوں بڑے غور سے افسانۂ ہستی
کچھ خواب ہے کچھ اصل ہے کچھ طرز ادا ہے

اصغرؔ گونڈوی

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزارہا شجر سایہ دار راہ میں ہے

آتشؔ لکھنوی

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم
بخیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے

علامہ اقبالؔ

ساری دنیا کے ہیں وہ میرے سوا
میں نے دنیا چھوڑ دی جن کے لئے

امیر مینائی

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے
بسملؔ عظیم آبادی

سو بار چمن مہکا سو بار بہار آئی
دنیا کی وہی رونق دل کی وہی تنہائی
تبسم صوفی غلام مصطفیٰ

سنا ہے بات بھی کرنی تمھیں نہیں آتی
تمہارے منھ میں ہم اپنی زبان دیتے ہیں
داغؔ دہلوی

سیر کر دنیا کی غافل زندگانی پھر کہاں
زندگانی کچھ نہیں تو نوجوانی پھر کہاں
دردؔ

سب سہیں گے ہم اگر لاکھ برائی ہوگی
پر کہیں آنکھ لڑائی تو لڑائی ہوگی
خیراتی خاں دلسوزؔ

سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
میر حسنؔ

سیر کی خوب پھیرے پھول چنے شاد رہے
باغباں جاتے ہیں گلشن تیرا آباد رہے
رندؔ لکھنوی

سوداؔ خدا کے واسطے کر قصہ مختصر
اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانے میں
سوداؔ

سنی حکایت ہستی تو درمیاں سے سنی
نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم
شادؔ عظیم آبادی

سکونِ دل جہاں بیش وکم میں ڈھونڈنے والے
یہاں ہر چیز ملتی ہے ، سکونِ دل نہیں ملتا
جگن ناتھ آزادؔ

سلگنا اور شئے ہے جل کہ مر جانے سے کیا ہوگا
جو ہم سے ہو رہا ہے کام، پروانے سے کیا ہوگا
کلیم عاجزؔ

ساحل کے سکوں سے کسے انکار ہے لیکن
طوفان سے لڑنے میں مزہ اور ہی کچھ ہے
آل احمد سرورؔ

سمجھے نہ تھے کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا
ہنسنے پہ اپنے آپ ہی رویا کریں گے ہم
امید امیٹھوی

سرور آؤ، نئی صبح کو گلے سے لگائیں
اگرچہ لے کے نئی مشکلات آئی ہے
آل احمد سرور

سچ بول کر جو عیش کی مسند سے اتر آئے
وہ لوگ بڑے صاحب کردار تھے لوگو
عزیز الحسن عزیز

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا افسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا
آتش

سب جیتے کی جھگڑے ہیں سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے
جب موت سے آکر کام پڑا سب قصے پاک ہوئے
نظیر اکبرآبادی

سورج کو چونچ میں لیے مرغا کھڑا رہا
کھڑکی کے پردے کھینچ دیے رات ہوگئی
ندا فاضلی

سب کا تو مداوا کر ڈالا اپنا ہی مداوا کر نہ سکے
سب کے تو گریباں سی ڈالے اپنا ہی گریباں بھول گئے

مجازؔ

سکوں پا سکو گے نہ برباد کرکے
بہت روؤ گے تم مجھے یاد کرکے

سید خواجہ علی خواجہ حیدرآبادی

﴿ ش ﴾

شیشہ ٹوٹے غُل مچ جائے
دل ٹوٹے آواز نہ آئے

حفیظؔ میرٹھی

شاہیں کی ادا ہوتی ہے بلبل میں نمودار
کس درجہ بدل جاتے ہیں مرغانِ سحر خیز

اقبالؔ

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو
خوف باطل کیا کہ ہے غارت گر ِباطل بھی تو

اقبالؔ

شکایت کا حاصل یہاں کچھ نہیں
جو غم بھی اٹھا مسکرا کر اٹھا

کلیم عاجزؔ

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

اقبالؔ

شبنم کے آنسوؤں پر کیا ہنس رہے ہیں غنچے
اُن سے تو کوئی پوچھے کب تک ہنسا کریں گے

اقبالؔ

شعلوں کی ٹہنیاں ہیں شراروں کے پھول ہیں
شبنم نہ رو، یہ تازہ بہاروں کے پھول ہیں

نعیمؔ صدیقی

شرط سلیقہ ہے ہر اک امر میں
عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے

میرؔ

شمع کی مانند ہم اس بزم میں
چشم نم آئے تھے دامن تر چلے

میر دردؔ

شب وہی شب ہیں ، دن وہی دن
جو تری یاد میں گزر جائیں۔!

حسرتؔ موہانی

شکوہ اپنوں سے کیا جاتا ہے غیروں سے نہیں
آپ کہہ دیں تو کبھی آپ سے شکوہ نہ کریں
خَلِشؔ کلکتوی

شعورِ فکر اگر جزوِ زندگی ہو جائے
جہاں جہاں بھی نظر جائے روشنی ہو جائے
دوا کرراہیؔ

شہر لگتا ہے بیابان مجھے
کہیں ملتا نہیں انسان مجھے
یوسف ظفرؔ

شورشِ عندلیب نے روح چمن میں پھونک دی
ورنہ یہاں کلی کلی محو تھی خواب ناز میں
اصغرؔ گونڈوی

شعلوں میں جو پلتا ہے کانٹوں میں جو کھلتا ہے
وہ پھول ہی گلشن کی تاریخ بدلتا ہے
حفیظؔ جالندھری

شاہین کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پُر دم ہے اگر تو، تو نہیں خطرۂ اُفتاد
علامہ اقبالؔ

شبنم سے فقط کام چلا ہے نہ چلے گا
پھولوں کی زباں خونِ جگر مانگ رہی ہے
کلیم عاجز

شکستہ دل کی کشتی ہو کہ ہو طوفان حوادث کا
ہمیں ہر حال میں غم کا یہ دریا پار کرنا ہے
حفیظ شاہد

شکست وفتح نصیبوں سے ہے ولے اے میر
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا
میر

شگفتہ رہتی ہے خاطر ہمیشہ
قناعت بھی بہارِ بے خزاں ہے
آتش

شاعر کی نوا ہو کہ مغنّی کا نفس ہو
جس سے چمن افسردہ ہو وہ باد سحر کیا
اقبال

شعلہ بھڑک اٹھا میرے ا س دل کے داغ سے
آخر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے
تاباں دہلوی

شب کو مے خوب ہی پی صبح کو توبہ کر لی
رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی
جلالؔ لکھنوی

شاید کوئی بندۂ خدا آ جائے
صحرا میں اذان دے رہا ہوں
سلیم احمد

شکستہ پا ہوں کہیں ساتھ سے نہ رہ جاؤں
مجھے بھی ہاتھ ذرا دوستو لگائے چلو
تسلیمؔ

شکایت کیا تیری اے باغباں ! قسمت کی خوبی ہے
اسی ڈالی کو کاٹا جس پہ میرا آشیانہ تھا
بیتابؔ عظیم آبادی

شکوہ کیا تھا از رہِ الفت، طنز سمجھ کر روٹھے ہو
ہم بھی ہیں نادم اپنی خطا پر ، آؤ، تم بھی جانے دو
آثرؔ لکھنوی

شعر در اصل ہیں وہی حسرتؔ
سنتے ہی دل میں جو اتر جائیں
حسرتؔ لکھنوی

شعر ہے در اصل ماہر ترجماں واردات
دل پہ جو گذرے وہی منظوم ہونا چاہیئے

ماہرالقادری

شکوہ صبؔا غیروں سے کیسا ،جبکہ اپنے ہی بھائی نے
آنگن میں دیوار اٹھا کے، دل کو میرے توڑ دیا

صبؔا دربھنگوی

شرط سلیقہ ہے ہر اک امر میں
عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیئے

میؔر

شہر اجڑے تو کیا، ہے کشادہ زمینِ خدا
ایک نیا گھر بنائیں گے ہم صبر کر صبر کر

ناصؔر کاظمی

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتؔہ
اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی

نواب مصطفیٰ خان شیفتؔہ

شروع عشق راسؔخ کہتے ہو جاتا ہے دل ڈوبا
کنارے میں یہ اس دریا کے حال ایسا تمہارا ہے

راسؔخ

شہرت کی فضاؤں میں اتنا نہ اڑو ساغر
پرواز نہ کھو جائے کہیں اونچی اڑانوں میں
ساغرؔ اعظمی

﴿ص﴾

صفیں کج، دل پریشاں، سجدہ بے ذوق
کہ جذبِ اندروں باقی نہیں ہے
اقبالؔ

صورتِ شمشیر ہے دست ِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب
اقبالؔ

صدقِ خلیل بھی ہے عشق، صبرِ حسین بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر وحُنَین بھی ہے عشق
اقبالؔ

صانع کو دیکھنا ہو تو عالَم پہ کر نظر
آئینہ آئینہ ہے خود آئینہ ساز کا
شادؔ عظیم آبادی

صداقت ہو تو دل سینوں سے کھنچنے لگتے ہیں واعظ
حقیقت خود کو منوا لیتی ہے مانی نہیں جاتی
جگرؔ مرادآبادی

صیّاد یہ غنچے سے سیکھی ہے ادا ہم نے
جو چوٹ بھی کھائی ہے ہنستے ہوئے کھائی ہے
کوثر نیازی

صبحِ ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول
کوثر نیازی

صرف غنچوں کا تبسم ہی نہیں ہے زندگی
ہو سکے تو لالۂ خونیں کفن بن جایئے
ماہر القادری

صیّاد نے پوچھا ہے اَسیرانِ قفس سے
کس کس کو ہے کلیوں کے چٹکنے کی صدا یاد
ماہر القادری

صبر کر صبر اے دلِ مضطر
مصلحت ہوگی کچھ تغافل میں
آثر لکھنوی

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یونہی تمام ہوتی ہے
تسلیم لکھنوی

صرف ایک قدم اٹھا تھا غلط راہِ شوق میں
منزل تمام عمر مجھے ڈھونڈھتی رہی

عبدالمجید عدمؔ

صدیوں سے غم محرومی کے بس دل کا ساز شکستہ ہے
نغمات نکلتے تھے جن سے وہ تار ہی سارے ٹوٹ گئے

ناصرؔ بھوپالی

صحنِ چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

جگرؔ

صیاد تیرا گھر مجھے جنت سہی مگر
جنت سے سوا مجھے راحت چمن میں تھی

ریاض خیرآبادی

صبا نے پھر در زنداں پہ آکے دستک دی
سحر قریب ہے دل سے کہو نہ گھبرائے

فیضؔ

صحرا کا جگر، کانٹوں کا دل ٹوٹ گیا ہے
جب پھوٹ کے روئے ہیں میرے پاؤں کے چھالے

منیرؔ الہ آبادی

﴿ض﴾

ضمیر اس کا اگر ہو مطمئن اور دل منور ہو
تو پھر کانٹوں میں بھی انسان کو آرام ملتا ہے

نامعلوم

ضمیر زَر کی ترازو میں تُل رہے ہیں یہاں
کہاں کا زہد وتقدس، کہاں کا علم وہنر

کوثرؔ نیازی

ضمیر بیچ کے مل جائے دولتِ کونین
تو اس زوال کو للہ ارتقاء نہ کہو

نامعلوم

ضبط گِریہ کی کشمکش توبہ
کتنے طوفاں گزر گئے سَر سے

ماہرؔالقادری

ضرورت ہے کہ پھر ہوں زیبِ محفل چند دیوانے
بہت سونی ہے بزمِ بلبل وپروانہ برسوں سے

شفیقؔ جونپوری

ضعف میں طعنۂ اَغیار کا شکوہ کیا ہے؟
بات کچھ سَر تو نہیں ہے کہ اٹھا بھی نہ سکوں

غالبؔ

ضروری چیز ہے اک تجربہ بھی زندگانی میں!
تجھے یہ ڈگریاں بوڑھوں کا ہم سِن کر نہیں سکتیں
اکبرؔ الہ آبادی

ضمیر لالہ میں روشن چراغ آرزو کر دے
چمن کے ذرّے ذرّے کو شہیدِ جستجو کردے
نامعلوم

ضبط سے واحدؔ ذرا تم کام لو
درد خود بن جائے گا اک دن سکوں
واحدؔ پریمی

ضرورتاً جو میرے ساتھ ہولیے جعفرؔ
جو ہو سکے تو انہیں میرا ہمقدم نہ کہو
جعفرؔ

ضمیر کانپ تو جاتا ہے، آپ کچھ بھی کہیں
وہ ہو گناہ سے پہلے، کہ ہو گناہ کے بعد
کرشن بہاری نورؔ

ضبط کی تلقین کی، یا دے گئی دادِ وفا
کہہ گئی خاموش ہو کر شمع پروانے سے کیا
امینؔ سلونوی

ضروری کام نیچر کا مگر کرنا ہی پڑتا ہے
نہیں جی چاہتا مطلق، مگر مرنا ہی پڑتا ہے
اکبرالہ آبادی

ضد ہر اک بات میں نہیں اچھی
دوست کی دوست مان لیتے ہیں
داغ

ضبط کرتے ہیں تو زخم لہو دیتا ہے
آہ کرتے ہیں تو اندیشۂ رسوائی ہے
شکیل بدایونی

﴿ ط ﴾

طولِ غم حیات سے گھبرا نہ اے جگرؔ
ایسی بھی کوئی شام ہے جس کی سحر نہیں
جگر مرادآبادی

طبقہ بندی کی وبا، صوبۂ پرستی کا فسوں
کتنے شعلے مرے گلزار تک آ پہنچے ہیں
عرشی بھوپالی

طوفان نوح لانے سے اے چشم فائدہ
دو اشک بھی بہت ہیں ، اگر کچھ اثر کریں
نوح ماروی

طنز وتعریض کی آخر کوئی حد ہوتی ہے
آدمی ہوں ، مرے منہ میں بھی زبان ہے ساقی
جگر مرادآبادی

طور تو ہے ربِّ اَرِنِی کہنے والا چاہیے
لَنْ تَرَانِی ہے مگر نا آشنائے گوش ہے
فانی بدایونی

طوفان سے اے بچنے والو! یہ غور کیا بھی ہے تم نے
گرداب ہو جس کے دامن میں ایسا بھی کنارا ہوتا ہے
جلیل فتحپوری

طاقِ کسریٰ کو بھی شرماتی تھی جن کی رفعت
بج گئی اینٹ سے اینٹ آج انہیں ایوانوں کی
آثر لکھنوی

طعنے بلبل کے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں
ہمنوا! میں بھی کوئی گل ہوں کہ خاموش رہوں
اقبال

طنز کرتا ہے تو کر ، دل سے عداوت تو نکال
روٹھنے والے میں حاضر ہوں منانے کے لیے
برکھا رانی

طبیعت ان دنوں بیگانۂ غم ہوتی جاتی ہے
میرے حصے کی گویا ہر خوشی کم ہوتی جاتی ہے
جگرؔ مرادآبادی

طوفاں کو کہاں یارو! طوفان سمجھتے ہیں
ہم ہیں کہ ہر اک مشکل آسان سمجھتے ہیں
سوزؔ نعمانی

طاہر کچھ ایسے زخم دیے ہیں حیات نے
پھولوں کی سیج کانٹوں کا بستر دکھائی دے
طاہرؔ تلہری

طاہر نہ چھیڑ عہد گذشتہ کے تذکرے
رسنے لگیں گے زخمِ جگر، پٹیاں نہ کھول
طاہرؔ تلہری

طبیعت کا نہ پوچھو حال حیرتؔ
ذرا سی بات بھی دل پر گراں ہے
حیرتؔ شملوی

طلب کریں بھی تو کیا شے طلب کریں اے شادؔ
مجھے تو خود ہی نہیں اپنا مدعا معلوم
شادؔ عظیم آبادی

طبیعت رفتہ رفتہ غم کی خوگر ہوتی جاتی ہے
جفا کم کر ، جفا اب روح پرور ہوتی جاتی ہے
فانیؔ بدایونی

طبل وعلم ہے پاس نہ اپنے ہے ملک ومال
ہم سے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا
آتشؔ لکھنوی

طبیعت اپنی گھبراتی ہے جب سنسان راتوں میں
ہم ایسے میں تیری یادوں کی چادر تان لیتے ہیں
فراقؔ

﴿ظ﴾

ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے
خون پھر خون ہے ٹپکے گا تو جم جائے گا
ساحرؔ لدھیانوی

ظلمت کے خداؤ کُھل کے کہو کیا نور نے گھٹنے ٹیک دیے
سورج نے چمکنا چھوڑ دیا ، تاروں نے چھٹکنا چھوڑ دیا
نعیمؔ صدیقی

ظالم کا نہ شکوہ کر، ظلموں کی نہ پروا کر
تو اپنی وفاؤں کی عزت پہ فدا ہو جا
فانیؔ بدایونی

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا ہو وہ کیسا ہی صاحب فہم وذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی ، جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

شاہ ظفرؔ

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدہ و دل واکرے کوئی

اقبالؔ

ظلم سہنا بھی تو ظالم کی حمایت ٹھہرا
خامشی بھی تو ہوئی پشت پناہی کی طرح

پروین شاکر

ظاہراً توڑ لیا ہم نے بتوں سے رشتہ
پھر بھی سینے میں صنم خانہ بسا ہے یارو!

عامرؔ عثمانی

ظلم میں جن کے کرم ہے ، لطف میں جن کے ستم
مہرباں ایسے بھی ہیں ، نا مہرباں ایسے بھی ہیں

شفاؔ گوالیاری

ظلم سے تنگ جب آجاتے ہیں احقرؔ مظلوم
تب سوالات وجوابات بدل جاتے ہیں

احقرؔ

ظلم میری اداسی رخ پر نہ مسکرا
تجھ کو اس مقام پر آنا ہے ایک دن
شکیل بدایونی

ظلم کب تک کیجیئے گا اس دل نا شاد پر
اب تو اس بندہ پہ ٹک کیجیئے کرم بندہ نواز
میر حسن

ظلمت ِ شب سے نہ گھبراؤ زمانے والو
ظلمتِ شب ہی اجالوں کی نگہباں ہوگی
عذرا عادل رشید

ظلم چپ چاپ جو سہ لیتا ہے مظلوم کوئی
عمر ظالم کی وہ کچھ اور بڑھا دیتا ہے
عذرا عادل رشید

ظلم کے پاؤں سے جو پھول مسل جاتے ہیں
خار بن کے وہی پتھر پہ نکل آتے ہیں
عذرا عادل رشید

ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں
ناؤ کاغذ کی کہیں چلتی نہیں
رنگین سعادت یار خاں

ظلم اب بھی وہی کرتے ہو جو کرتے آئے
تم ستمگر ہی فقط ہو، ستم ایجاد نہیں
کلیمؔ عاجز

ظالم میں کہہ رہا ہوں کہ اس خوں سے در گذر
سودا کا قتل ہے یہ چھپایا نہ جائے گا
سوداؔ

ظلم والوں کے مکاں ہوں کہ وہ مظلوموں کے
ہم سے بستی کے جلے گھر نہیں دیکھے جاتے
عزیزؔ بگھروی

﴿ ع ﴾

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے اُن کو اپنی منزل آسمانوں میں
اقبالؔ

عزّت، دولت آنی جانی
مل مل جائے، چھن چھن جائے
حفیظؔ میرٹھی

عروسِ دہر! سنا ہے کہ چند دیوانے
لہو کے عطر سے گیسو، ترے سنوار آئے
کوثرؔ نیازی

عروجِ آدمِ خاکی کے منتظر ہیں تمام
یہ کہکشاں، یہ ستارے، یہ نیلگوں افلاک

اقبالؔ

عجب کیا ہے کہ اس ہمت شکن طوفاں کے پہلو سے
کوئی ایسی بھی موج اٹھے کہ بیڑا پار ہو جائے

حفیظؔ میرٹھی

علمیت کا غرور اے راہیؔ
سچ تو یہ ہے بڑی جہالت ہے

دوا کر راہیؔ

عَین فطرت ہے کہ جس شاخ پہ پھل آئیں گے
انکساری سے وہی شاخ لچک جائے گی

دوا کر راہیؔ

عَیب آخر عیب ہے، کتنی بلندی پر بھی ہو
داغ آخر داغ ہے، داغ مہِ کامل سہی

اسدؔ ملتانی

عجب امتحاں ہے کوثرؔ، یہ تمیز ِ خیر وشر بھی
وہی آگ دے اجالا ، وہی بستیاں جلا دے

رشید کوثرؔ فاروقی

عدو کو دوست، لٹیرے کو رہنما کہہ دے
یہ مصلحت کی زباں، کب نہ جانے کیا کہہ دے

دوا کرراہیؔ

علم کی ابتدا ہے ہنگامہ
علم کی انتہا ہے خاموشی

فردوسی گیاوی

عزمِ تسخیر فلک ٹھیک ہے لیکن یارو
پہلے انسان کو انسان بنا کر دیکھو!!

طارقؔ باغپتی

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اقبالؔ

عَیب اوروں کے جو چنتے ہیں وہ خود کو دیکھیں
سر نہ اٹھ پائے گا جب خود پہ نظر جائے گی

نامعلوم

عمرِ دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

شاہ ظفر

عطا مومن کو پھر بارگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ تر کمانی، ذہن ہندی، نطق اعرابی

اقبالؔ

علم انسان کو انسان بنا دیتا ہے
علم بے مایہ کو سلطان بنا دیتا ہے

رشید کوثرؔ فاروقی

عبث الزام مت دو مشکلاتِ راہ کو راہیؔ
تمہارے ہی ارادے میں کمی معلوم ہوتی ہے

دوا کر راہیؔ

عروجِ آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مہ کامل نہ بن جائے

اقبالؔ

عمر بھر جلنے کا اتنا تو صلہ پائیں گے ہم
بجھتے بجھتے چند شمعیں تو جلا جائیں گے ہم

احمد ندیم قاسمی

عطا مومن کو پھر بارگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی، ذہن ہندی، نطق اعرابی

علامہ اقبالؔ

عزیز اتنا ہی رکھو کہ دل بہل جائے
اب اس قدر بھی نہ چاہو کہ دم نکل جائے
عبیداللہ علیم

علیحدہ نہ کر الفاظ سے معانی کو
مجاز ہی میں حقیقت کا راز رہنے دے
ناطقؔ لکھنوی

عالم ہے مکدر، کوئی دل صاف نہیں ہے
اس عہد میں سب کچھ ہے پر انصاف نہیں ہے
میر انیس

عشق کے شعلے بھڑک کر دل و جان تک پہنچے
آگ ہی آگ ہے، یہ آگ جہاں تک پہنچے
بیتابؔ عظیم آبادی

﴿غ﴾

غزل اس نے چھیڑی مجھے ساز دینا
ذرا عمر رفتہ کو آواز دینا
صفیؔ لکھنوی

غبارِ راہ کو لے جاؤ آسمانوں تک!
یہ اہلِ عزم کا تحفہ ہے کہکشاں کے لیے
عاصیؔ کرنالی

غلط نہیں ہے کہ غم زندگی کا حصہ ہے
مگر خدا کے لیے زندگی کو غم نہ کہو

جعفؔر

غبار آلودۂ رنگ ونسب ہیں بال وپر تیرے
تو اے مرغِ حرم اڑنے سے پہلے پر فشاں ہو جا

اقباؔل

غنچہ چٹکا اور آ پہنچی خزاں
فصل گل کی تھی فقط اتنی بساط

حاؔلی

غمِ سفر سے نہ گھبرا، قدم بڑھائے چل
کہ یہ غبار ہے منزل کی راہ کا صندل

شمیؔم کرہانی

غیر کی شمع بھی بجھنے نہیں دیتے شرفاء
تم نے اپنے ہی چراغوں کو بجھا رکھا ہے

شفیؔق جونپوری

غضب ہے کہ دل میں تو رکھو کدورت
کرو ہم سے منہ پر صفائی کی باتیں

شاہ ظفؔر

غیر کے عیب کو بیاں کرنا
در حقیقت یہ خود ستائی ہے
دوا کرراہیؔ

غم کیا ہے درد کیا ہے، بھلا کیا سمجھ سکیں
وہ لوگ جو پلے ہیں بہاروں کی گود میں
فرازؔ سلطانپوری

غیروں کے نہ تھے سلوک ایسے
اپنوں کی نوازشیں غضب ہیں
شاعرؔ لکھنوی

غم نہیں لیثؔ زمانہ ہے جو دشمن اپنا
جس کا کوئی نہیں ہوتا ہے، خدا ہوتا ہے
لیثؔ قریشی

غمِ ماضی کو بھلا کر غمِ فردا کیجیے
انقلابات یہ پیغام دیا کرتے ہیں
دوا کرراہیؔ

غم کی دولت حاصل کرنا سب کے بس کی بات نہیں
ہم نے کچھ ایثار کیا ہے ، جب یہ دولت پائی ہے
لیثؔ قریشی

غنیمت ہے کہ دنیا درد مندوں سے نہیں خالی
قیامت تھی اگر ہر آدمی دل کا برا ہوتا !!

لیثؔ قریشی

غم کی بڑھتی ہوئی یورش سے نہ گھبرا عامرؔ
غم بھی اک منزلِ راحت کا نشاں ہوتا ہے

عامر عثمانی

غیروں پہ کھل نہ جائے کہیں راز دیکھنا
میری طرف بھی غمزۂ غماز دیکھنا

مومنؔ

غم ہستی کا اسدؔ کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

غالبؔ

غلامی میں نہ کام آتی ہیں تقدیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

اقبالؔ

غم بھی سکوں نواز تھا غم بھی خوشی کاراز تھا
آہ! کہ خوش نہ رہ سکے غم سے نجات پا کے ہم

شکیلؔ بدایونی

غیر کی باتوں کا آخر اعتبار آہی گیا
میری جانب سے تیرے دل میں غبار آہی گیا
آغا حشر کاشمیری

غیروں سے کہا تم نے غیروں سے سنا تم نے
کچھ ہم سے کہا ہوتا کچھ ہم سے سنا ہوتا
چراغ حسن حسرتؔ

غافل تجھے گھڑیال یہ کرتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی
مولوی قدرت اللہ شوقؔ

غم و غصہ ورنج واندوہ وارماں
ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے
آتشؔ

غیر کے گھر ہیں وہ مہمان، بڑی مشکل ہے
جان جانے کا ہے سامان، بڑی مشکل ہے
نسیمؔ بھرتپوری

غیر سے ملنا تمہارا سن کے گو ہم چپ رہے
پر سنا ہوگا ، کہ تم کو اک جہاں نے کیا کہا
قیام الدین قائمؔ

غنچوں کے مسکرانے پہ کہتے ہیں ہنس کے پھول
اپنا کرو خیال ہماری تو کٹ گئی
شادؔ عظیم آبادی

غم آرزو کا حسرت سبب اور کیا بتاؤں
میری ہمتوں کی پستی میرے شوق کی بلندی
حسرتؔ موہانی

غم حیات وہی دور کائنات وہی
جو زندگی نہ بدل دے وہ زندگی کیا ہے
فراقؔ

غزالاں تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی
دِوانہ مر گیا آخر کو ویرانے پہ کیا گزری
رام نرائن موزوںؔ

غیروں پہ کھل نہ جائے کہیں راز دیکھنا
میری طرف بھی غمزدہ غماز دیکھنا
مومنؔ

﴿ف﴾

فضا جاگی، زمین وآسماں جاگے، سحر جاگی
مگر خود سو گیا تھک کر نقیبِ کارواں میرا
شفیقؔ جونپوری

فلک کا ذکر تو کیا ہے، زمیں کے بھی نہ رہے
ہم اپنی چال سے آخر کہیں کے بھی نہ رہے

شاؔد عظیم آبادی

فقر کے ہیں معجزات، تاج وسریر وسپاہ
فقر ہے میروں کا میر، فقر ہے شاہوں کا شاہ

اقباؔل

فلک دیتا ہے جن کو عیش ، ان کو غم بھی ہوتا ہے
جہاں بجتے ہیں نقارے ، وہاں ماتم بھی ہوتا ہے

داغؔ

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

اقباؔل

فقط شعورِ بصیرت ہی کام آتا ہے
اندھیرے پلتے ہیں جب روشنی کے دامن میں

دوا کرراہیؔ

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

اقباؔل

فاصلے ایسے بھی ہوں گے، یہ کبھی سوچا نہ تھا
سامنے بیٹھا تھا میرے، اور وہ میرا نہ تھا
احمد فرازؔ

فقط کلی کا تبسم مری نظر میں نہیں
مری نگاہ میں رقصاں ہے گریۂ شبنم
لیثؔ قریشی

فضائے زندگی کی ظلمتوں کے مرثیہ خوانو!
اندھیروں ہی کے دم سے امتیاز نور ہوتا ہے
عامرؔ عثمانی

فرض چھوٹا ہو یا بڑا لیکن
وہ ہمیشہ بلند ہوتا ہے
دوا کر راہیؔ

فریاد بھی کرتا ہوں تو اللہ سے اپنے
اس در کے سوا میں کہیں سائل نہیں ہوتا
امیرؔ مینائی

فرائض اہل کشتی کے بھی کچھ ہوتے ہیں اے راہیؔ
یہ مانا خدا کے ہاتھ میں پتوار ہوتی ہے!
دوا کر راہیؔ

فطرتاً ہر آدمی ہے طالبِ امن واَماں
دشمنوں کو بھی محبت کی نظر سے دیکھیے
شکیلؔ بدایونی

فاصلے صدیوں کے لمحوں میں بدل جائیں گے
عزمِ پرواز تو ہو، طاقتِ پرواز کے ساتھ
دوا کرراہیؔ

جنہیں حقیر سمجھ کر بجھا دیا تم نے
وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی
مقبول قریشی کرنال

فرصت ملے تو دیکھ ذرا دل کا آئینہ
اس میں ہے عکس تیرے گناہ وثواب کا
حفیظ شاہد

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں
ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہیں
اکبرؔ الٰہ آبادی

فراز ترکِ تعلق تو خیر کیا ہوگا
یہی بہت ہے کہ کم کم ملا کرو اس سے
احمد فراز

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں
اقبالؔ

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں
اقبالؔ

فسادی جا چکے اپنے گھروں کو
محافظ شہر کے چوکس کھڑے ہیں
مخمورؔ سعیدی

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے
ذرہؔ برہان پوری

فطرتِ آدم میں تھی اللہ کیا نشو و نما
ایک مٹھی خاک یوں پھیلی کہ دنیا ہوگئی
ثاقبؔ لکھنوی

فقیری میں بھی مجھ کو مانگنے سے شرم آتی ہے
سوالی ہو کے مجھ سے ہاتھ پھیلایا نہیں جاتا
مخمورؔ دہلوی

فضا میں روشنی ہی روشنی ہے
کہیں بستی کوئی شاید جلی ہے

علی احمد جلیلی

فضا تبسم صبح بہار تھی لیکن
پہنچ کے منزل جاناں پہ آنکھ بھرائی

فراقؔ

فرصتِ رنج نہ دی جورِ مسلسل نے کبھی
شب کٹی روکے، سحر دامنِ غم لے کے اٹھے

احمد تبسمؔ

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

علامہ اقبالؔ

﴿ق﴾

قہّاری وغفّاری وقدّوسی وجبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

اقبالؔ

قوم کیا چیز ہے ، قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا جانیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام

اقبالؔ

قدم قدم پہ نشیب وفراز ملتے ہیں
رہ حیات میں انساں بہ احتیاط چلے
عنوانؔ چشتی

قفس توڑ کر مطمئن ہو نہ بلبل
قفس صورتِ آشیاں اور بھی ہیں
جگرؔ مرادآبادی

قربِ منزل پر کبھی راہیؔ نہ ہونا مطمئن !
قافلے لٹتے ہیں اکثر آکے منزل کے قریب
دوا کر راہیؔ

قدم عروج کی جانب وہ کیا بڑھائیں گے
جو لوگ شکوۂ دورِ زوال کرتے ہیں
جلیلؔ فتحپوری

قدرت کا قانون اٹل ہے
سورج چڑھ کر ڈھل جاتا ہے
عزیزؔ بگھروی

قول و فعل اور ارادے پر بھی
آنکھ کوئی نگراں ہے یارو!!
ظہیر تاجؔ

قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

غالبؔ

قناعت نہ کر عالَمِ رنگ و بو پر !!
چمن اور بھی، آشیاں اور بھی ہیں

اقبالؔ

قطع کیجیے نہ تعلق ہم سے
کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی

غالبؔ

قدم بیساختہ منزل کی جانب اٹھتے جاتے ہیں
توجہ کر رہا ہے کیا کوئی پوشیدہ پوشیدہ

رشید کوثرؔ فاروقی

قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں

اقبالؔ

قفس میں دیتے ہو کیا طعنِ سست پروازی
فضا کھلی ہوئی ملتی تو امتحاں ہوتا

اقبال سہیلؔ

قفس میں مجھ سے رودادِ چمن کہتے نہ ڈر، ہمدم
گری ہے جس پہ کل بجلی ، وہ میرا آشیاں کیوں ہو
غالبؔ

قفس کو آشیاں کہہ دیں اگر لوگ
بدل جائے گا مفہوم قفس کیا؟
شاعرؔ لکھنوی

قلزم ہستی سے تو ابھرا ہے مانند حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی
اقبالؔ

قدم انساں کا راہِ دہر میں تھرا ہی جاتا ہے
چلے کتنا ہی کوئی بچ کے ٹھوکر کھا ہی جاتا ہے
جوش ملیح آبادی

قسمت ہی سے لاچار ہوں اے ذوقؔ وگرنہ
سب فن میں ہوں طاق مجھے کیا نہیں آتا
ذوقؔ

قیس جنگل میں اکیلا ہے مجھے جانے دو
خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو
سیاحؔ اورنگ آبادی

قتل کرنا ہو تو کب زہر دیا جاتا ہے
ان دنوں بس نظر انداز کیا جاتا ہے

سید یونس

قسمت تو دیکھ ٹوٹی ہے جا کر کہاں کمند
کچھ دور اپنے ہاتھ سے جب بام رہ گیا

قائمؔ چاندپوری

قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

امیرؔ مینائی

قسمت کا آج دیکھیں کیا ہوتا فیصلہ ہے
وہ بانیِ ستم ہے دل خوگر جفا ہے

محمود خان عاشقؔ

قاتل نے کس صفائی سے دھوئی ہے آستین
اس کو خبر نہیں کہ لہو بولتا بھی ہے

اقبال عظیم

﴿ک﴾

کافر کی پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں آفاق

اقبالؔ

کارواں چاہے مختصر ہو جائے
کوئی رہزن نہ ہم سفر ہو جائے
حفیظؔ میرٹھی

کبھی شاخ وسبزہ وبرگ پر ، کبھی غنچہ وگل وخار پر
میں چمن میں چاہے جہاں رہوں مرا حق ہے فصلِ بہار پر
جگرؔ مرادآبادی

کبھی بھول کرکسی سے نہ کرو سلوک ایسا
کہ جو تم سے کوئی کرتا، تمہیں ناگوار ہوتا
اسمعیلؔ میرٹھی

کیا قیامت ہے کہ اس دور ترقی میں جگرؔ
آدمی سے آدمی کا حق ادا ہوتا نہیں
جگرؔ مرادآبادی

کہاں کا ناخدا، کیسے سفینے، دست وبازو کیا
خداہی یاد آتا ہے، سہارے ٹوٹ جانے پر
حفیظؔ میرٹھی

کوئی مرحلہ ہو، کوئی معرکہ ہو
نظر عارفانہ، قدم غازیانہ
حفیظؔ میرٹھی

کیسی ہی مصیبت ہو، بڑے شوق سے آئے
کم ظرف کے احسان سے اللہ بچائے
حفیظؔ میرٹھی

کوئی خوش ہو کہ خفا ہو حیرتؔ
ہم تو ہر بات کھری کہتے ہیں
حیرتؔ شملوی

کسی کے کام نہ آئے تو آدمی کیا ہے
جو اپنی فکر میں گزرے وہ زندگی کیا ہے
آثرؔ لکھنوی

کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لیے ہے
محمد علی جوہرؔ

کون کسی کا غم کھاتا ہے
کہنے کو غمخوار ہے دنیا
ماہرؔ القادری

کہیں مرکز سے کوئی دور ہو کر شاد ہوتا ہے
جو پتا ٹوٹتا ہے شاخ سے برباد ہوتا ہے
شفیقؔ جونپوری

کچھ اور بچھا جائے کوئی راہ میں کانٹے
کانٹے جو چبھیں گے تو قدم اور بڑھیں گے

مائلؔ خیرآبادی

کس طرح ہوتا ہے ایثار ، بتاتے ہیں چراغ
آپ جلتے ہیں ہمیں راہ دکھاتے ہیں چراغ

اقبالؔ رامپوری

کوئی تو اٹھ کر لگاتا آدمیت کو گلے
کوئی ہندو ہی سہی، کوئی مسلماں ہی سہی

ابوالمجاہد زاہدؔ

کہاں کا ناخدا، کیسا سفینہ ، موج دریا کیا
خدا پر رکھ نظر ، اے سوئے ساحل دیکھنے والے

صولتؔ ٹونکی

کھو کے اپنے وقار کو اک بار
آدمی نہیں رہتا

لیثؔ قریشی

کہہ رہا ہے شورِ دریا سے سمندر کا سکوت
جس میں جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

ناطقؔ لکھنوی

کیا ہم کو ڈراتے ہو بپھرے ہوئے طوفانو!
ہم نے تو سفینوں کو خود آگ لگا دی ہے
اعجاز رحمانی

کردارِ دوستاں پہ کوئی تبصرہ نہ کر!
آنکھوں سے دیکھ ، کان سے سن اور زباں نہ کھول
طاہر تلہری

کھنچی ہے جھوٹ کی تلوار لیکن
جواں ہیں حوصلے سچائیوں کے
شاعر لکھنوی

کریں کس سے اپنی تباہی کا شکوہ
کہ خود رہنما رہزنوں سے ملے ہیں
ابوالمجاہد زاہد

کیا جانئے موت پہلے کیا تھی
اب میری حیات ہو گئی ہے
فراق گورکھپوری

کو بہ کو پھیل گئی بات شناسائی کی
اس نے خوشبو کی طرح میری پذیرائی کی
پروین شاکر

کیسے کہدوں کہ مجھے چھوڑ دیا ہے اس نے
بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی

پروین شاکر

کہانی میری رو دادِ جہاں معلوم ہوتی ہے
جو سنتا ہے اسی کی داستاں معلوم ہوتی ہے

سیمابؔ اکبرآبادی

کہاں کہاں سے الگ کر سکو گے تم مجھ کو
جڑا ہوا ہوں یہاں لاکھ سلسلوں سے میں

فانیؔ

کوئی ہاتھ بھی نہ ملائے گا جو ملوگے تپاک سے
یہ نئے مزاج کا شہر ہے ذرا فاصلے سے ملا کرو

بشیر بدرؔ

کامیابی نے سدا ان کے قدم چومے ہیں
حوصلہ رکھتے ہیں جو گرکے سنبھل جانے کا

علامہ اقبالؔ

کیا بتاؤں کس قدر زنجیر پا ثابت ہوئے
چند تنکے جن کو اپنا آشیاں سمجھا تھا میں

جگر مرادآبادی

کچھ اس ادا سے یار نے پوچھا میرا مزاج
کہنا پڑا کہ شکر ہے پروردگار کا
جلیل مانکپوری

کوئی دیوار تو حائل تھی کہ ہم تم دونوں
ایک ہی گھر میں رہے پھر بھی شناسا نہ ہوئے
مظہرامام

کیوں بڑھاتے ہو ارتباط بہت
ہم میں طاقت نہیں جدائی کی
فانیؔ بدایونی

کئی عنوان تو ایسے ہیں تڑپا دیں گے
ختم تک کون سنے گا میرے افسانے کو
بےخودؔ دہلوی

کمال قوت ادراک ہے اتنا سمجھ لینا
کہ باہر ہے ہماری قوت ادراک سے کیا کیا
آبادؔ عظیم آبادی

کینہ جو ! کس نے کہا تجھ سے کہ کینہ اچھا
پاک کینے سے جو سینہ ہے وہ سینہ اچھا
مبارکؔ عظیم آبادی

کسی نے بھی نہ پہچانا وطن میں
میں سمجھا تھا بہت مشہور ہوں میں

حفیظ جالندھری

کامیابی کے لیے احساس حالت چاہئے
ایک ہو جاؤ اگر دنیا میں عزت چاہئے

احساسؔ مگہری

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

اقبالؔ

کاغذ میں دب کے مر گئے کیڑے کتاب کے
دیوانہ بے پڑھے لکھے مشہور ہوگیا

بشیر بدر

کاغذ کی یہ مہک ،یہ نشہ روٹھنے کو ہے
یہ آخری صدی ہے کتابوں سے عشق کی سعود عثمانی

کسی رئیس کی محفل کا ذکر کیا ہے امیر
خدا کے گھر بھی نہ جائیں گے بن بلائے ہوئے

امیرؔ مینائی

کشتیاں سب کی کنارے پہ پہنچتی ہیں امیرؔ
نا خدا جن کا نہ ہو ان کا خدا ہوتا ہے

امیرؔ مینائی

کیسی گھڑی تھی گھر سے جو نکلا تھا میں غریب
پھر دیکھنا نصیب نہ مجھے وطن ہوا

امیرؔ مینائی

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

انشاؔ

کیا ہنسی آتی ہے مجھ کو حضرتِ انسان پر
فعلِ بد تو خود کریں لعنت کریں شیطان پر

انشاؔ

کبھو رونا ، کبھو ہنسنا ، کبھی حیراں ہو رہنا
محبت کیا بھلے چنگے کو دیوانہ بناتی ہے

دردؔ

کھل کے گل کچھ تو بہار اپنی صبا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

ذوقؔ

کہتے ہیں آج ذوقؔ جہاں سے گزر گیا
کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

ذوقؔ

کیا ملا عرض مدعا کرکے
بات بھی کھوئی التجا کرکے
رندؔ لکھنوی

کسی کی ناؤ کو طوفان نے غرق آب کیا
کسی کی ناؤ کنارے اسی بہانے گئی
جمیل مظہری

کانٹوں کا بھی کچھ حق ہے آخر
کون چھڑائے اپنا دامن
جگرؔ مرادآبادی

کہی کسی سے نہ رودادِ زندگی میں نے
گذار دینے کی شے تھی ، گذار دی میں نے
حکیم مخمور

کون جانے کہ اک تبسم سے
کتنے مفہومِ غم نکلتے ہیں
اقبالؔ صفی پوری

کتنے جذبات نمایاں نہیں ہونے پاتے
اشک بن جاتے ہیں طوفان نہیں ہونے پاتے
رئیس امروہوی

کسی کو کیا خبر بسمل کے دل پر کیا گذرتی ہے
یہاں سب ہیں خم ابروئے قاتل دیکھنے والے
سید مظفر پوری

کرنے کو رفو کر ہی لیں گے سب دنیا والے زخم اپنے
جو زخم دل انساں پہ لگا اس زخم کا سینا مشکل ہے
عرشؔ ملسیانی

کس طرح قانون توڑے جا سکیں
اس کے بھی قانون بنوائے گئے
عزیز الحسن عزیزؔ

کہتے ہیں بات حق وصداقت کی برملا
ہم لوگ ذہن ودل کی گھٹن کے خلاف ہیں
عزیزؔ بگھروی

کوئی تو سانحہ گزرا ہے شہر میں اپنے
ہر اک مکان کا پتھر اداس لگتا ہے
تاج الدین شاہدؔ

کیوں یاسؔ یوں ہی دور سے منھ تکتے رہوگے
بے مانگے تو اس بزم میں ساغر نہیں ملتا
یگانہؔ (یاسؔ) چنگیزی

کوئی بزم ہو کوئی انجمن یہ شعار اپنا قدیم ہے
جہاں روشنی کی کمی ملی وہیں ایک چراغ جلا دیا
کلیم عاجزؔ

کسے تہذیب کہتے ہیں وہ خود ہی جان جائیں گے
تم اپنے اپنے بچوں کو فقط اردو سکھا دینا
ابن حسن بھٹکلی

کیوں نہ مضطر ہوں اسے دیکھ کے دیکھو تو سہی
شمع کے سامنے کیا حال ہے پرانے کا
جوششؔ

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب
گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا
غالبؔ

کھا کھا کر اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا
تھا موتیوں سے دامن صحرا بھرا ہوا
انیسؔ

کہاں سے لاؤں صبرِ حضرت ایوب اے ساقی
خم آئے گا صراحی آئے گی تب جام آئے گا
شادؔ عظیم آبادی

کتنے کم ظرف ہیں یہ اونچی عمارت کے مکیں
اہل فٹ پاتھ کا سورج بھی چھپا بیٹھے ہیں
اظہار مسرؔت یزدانی

کتنی خوش فہمیوں میں رہتا ہوں
پاس جب آئینہ نہیں ہوتا
حنیف ساغؔر

کھیل طوفان کا سمجھ لو تو کنارے ہیں بہت
ورنہ ساحل کے قریں موت کے دھارے ہیں بہت
عزیز قصری

کریں انسان کی خدمت کہ ہے یہ بندگی اپنی
کسی کے کام آجائے ، یہی ہے زندگی اپنی
سید یوسف قادری

﴿گ﴾

گریز کشمکشِ زندگی سے مردوں کی
اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست
اقبؔال

گلستاں کے لیے رونے سے کچھ بنتا نہیں فانؔی
نظر میں حسن پیدا کر ، سنور جائے گا ویرانہ
فانؔی بدایونی

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدالا الــــــــــــــــــــــــــــــــہ الا اللہ

اقبالؔ

گلوں کے ساتھ تعاون کیاہے کانٹوں نے
چمن کی ورنہ مکمل نہ ہو سکی تصویر

عاصیؔ کرنالی

گلشن پرست ہوں مجھے گل ہی نہیں عزیز
کانٹوں سے بھی نباہ کیے جا رہا ہوں میں

جگرؔ مرادآبادی

گھروں میں بیٹھ کے سنتے ہیں عالمی خبریں
جنہیں پڑوس کی اپنے کوئی خبر ہی نہیں

اسدؔ رضوی

گر بوئے گل نہیں نہ سہی ،یادِ گل تو ہے
صیاد لاکھ رکھے قفس کو چمن سے دور

محمد علی جوہرؔ

گرجتے بادلوں سے درس ملتا ہے کہ اے لوگو
فقط باتوں کے غازی فیض پہنچایا نہیں کرتے

دوا کرراہیؔ

گفتگو یہ کہ خدا ہے سب کچھ
اور عمل یہ کہ خدا کچھ بھی نہیں

دوا کر راہیؔ

گل اگر اک شمع ہوتی ہے ہوائے دہر سے
سینکڑوں اس کی جگہ ہوتی ہیں روشن ، غم نہ کر

نہالؔ سیوہاروی

گلوں سے داغ، کانٹوں سے خلش لینے کو آئے ہیں
گلستاں میں ہم اپنے دل کو بہلانے نہیں آئے

حفیظؔ میرٹھی

گھروں سے تا دَرِ زنداں ، وہاں سے مقتل تک
ہر امتحاں سے ترے جاں نثار گزرے ہیں

حفیظؔ میرٹھی

گرد مایوسی کی چھائے نہ کبھی چہرے پر
دل کو امید کا آئینہ بنائے رکھیے

کمالؔ جعفری

گئے وہ دن کہ لطف آتا تھا کانٹوں سے الجھنے میں
ہنسی بھی اب تو پھولوں کی گراں معلوم ہوتی ہے

نازؔ

گناہ گار سہی ہاں سیاہ کار سہی
یہ کم ہے؟ امتِ خیر الانام ہیں ہم لوگ
نہالؔ سیوہاروی

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینتِ چمن
اے ذوقؔ اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے
ذوقؔ

گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا
اقبالؔ

گرتے ہیں شہسوار ہی میدانِ جنگ میں
وہ طفل کیا گرے جو گھٹنوں کے بل چلے
عظیمؔ دہلوی

گلستاں کے فقط نقشے بدل دینے سے کیا حاصل
وہ کوشش کر کہ اک اک خار خلد آثار ہو جائے
عنوانؔ چشتی

گر دلوں میں اتفاق اور خواہشوں میں میل ہے
زندگی کی راحتوں کو فتح کرنا کھیل ہے
آغا حشر کاشمیری

گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں
یہاں اب میرے رازداں اور بھی ہیں

اقبال

گیا اخلاص عالم سے عجب دور آیا ہے
ڈرے سب خلق ظالم سے عجب کچھ دور آیا ہے

جعفرزٹلی

گو ذرا سی بات پر برسوں کے یارانے گئے
لیکن اتنا تو ہوا کچھ لوگ پہچانے گئے

خاطرغزنوی

گونگی ہے ازل سے جو حقیقت
میں اس کو زبان دے رہا ہوں

سلیم احمد

گئے دونوں جہاں کے کام سے ہم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے
نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

مرزا صادق شرر

گذرتی ہے جو دل پر ، لب پہ وہ لا ہی کے کیا ہوگا
سمجھ کر جو نہ سمجھے اس کو سمجھا ہی کے کیا ہوگا

مانوس سہسرامی

گدا نواز نے سب کے تو ہاتھ تھام لئے
ہمارا دستِ طلب مسکرا کے چھوڑ دیا
بہزادؔ لکھنوی

گھر ہے وحشت خیز اور صحرا اجاڑ
ہو گئی اک اک گھڑی تجھ بن پہاڑ
حالیؔ

گھر ٹپکتا ہے اور اس پر گھر میں وہ مہمان ہیں
پانی پانی ہو رہی ہے آبرو برسات میں
مضطرؔ مظفر پوری

گرمی حسرت نا کام سے جل جاتے ہیں
ہم چراغوں کی طرح شام سے جل جاتے ہیں
قتیلؔ شفائی

گریہ انجام تبسم ہے، نہ ہنس اے غافل
خون روئیں گے وہی زخم جو خنداں ہوں گے
نسیمؔ دہلوی

گرتے گرتے ان کا دامن تھام لے
گرنے والے لغزشوں سے کام لے
میکشؔ حیدرآبادی

گذاری تھیں خوشی کی چند گھڑیاں
انہیں کی یاد اپنی زندگی ہے
عندلیب شادابی

گذرے ہوئے زمانہ کا اب تذکرہ ہی کیا
اچھا گذر گیا بہت اچھا گذر گیا
حفیظ جالندھری

گھر سے نکلو تو پتہ جیب میں رکھ کر نکلو
حادثہ چہرے کی پہچان مٹا دیتا ہے
ظہیر عالم

گفتگو کی تم سے عادت ہوگئی ہے ورنہ میں
جانتا ہوں بات کرتی ہے تصویر بھی
نوبت رائے نظر

گلوں میں رنگ بھرے بادنو بہار چلے
چلے بھی آؤ کہ گلشن کا کاربار چلے
فیض

﴿ ل ﴾

لوگ کہتے ہیں بدلتا ہے زمانہ سب کو
مرد وہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں
اکبرالہ آبادی

لاکھ روکیں دَرِ ظلمت کے محاسن لیکن
وہ سحر جو کہ ہے آنے کو، وہ آئے گی ضرور
ابوالمجاہد زاہدؔ

لہو ڈوبی سحر سے، سلگتی شاموں سے
گزر رہے ہیں مسافر، کٹھن مقاموں سے
عرشیؔ بھوپالی

لوگ چن لیں جس کی تحریریں حوالوں کے لیے
زندگی کی وہ کتابِ معتبر ہوجائے
ابوالمجاہد زاہدؔ

لمحہ لمحہ کو بچاؤ کہ یہی بہتر ہے !
کچھ نہ کر پائے کبھی وقت گنوانے والے
نعیمؔ نجمی

لفظ ومنظر میں معانی کو ٹٹولا نہ کرو
ہوش والے ہو تو ہر بات کو سمجھا نہ کرو
محمود ایاز

لَحَدْ میں کیوں نہ جاؤں منھ چھپائے
بھری محفل سے اٹھوایا گیا ہوں
شادؔ عظیم آبادی

لب یہ آتی ہے دعا بن کہ تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

علامہ اقبالؔ

لوگ اپنے اصول بھی اکثر
پیرہن کی طرح بدلتے ہیں

دوا کرراہیؔ

لے چل ہاں منجدھار میں لے چل، ساحل ساحل کیا چلنا
میری اتنی فکر نہ کر، میں خوگر ہوں طوفانوں کا

حفیظؔ میرٹھی

لوگ اُن کے ظلم کا چرچا تو کرتے ہیں بہت
روک دے کوئی ، یہ ہمت بھی کسی کے دل میں ہے

حیرتؔ شملوی

لوگ اس طرح سے کترا کے نکل جاتے ہیں
جیسے کچھ مانگتا پھرتا ہوں گدا گر کی طرح

طاہرؔ تلہری

لُٹ گیا قافلہ کیا کہیے کہ لوٹا کس نے
راہ میں کوئی نہ تھا راہ نما سے پہلے

شاعرؔ لکھنوی

لے دے کے اپنے پاس فقط اک نظر تو ہے
کیوں دیکھیں زندگی کو کسی کی نظر سے ہم
ساحرؔ لدھیانوی

لے سانس بھی آہستہ ، کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کار گہہ شیشہ گری کا
میر تقی میرؔ

لے اڑی طرز فغاں بلبل ِنالاں ہم سے
گل نے سیکھی روشِ چاک گریباں ہم سے
گنا بیگم شوخؔ

لائے اس بت کو التجا کرکے
کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے
انور دہلوی

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے
شیخ محمد ابراہیم ذوقؔ

لو گھات ہی میں بیٹھا تھا صیاد ہماری
اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے
رندؔ لکھنوی

لیکن ان تلخ مباحث سے بھلا کیا حاصل
لوگ کہتے ہیں تو پھر ٹھیک ہی کہتے ہوں گے

ساحرؔ لدھیانوی

لاکھ تدبیر کرکے کوئی تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

نامعلوم

لپٹتی ہے بہت یاد وطن جب دامن دل سے
پلٹ کر اک سلامِ شوق کر لیتا ہوں منزل سے

یگانہؔ چنگیزی

لے کے خود پیر مغاں ہاتھ میں مینا آیا
میکشو شرم کر اس پر بھی نہ پینا آیا

شادؔ عظیم آبادی

لکھ کر جو میرا نام زمیں پر مٹا دیا
ان کا تھا کھیل خاک میں مجھ کو ملا دیا

نواب اختر محل اخترؔ

لگے گی آگ تو گھر آئیں گے کئی زد میں
یہاں پہ صرف ہمارا مکان تھوڑی ہے

راحتؔ اندوری

لاکھوں ہی مسافر چلتے ہیں منزل پہ پہنچتے ہیں دو چار
اے اہل زمانہ قدر کرو نایاب نہیں کمیاب ہیں ہم
شادؔ عظیم آبادی

﴿ م ﴾

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا
مجروحؔ سلطان پوری

متاع لوح وقلم چھن گئی تو کیا غم ہے
کہ خون دل میں ڈبولی ہیں انگلیاں میں نے
فیضؔ

میری زباں پہ شکوۂ اہل ستم نہیں
مجھ کو جگا دیا، یہی احسان کم نہیں
جگرؔ مرادآبادی

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سِناں اول، طاؤس ورَبابِ آخر
اقبالؔ

میسر آتی ہے فرصت فقط غلاموں کو
نہیں ہے بندۂ حُر کے لیے جہاں میں فراغ
اقبالؔ

میری نظر میں وہی سَر ہے سَر جسے عامؔر
زمانہ کاٹ تو ڈالے مگر جھکا نہ سکے
عامؔر عثمانی

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا
علامہ اقبالؔ

میسّر ہو اگر ایمانِ کامل
کہاں کی الجھنیں، کیسے مسائل
حفیظؔ میرٹھی

مصیبت کا بھی اک مقصد ہے دنیائے حوادث میں
کہ اک ٹھوکر لگے اور آدمی ہشیار ہو جائے
ماہؔر القادری

متحد ہو کے بڑھو ، جوشِ جنوں لے کے چلو
راہ دشوار ہے اے ہمسفرو! یاد رکھو !
واحدؔ پریمی

میں ایک تنکا سہی راہِ زیست کا لیکن
مجھے اڑا نہ سکے گی ہوا زمانے کی
واحدؔ پریمی

میں تو ہر حال میں راضی بہ رضا رہتا ہوں
جو بھی ہوتا ہے مرے حق میں بجا ہوتا ہے
بیدلؔ سرحدی

میرے دل کو سوزِ غم سے بڑی روشنی ملی ہے
کبھی تم بھی اپنے گھر میں یہ دیا جلا کے دیکھو
اخترؔ اسکندروی

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گلِ گلزار ہوتا ہے
اقبالؔ

میری سمجھ میں آ گیا ہر ایک رازِ زندگی
جو دل پہ چوٹ پڑ گئی، تو دور تک نظر گئی
عنوانؔ چشتی

میری دنیا اجاڑنے والو
یہ نہ بھولو میرا خدا بھی ہے
دوا کر راہیؔ

میرؔ بندوں سے کام کب نکلا
مانگنا ہے جو کچھ خدا سے مانگ
میر تقی میرؔ

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چُن لیے
قطرے جو تھے میرے عرقِ انفعال کے

اقبالؔ

مصائب میں الجھ کر مسکرانا میری فطرت ہے
مجھے ناکامیوں پر اشک برسانا نہیں آتا

داغ دہلوی

میدانِ کار زار میں آئے وہ قوم کیا
جس کا جوان آئینہ خانے میں رہ گیا

حفیظؔ میرٹھی

میں بھی پھروں ہوں مارامارا چھوڑ کے تیرے دامن کو
پیڑ سے جو پتّا ٹوٹے ہے ، آوارہ ہو جائے ہے

حفیظؔ میرٹھی

مسئلے خود بخود ختم ہوجائیں گے
اپنی اپنی حدوں میں رہا کیجیے

تابشؔ مہدی

مل کے رہنے کا ہم فیصلہ تو کریں
کس میں ہمت ہے ہم میں جدائی کرے

عزیزؔ بگھروی

مانگ لوں تجھ سے تجھی کو، تو سبھی کچھ مل جائے
سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے
امیر مینائی

میں اور التجائے کرم،آپ سے کروں
یہ بھیک دیجیے اسے، جس کا خدا نہ ہو
منظر صدیقی

مصائب لاکھ بڑھ جائیں، عزائم کم نہیں ہوتے
یہ سر وہ ہیں جو کٹ جاتے ہیں لیکن خم نہیں ہوتے
سعید رضا

من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں ۔!
تن کی دولت چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن
اقبال

منھ کے میٹھے ، دل کے کھوٹے ، جان کے وہ دشمن نکلے
اس دنیا میں جن کو ہم نے سمجھا تھا غمخوار بہت
طفیل ہوشیار پوری

میں نے ہر غم کو کر لیا ہے قبول
آپ کی ہر خوشی گواہ رہے
رئیس رامپوری

مفلسی اک عذاب ہے یارو!
جب نہ ایمان کا اثاثہ ہو!
دوا کرراہی

میں سایہ ہوں ، مجھے تاریکیوں سے کیا لینا
میری حیات تو ہے روشنی سے وابستہ
طاہر تلہری

مدتیں گزری تری یاد بھی آئی نہ ہمیں
اور ہم بھول گئے ہوں تجھے ایسا بھی نہیں
فراق گورکھپوری

میں بھی کچھ خوش نہیں وفا کرکے
تم نے اچھا کیا نباہ نہ کی
مومن خاں مومن

ملا جو موقع تو روک لوں گا جلال روز حساب تیرا
پڑھوں گا رحمت کے وہ قصیدے کہ ہنس پڑے گا عتاب تیرا
جوش ملیح آبادی

مت سہل ہمیں جانو، پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انساں نکلتے ہیں
میر

میری روح کی حقیقت میرے آنسوؤں سے پوچھو
میری مجلسی تبسم میرا ترجماں نہیں ہے
مصطفیٰ زیدیؔ

متاع زندگی کے دینے والے ! یہ تو سمجھادے
کہ اتنا بوجھ سرپر رکھ کے لے جانا کہاں ہوگا ؟
آسی الدی

میں جھوٹ میں چھپاتا ہوں اپنے عیوب کو
اللہ جانتا ہے کہ جھوٹا نہیں ہوں میں
یونس جوہرؔ جعفری

میں اپنے عہد میں شمعِ مزار ہو کے رہا
کبھی نہ جان سکے مجھ کو میرے ہمسائے
میکشؔ اکبرآبادی

مشتاق دردِ عشق ، جگر بھی ہے دل بھی ہے
کھاؤں کدھر کی چوٹ ، بچاؤں کدھر کی چوٹ
آتشؔ

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے
برق لکھنوی

میرے ارمانوں سے کہتے ہیں اجل
اس قدر سامان دو دن کے لیے
اختر شیرانی

موقع بحث کا نہیں صاحبِ اقبال ہیں آپ
میری ہر بات بری آپ کی ہر بات اچھی
اکبرالہ آبادی

مانا کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں
تو میرا شوق دیکھ میرا انتظار دیکھ
اقبالؔ

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر
اقبالؔ

میں سچ کہوں گی مگر پھر بھی ہار جاؤں گی
وہ جھوٹ بولے گا اور لا جواب کر دے گا
پروین شاکر

مجھے آتا ہے رونا ایسی تنہائی پہ اے تاباںؔ
نہ یار اپنا ، نہ دل اپنا ، نہ تن اپنا ، نہ جان اپنا
تاباںؔ میر عبدالحی

مٹھیوں میں خاک لے کر دوست آئے وقتِ دفن
زندگی بھر کی محبت کا صلہ دینے لگے

ثاقبؔ لکھنوی

مقدور ہمیں کب تیرے وصفوں کی رقم کا
حقا! کہ خداوند ہے تو لوح وقلم کا

خواجہ میر دردؔ

میں نہیں کہتا کہیں تم اور مت جایا کرو
بندہ پرور اس طرف کو بھی کبھی آیا کرو

دردؔ

میرے نالوں سے چپ ہیں مرغِ خوش الحان زمانہ میں
صدا طوطی کی سنا کون ہے نقار خانے میں

ذوقؔ

موت نے کردیا لا چار وگر نہ انسان
ہے وہ خود بیں کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

ذوقؔ

مجھے گرنا ہے تو میں اپنے ہی قدموں میں گروں
جس طرح سایۂ دیوار پہ دیوار گرے

شکیبؔ جلالی

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے
شوقؔ لکھنوی

مکتبِ عشق کا دستور نرالا دیکھا
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا
طاہرؔ

منزل کی جستجو سے پہلے کسے خبر تھی
رستوں کے پیچ ہوں گے اور رہنما نہ ہوگا
آزادؔ انصاری

محبت انسان کی ہے فطرت ، کہاں ہے امکانِ ترک الفت
وہ اور بھی یاد آرہا ہے ، میں اس کو جتنا بھلا رہا ہوں
ناطقؔ لکھنوی

میرے لبوں کا تبسم تو سب نے دیکھ لیا
جو دل پہ بیت رہی ہے وہ کوئی کیا جانے
اقبال صفی پوری

میری ہر بات کو الٹا وہ سمجھ لیتے ہیں
اب کے پوچھا تو یہ کہدوں گا کہ حال اچھا ہے
جلیلؔ مانکپوری

مانگا کریں گے اب سے دعا ہجر یار کی
آخر تو دشمنی ہے دعا کو اثر کے ساتھ

مومنؔ

میری بربادیوں کا، ہم نشینو!
تمہیں کیا خود مجھے بھی غم نہیں ہے

اسرار الحق مجازؔ

میری قسمت ہی میں لکھی تھی تباہی اے دوست
ہے شکایت مجھے اپنے کی نہ بیگانے کی

عزیز وارثی

مخالف بخت ہو تو کام بن بن کر بگڑتا ہے
سفینہ جا پڑا منجدھار میں ٹکرا کے ساحل سے

بسملؔ آروی

موتی بننے سے کیا حاصل جب اپنی حقیقت ہی کھو دی
قطرے کے لیے بہتر تھا ، قلزم بنتا ، دریا ہوتا

جمیل مظہری

میں بھی کوئی چیز تھا ، لیکن نہ پہچانا مجھے
بندہ پرور قدر ہی تم نے نہیں جانی میری

ناطقؔ گلاوٹھی

میرے احباب کیوں ملتے ہوئے مجھ سے ہچکتے ہیں
وفورِ غم سے کیا صورت بھی پہچانی نہیں جاتی

حسن امام

مئے بھی ہے ، مینا بھی ہے ، ساغر بھی ہے ، ساقی نہیں
جی میں آتا ہے لگا دیں آگ میخانے کو ہم

نظیر اکبر آبادی

میکدہ ہے یہ سمجھ بوجھ کے پینا اے رند
کوئی گرتے ہوئے پکڑے گا نہ بازو تیرا

شاد عظیم آبادی

میری دیوانگی، ناصح کا عاقل بن کے سمجھانا
اس افسانہ کو جو سنتا ہے گھڑیوں مسکراتا ہے

شاد عظیم آبادی

ملے تو حشر میں لے لوں زبان ناصح کی
عجب چیز ہے یہ طول مدعا کے لیے

داغ

میں رہا ہو کر اسیرِ دام احسان ہو گیا
ہو گئی مجھ کر قفس چشم کرم صیاد کی

کریم چھپروی

میں حیرت وحسرت کا مارا خاموش کھڑا ہوں ساحل پر
دریائے محبت کہتا ہے آ کچھ نہیں پایاب ہیں ہم
شاؔد عظیم آبادی

مصحفی ہم تو یہ سمجھے تھے کہ ہوگا کوئی زخم
تیرے دل میں تو بہت کام رفو کا نکلا
مصحؔفی

منصب عہد یہ بھی اہل ستم فائز تھے
لوگ ہاتھوں میں لیے کاسہ سر لوٹ آئے
مقبول عامر

منتظر ہے دست قاتل میں کھلا خنجر چلو
ہم بھی دیکھیں آج اپنے قتل کا منظر چلو
عزیز بگھروی

مدت کے بعد اذن تبسم ملا ہمیں
وہ بھی کچھ ایسا تلخ کہ آنسو نکل پڑے
احمد ندیم قاسمی

میرے گھر کو آگ لگا کر ہمسایوں کو ہنسنے دو
شعلے بڑھ کر جا پہنچے میرے گھر سے آگے بھی
کلیم عاجؔز

میں کامیاب دید بھی محروم دید بھی
جلوؤں کے اژدھام نے حیراں بنا دیا

اصغؔر

محشر میں گئے شیخ تو اعمال ندارد
جس مال کے تاجر تھے وہ مال ندارد

ماچسؔ لکھنوی

منزلیں سب کے مقدر میں کہاں ہوتی ہیں
سینکڑوں لوگ تو رستے میں ہی مر جاتے ہیں

حسیب سوزؔ

مرغان چمن کو پھولوں نے اے شادؔ یہ کہلا بھیجا ہے
آجاؤ جو تم کو آنا ہو، ایسے میں ابھی شاداب ہیں ہم

شادؔ عظیم آبادی

میں ڈوبتا جزیرہ تھا موجوں کی مار پر
چاروں طرف ہوا کا سمندر سیاہ تھا

ظفر اقبال

منزل عشق پہ تنہا پہنچے ، کوئی تمنا ساتھ نہ تھی
تھک تھک کر اس راہ میں آخر اک اک ساتھی چھوٹ گیا

فانیؔ

میں جہاں بھی جاتا ہوں پھول کھلنے لگتے ہیں
وقت نے مجھ کو کتنا خوش قدم بنایا ہے

پرویز شاہدی

میں گم ہوں جس کے تموج جس کی لہروں میں
وہ جلترنگ وہ بربط وہ آبشار ہو تم

اسلم آزاد

مسلسل گھات میں ہے میرا دشمن
مگر کوئی حفاظت کر رہا ہے

تابش مہدی

میں تو سمجھ رہا تھا کہ مجھ پر ہے مہربان
دیوار کی یہ چھاؤں تو سورج کے ساتھ تھی

حمایت علی شاعر

مظلوم کے دل کا ہر نالہ تاثیر میں ڈوبا ہوتا ہے
ظالم کو خبر کر دے کوئی انجام ستم کیا ہوتا ہے

ترنم کانپوری

میرے نقش پا کو تو دیکھئے کہ چراغ بن کے چمک اٹھے
کئی قافلے وہیں آملے جہاں جہاں سے گزر گیا

نٹور لال شفق

مجھے پا مال کرکے باغباں چاہے جہاں پھینکے
میں سبزہ بن کے پھر اگ آؤں گا صحنِ گلستاں میں

ساغرؔ نظامی

میرا حسن عمل مٹانے کو
حوصلہ چاہیے زمانہ کو

انجمؔ بدایونی

﴿ن﴾

نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے ، تو نہیں جہاں کے لیے

اقبالؔ

نقش ہیں سب نا تمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر

اقبالؔ

نہ سنو گر برا کہے کوئی
نہ کہو گر برا کرے کوئی

غالبؔ

نشانِ راہ سے ہٹ کر چلے تو ہو لیکن
بھٹک گیا جو کہیں کارواں تو کیا ہوگا

مشکورؔ

نہ معرفت، نہ بصیرت، نہ عصمتِ کردار
مسائل نظری کو سمجھ لیا ہے علوم
ماہرؔ القادری

نہ حوصلہ ، نہ تمنا ، نہ ولولہ نہ امنگ
یہ بے حسی نہیں اے دل تو بے حسی کیا ہے
آثرؔ لکھنوی

نہ دیکھ چشمِ زمانہ ہمیں حقارت سے
ادب ، کہ در خورِ صد احترام ہیں ہم لوگ
نہالؔ سیوہاروی

نہ ہوں حیران میرے قہقہوں پر مہرباں میرے
فقط فریاد کا معیار اونچا کر لیا میں نے
حفیظؔ میرٹھی

نہ ہوگا غیر کی تقلید سے اچھا اثر پیدا
خود اپنی زندگی میں زندگی کی شان پیدا کر
شفیقؔ جونپوری

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُر سوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے
اقبالؔ

نشاں یہی ہے زمانہ میں زندہ قوموں کا
کہ صبح وشام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں

اقبالؔ

نہ اتنا دل لگا آزادؔ دنیا سے کہ یہ ظالم
شریک ِ عیش ہوتی ہے ، شریک غم نہیں ہوتی

جگن ناتھ آزادؔ

نصیحت کی جگہ حسنِ عمل درکار ہے ناصح
یہ بہتر ہے کہ لفظوں کے بجائے زندگی بولے

عروجؔ زیدی

نہ لے چل خانقاہوں کی طرف شیخِ حرم مجھ کو
مجاہد کا تو مستقبل ہے میدانوں سے وابستہ

حفیظؔ میرٹھی

ناز برداری نہ کیجئے اہل دولت کی حفیظؔ
رفتہ رفتہ حاشیہ بردار ہو جائیں گے آپ

حفیظؔ میرٹھی

نہ دیکھیں گے چمن برباد ہوتے
کہ اس میں خون ہے شامل ہمارا

حفیظؔ میرٹھی

نہ ہم زمیں کے لیے ہیں، نہ آسماں کے لیے
جہاں میں آئے ہیں کچھ روز امتحاں کے لیے

ظہیرتاجؔ

نئی صبح پر نظر ہے، مگر آہ یہ بھی ڈر ہے
کہ یہ صبح رفتہ رفتہ کہیں شام تک نہ پہنچے

شکیلؔ بدایونی

نہیں ناداں کی دوستی بہتر
بلکہ دانا کی دشمنی اچھی

شاہ ظفرؔ

نہ ہوگا اس سے زیادہ جہان میں اندھیرا
کہ دوست دوست کو دیکھے، مگر نہ پہچانے

ذوالفقارؔ علی بخاری

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی ، جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرمِ خانہ خراب کو ، ترے عفوِ بندہ نواز میں

اقبالؔ

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزہ تو جب ہے کہ گرتے کو تھام لے ساقی

اقبالؔ

نہ ہم سفر، نہ کوئی رہنما تلاش کرو
تم اپنا بھولا ہوا راستہ تلاش کرو
ساز سیمابی

نہ خوفِ برق نہ خوفِ شرر لگے ہے مجھے
خود اپنے باغ کے پھولوں سے ڈر لگے ہے مجھے
ملک زادہ منظور

نہ مل سکے گا یہاں کوئی وقت پر اپنا
مفاد ڈھونڈتا پھرتا ہے ہر بشر اپنا
سوز نعمانی

نگاہیں جب بدلتی ہیں تو حیرت
کھٹکتی ہیں کسی کی خوبیاں تک
حیرت شملوی

نا امیدی ہے، جو قدموں کو جکڑ لیتی ہے
راستہ کوئی بھی دشوار نہیں ہوتا ہے
سوز نعمانی

نا خدا! کشتی تو پھر کشتی ہے، جرأت چاہیے
ایک تنکا بھی پہنچ جاتا ہے ساحل کے قریب
عارف اکبرآبادی

نہ دوسروں سے کہو ایسی بات جو تم سے
کوئی کہے تو گزر جائے ناگوار تمہیں!

دوا کررا ہی

نظمِ دنیا کو جو پاتا ہے ہمیشہ یکساں
دل پکار اٹھتا ہے اپنا کہ خدا واحد ہے

شاد عظیم آبادی

نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز

اقبال

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کِشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

اقبال

نہیں آتی تو یاد ان کی مہینوں تک نہیں آتی
مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں

حسرت موہانی

نہ ہو جو غم کا طلبگار، وہ جگر کیا ہے
نہ ہو جو حق کی طرفدار، وہ زباں کیا ہے

وحشت کلکتوی

ندیم! شہرِ تمنا کی روئداد نہ پوچھ
ہر ایک گھر میں لہو کا چراغ جلتا تھا
طاہرؔ تلہری

نرم الفاظ بھی چبھ جاتے ہیں نشتر کی طرح
چوٹ پھولوں سے بھی لگ جاتی ہے پتھر کی طرح
طاہرؔ تلہری

نشۂ زر میں چور ہیں کچھ لوگ
کس قدر بے شعور ہیں کچھ لوگ
دواکر راہیؔ

نہ بِک سکی کسی بازارِ مصلحت میں کبھی
میری زباں کی صداقت میری انا کی طرح
شاعرؔ لکھنوی

نئی بہار نے اتنے چبھوئے ہیں کانٹے
کہ زخم زخم ہے ہر پھول کا بدن اب تک
شاعرؔ لکھنوی

نہ جانے کتنے مسائل کا حل نکل آئے
اگرحیات کا مقصد سمجھ میں آجائے
دواکر راہیؔ

نہ گل کھلے ہیں ، نہ ان سے ملے ہیں ، نہ مے پی ہے
عجیب رنگ میں اب کے بہار گزری ہے
فیض احمد فیضؔ

نہیں اس کھلی فضا میں کوئی گوشئہ فراغت
یہ جہاں عجب جہاں ہے نہ قفس نہ آشیانہ
اقبالؔ

ناز تھا تم کو کسی کے پیار پر
اب مناؤ جشن اپنی ہار پر
مرزا عظیم بیگ چغتائی

نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پر سوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لئے
اقبالؔ

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے
غالبؔ

نہ چھیڑ اے نکہت بادِ بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں
انشاؔ

نہ ساتھ دینگی یہ دم توڑتی شمعیں
نئے چراغ جلاؤ کہ روشنی کم ہے
کلیم عاجز

نہ اتنی تیز چلے سر پھری ہوا سے کہو
شجر پہ اک ہی پتا دکھائی دیتا ہے
شکیب جلالی

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
مولانا ظفر علی خاں

نا حق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی
چاہیں ہیں سو آپ کریں ہیں ہم کو عبث بدنام کیا
میرؔ

نہیں مجھے جستجوئے منزل کہ خود ہے منزل میری طلب میں
کوئی تو مجھ کو بلا رہا ہے ، کسی طرف کو تو جا رہا ہوں
وحشتؔ کلکتوی

نازنیں ، ناز آفریں، نازک بدن ، نازک کمر
غنچہ لب، رنگیں ادا، شکر دہاں ، شیریں سخن
نظیرؔ اکبر آبادی

نہ پوچھ حال میرا چوبِ خشک صحرا ہوں
لگا کے آگ مجھے قافلہ روانہ ہوا

آتشؔ

نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے
گھٹ کے مر جاؤں یہ مرضی میرے صیاد کی ہے

محمد خاں رندؔ

ناتوانی کا برا ہو جس نے توڑے حوصلے
یعنی ہم حسرت سے گردِ کارواں دیکھا کئے

ثاقبؔ لکھنوی

ناصح میں اور ہم میں ہیں طرفہ صحبتیں
ہم کچھ نہیں سمجھتے وہ سمجھاتے جائے ہے

شیخ قلندر بخش جرأتؔ

نہ گورِ سکندر ہے نہ ہے قبر دارا
مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

آتشؔ

ناز ہے طاقتِ گفتار پہ انسانوں کو
بات کرنے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو

علامہ اقبالؔ

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانہ میں
کوئی برا نہیں قدرت کے کار خانہ میں

اقبال

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب وہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

بہادر شاہ ظفرؔ

نمک بھر کر میرے زخموں میں تم کیا مسکراتے ہو
میرے زخموں کو دیکھو مسکرانا اس کو کہتے ہیں

بےخودؔ دہلوی

نہ ہمدم ہے کوئی نہ اب ہمنشیں ہے
برے وقت کا کوئی ساتھی نہیں ہے

جرأتؔ

نہ یاروں میں رہی یاری نہ بھائیوں میں وفا داری
محبت اٹھ گئی ساری عجب کچھ دور آیا ہے

جعفرؔ

نا کام تمنا دل اس سوچ میں رہتا ہے
یوں ہوتا تو کیا ہوتا یوں ہوتا تو کیا ہوتا

چراغ حسن حسرتؔ

نہ جانا کہ دنیا سے جاتا ہے کوئی
بہت دیر کی مہرباں آتے آتے

داغؔ دہلوی

نہیں کھیل اے داغ یاروں سے کہدو
کہ آتی ہے اردو زبان آتے آتے

داغؔ دہلوی

نہیں اس کے خوگر ہم اے آسماں
نہ دے ہم کو تکلیف راحت کے بعد

داغؔ دہلوی

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

مرزا محمد رفیع سوداؔ

نیرنگی دنیا کا نہ پوچھو احوال
قصے ہیں کہانیاں ہیں افسانے ہیں

شادؔ عظیم آبادی

ناز تھا تم کو کسی کے پیار پر
اب مناؤ جشن اپنی ہار پر

شبنمؔ رومانی

نفس نفس میں اتر گیا ہزارہا وسوسوں کا دریا
دیار غربت میں آکے اترا ہے جب نیا قافلہ

عزیز الحسن عزیز

نبیلؔ اس شاعری کے شوق کو آسان مت سمجھو
رگوں سے یہ لہو کا قطرہ قطرہ کھینچ لیتا ہے

انس نبیلؔ

نکل آئے تنہا تیری رہ گذر پر
بھٹکنے کو ہم کارواں چھوڑ آئے

کیفؔ عظیم آبادی

نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا ، نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا
میں ہلاک جادوئے سامری، تو قتیل شیوۂ آذری

علامہ اقبال

ناپ سکے گا کون تمہاری گہرائی
اوپر سے تم کتنے سادہ لگتے ہو

ڈاکٹر عصمت جاویدؔ

واۓ ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اقبالؔ

وہ اہل دل ہیں کہ پیہم ابھرتے جاتے ہیں
تُلا ہوا ہے زمانہ جنہیں مٹانے کو

جمالؔ امین آبادی

وہ سجدہ روحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اسی کو آج ترستے ہیں منبر ومحراب

اقبالؔ

وہ مرد مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو!
ہو جس کے رگ وپے میں فقط مستیِ کردار

اقبالؔ

وہ بے گناہ جو قاتل کو کر رہے تھے تلاش
لہو ملا ہمیں ان کی بھی آستینوں میں

شاعرؔ لکھنوی

وقت برباد کرنے والوں کو
وقت برباد کرکے چھوڑے گا

دواکر راہیؔ

وہ جلد سَیلِ حوادث میں ڈوب جائیں گے
جو لوگ وقت کا دھارا بدل نہیں سکتے

غافلؔ کرنالی

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

اقبالؔ

وہ بھی کیا دن تھے کہ دوڑاتے تھے گھوڑے بحر میں
اب تو پتّا بھی کھڑکتا ہے تو ڈر جاتے ہیں لوگ

تابشؔ مہدی

وہ غم بھی کتنے مبارک ہیں آدمی کے لیے
جو زندگانی کے معیار کو بلند کریں

دوا کرراہیؔ

وہیں ہوا ہے اصولوں کا قافلہ گمراہ
غرض کے ساتھ جہاں مصلحت بھی شامل ہے

دوا کرراہیؔ

وے صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں
اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں

محمد رفیع سوداؔ

وقت کا اب یہ تقاضا ہے کہ ہر وہ دیوار
دل کو جو دل سے جدا کردے گرا دی جائے

دوا کرراہیؔ

وہی لمحہ تھا حاصلِ عمرِ ثاقبؔ
کہ جب موت پر زندگی مسکرائی

ثاقبؔ کانپوری

وقت پر کام جو آجاتا ہے اپنے انساں
بڑھ کے اپنوں سے ہے ، ہر چند وہ اپنا نہ سہی

لیثؔ قریشی

وہی دل وہی طبیعت مگر اپنا اپنا جذبہ
کوئی آشیاں اجاڑے، کوئی آشیاں بسائے

لیثؔ قریشی

وقت کا اک اک لمحہ ،امین صدیوں کا
گم ہو اگر اک لمحہ، صدیوں ہی رلاتا ہے

آبادؔ شاہ پوری

وہ علم نہیں زہر ہے احرار کے حق میں
جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کفِ جَو

اقبالؔ

وقت کے قدرداں کی نظروں میں
زندگی مختصر نہیں ہوتی

رشیدکوثرؔ فاروقی

وہ معتبر ہی نہیں سجدہ بندگی کے لیے
کبھی کسی کے لیے ہو، کبھی کسی کے لیے

مائلؔ خیرآبادی

وہ آئے ہیں پشیماں لاش پر اب
تجھے اے زندگی لاؤں کہاں سے

مومن خاں مومنؔ

وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ جو سنا افسانہ تھا

خواجہ میر دردؔ

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحرِ بے کراں کے لئے

غالبؔ

وقت کرتا ہے پرورش برسوں
حادثہ ایک دم نہیں ہوتا

قابلؔ اجمیری

ویراں ہے میکدہ خم و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

فیضؔ

وہ آئے بزم میں اتنا تو فکر نے دیکھا
پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

فکؔر رامپوری

وائے قسمت وہ بھی کہتے ہیں برا
ہم برے سب سے ہوئے جن کے لئے

امیر مینائی

وقت آنے دے دکھادیں گے تجھے اے آسماں
ہم ابھی سے کیوں بتائیں کیا ہمارے دل میں ہے

بسمؔل عظیم آبادی

وہ افسانہ جسے تکمیل تک لانا نہ ہو ممکن
اسے اک خوبصورت موڑ دے کر چھوڑنا اچھا

ساحؔر لدھیانوی

وہ خاک لذت منزل سے آشنا ہوگا
ہر اک قدم پہ جو مڑ مڑ کے دیکھتا جائے

ہاشم مونگیری

وہ دشمنی سے دیکھتے ہیں ، دیکھتے تو ہیں
میں شاد ہوں کہ ہوں تو کسی کی نگاہ میں

امیر مینائی

وفا کیسی ، کہاں کا عشق! جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگ دل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو

غالب

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو ، کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

غالبؔ

وقت کی سعی مسلسل کارگر ہوتی گئی
زندگی لحظہ بہ لحظہ مختصر ہوتی گئی

مجازؔ

وقت کے ساتھ تو چلنا ہی پڑے گا اے یادؔ
ہاں مگر وقت بہت تیز قدم ہوتا ہے

شاہجہاں بانو یادؔ

وہی کارواں ، وہی راستے ، وہی زندگی ،وہی مرحلے
مگر اپنے اپنے مقام پر کبھی تم نہیں کبھی ہم نہیں

شکیلؔ بدایونی

وہی رہ جاتے ہیں زبانوں پر
شعر جو انتخاب ہوتے ہیں

امیر مینائی

وطن کے لوگ ستاتے تھے جب وطن میں تھے
وطن کی یاد ستاتی ہے جب وطن میں نہیں

انجم کانپوری

ورنہ لوگ اٹھا دیں گے حاشیہ میں رکھ دیں گے
جتنی لازمی ہو بس اتنی انکساری رکھ

ظفؔر گورکھپوری

وہ لوگ دوڑتے چلاتے اس طرف کو گئے
جدھر سنا کہ سلامت تھا اک مکان کوئی

شریف احمد شریفؔ

ویراں ہوا خزاں سے چمن یاں تلک کہ اب
چاہیں کہ جل مریں تو کہیں خار و خس نہیں

میر باقر حزیںؔ

وہ ہم پہ مہرباں کبھی ہے کبھی نہیں
جینے کا اب گماں کبھی ہے کبھی نہیں

فدوی

وائے ناکامی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

دردؔ

وہ دانائے سبل، ختم الرسل ، مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہ عشق ومستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

علامہ اقبال

وہ شخص اکیلے میں یونہی نہیں روتا ہے
بیتے ہوئے لمحوں کا احساس تو ہوتا ہے

نشتر اکبر آبادی

وہ ادائے دلبری ہو کہ نوائے عاشقانہ
جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتحِ زمانہ

جگر مراد آبادی

﴿ ہ ﴾

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب وکار آفریں، کار کشا ، کار ساز

اقبال

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں ، کردار میں اللہ کی برہان

اقبال

ہم کو مٹا سکے یہ زمانے میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانہ سے ہم نہیں

جگرؔ مرادآبادی

ہجومِ غم میں عنواںؔ مسکرانا چاہیے تم کو
وہ انساں کیا جو غم میں زیست سے بیزار ہو جائے

عنوانؔ چشتی

ہم اپنا مقصدِ تخلیق اکثر بھول جاتے ہیں
لپٹ جاتا ہے جب اندیشۂ سود وزیاں ہم سے

حفیظؔ میرٹھی

ہم لوگ خطا کار، گناہ گار بہت ہیں
یعنی تری رحمت کے سزاوار بہت ہیں

زکیؔ کیفی

ہم جور بھی سہ لیں گے مگر ڈر ہے تو یہ ہے
ظالم کو کبھی پھولتے پھلتے نہیں دیکھا

عرشؔ ملسیانی

ہم کو اے خاک کے ذرّات سمجھنے والو
غور سے دیکھوذرا شمس وقمر ہیں ہم لوگ

واحدؔ پریمی

ہشیار! کہ الزام نہ آجائے جنوں پر
دیوانو! سرِ دار ہنسو، سوچتے کیا ہو
واحد پریمی

ہمکنارِ بحر ہو کر، موجِ طوفاں خیز ہو
پست ہمت کے لیے آغوشِ ساحل چاہیے
آثر لکھنوی

ہزار کشتی کو لائے بچا کے طوفاں سے
اجل جو آئی تو ساحل سے گر کے ڈوب گئے
ظہیر تاج

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہوجاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا
اکبر الہ آبادی

ہوس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے نوعِ انساں کو
اخوّت کا بیاں ہوجا، محبت کی زباں ہو جا !
اقبال

ہمیں سے رنگِ گلستاں ہمیں سے رنگِ بہار
ہمیں کو نظمِ گلستاں پہ اختیار نہیں
ساحر لدھیانوی

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

غالبؔ

ہوا ہے تندو تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

علامہ اقبالؔ

ہے مشورہ دوستوں کو میرا کہ کم نہ ہو گرمی تمنا
چراغ خلوت میں جلاؤ اگر کوئی انجمن نہیں ہے

کلیم عاجزؔ

ہزار بار جو مانگا کرو تو کیا حاصل
دعا وہی ہے، جو دل سے کبھی نکلتی ہے

داغؔ

ہر قدم پر نت نئے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں لوگ
دیکھتے ہی دیکھتے کتنے بدل جاتے ہیں لوگ

حمایت علی شاعر

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب دیکھیے ٹھہرتی ہے جا کرنظر کہاں

حالؔی

ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گی آسماں کیسے کیسے
امیؔر مینائی

ہمیشہ رنگ زمانہ بدلتا رہتا ہے
سفید رنگ ہی آخر سیاہ ہوتے ہیں
حیدر علی آتش

ہم ایسی کل کتابیں قابلِ ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کے بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں
اکبؔر الہ آبادی

ہے تجارت واقعی ایک سلطنت
زور یورپ کو اسی کا آج ہے
اکبؔر الہ آبادی

ہوئے اس قدر مہذب کبھی گھر کا منھ نہ دیکھا
کٹی عمر ہوٹلوں میں مرے اسپتال جا کر
اکبؔر الہ آبادی

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے
علامہ اقبالؔ

ہم نے جا کر دیکھ لیا ہے حدِ نظر سے آگے بھی
راہ گذر ہی راہ گذر ہے راہ گذر سے آگے بھی

پرویز شاہدی

ہوائیں زور کتنا ہی لگائیں آندھیاں بن کر
مگر جو گھر کے آتا ہے وہ بادل چھا ہی جاتا ہے

جوشؔ ملیح آبادی

ہر قدم پر نت نئے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں
دیکھتے ہی دیکھتے کتنے بدل جاتے ہیں لوگ

حمایت علی شاعرؔ

ہوش وہواس وتاب وتواں داغ جا چکے
اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا

داغؔ دہلوی

ہم پرورش لوح وقلم کرتے رہیں گے
جو دل پہ گزرتی ہے رقم کرتے رہیں گے

فیض احمد فیضؔ

ہزار برق گرے لاکھ آندھیاں اٹھیں
وہ پھول کھل کے رہیں گے جو کھلنے والے ہیں

ساحرؔ لدھیانوی

ہم کو تو گردش حالات پہ رونا آیا
رونے والے تجھے کس بات پہ رونا آیا
سیف الدین سیفؔ

ہم طالبِ شہرت ہیں ہمیں ننگ سے کیا کام
بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا
شیفتہؔ

ہمیں کو رنج دے کر الٹے شکوے ہم سے کرتے ہیں
جواب اپنا نہیں رکھتے ہو تم باتیں بنانے میں
صباؔ لکھنوی

ہمیں خبر ہے کہ ہم ہیں چراغِ آخر شب
ہمارے بعد اندھیرا نہیں اجالا ہے
ظہیرؔ کاشمیری

ہوا کے دوش پہ رکھے ہوئے چراغ ہیں ہم
جو بجھ گئے تو ہوا سے شکایتیں کیسی
عبیداللہ علیمؔ

ہر موڑ نئی ایک الجھن ہے قدموں کا سنبھلنا مشکل ہے
وہ ساتھ نہ دیں پھر دھوپ کیا سایہ میں بھی چلنا مشکل ہے
اقبالؔ صفی پوری

ہوش وخرد کا دامن تھامے دور تک ہم چلتے گئے
آئی جب منزل تو دیکھا ، ساتھی سب دیوانے تھے

کرم حیدری

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

غالبؔ

ہم ان سے حالِ دل رو رو کے بیتابانہ کہتے ہیں
انہیں دیکھو کہ ہنس ہنس کے مجھے دیوانہ کہتے ہیں

ارمانؔ عظیم آبادی

ہے زخم زخم مگر کیوں نہ جانئے اسے پھول
لہو لہو ہے مگر کیوں اسے لہو کہئے

سردارؔ جعفری

ہم تو ڈبو کر کشتی کو خود ہی پارلگائیں گے
طوفاں سے گر بچ نکلی ، ساحل سے ٹکرائیں گے

ماہرؔ القادری

ہزار بار کفن سر سے باندھ کے نکلے
ہزار بار تیری راہ میں حیات ملی

پروفیسر احتشام حسین

ہم بھی منھ میں زبان رکھتے ہیں
کاش پوچھو تو مدعا کیا ہے
غالبؔ

ہم نے اپنے آشیانے کے لیے
جو چبھیں دل میں وہی تنکے لیے
وحیدالدین وحیدؔ

ہر اک ظلم کی اک الگ نوعیت ہے
کسے بھول جاتے کسے یاد کرتے
کلیم عاجزؔ

ہم نے دکھا دکھا تیری تصویر جا بجا
ہر اک کو اپنی جان کا دشمن بنا لیا
آزادؔ انصاری

ہر اک شکستہ تمنا پہ مسکراتے ہیں
وہ کیا کریں جو مسلسل فریب کھاتے ہیں
رازؔ مرادآبادی

ہو رہی ہے ہر کلی محوِ بہار
کون سنتا ہے اسیرا ادام کی
مضطرؔ مظفرپوری

ہم تو کھلتے ہوئے غنچوں کا تبسم ہیں ندیم
مسکراتے ہوئے ٹکراتے ہیں طوفان سے

مخدوم محی الدین

ہم ابھی جرم بھی سمجھ نہ سکے
فیصلہ بھی سنا گئی دنیا

حفیظ میرٹھی

ہم شکستہ دل ستمگر بن گئے
آئینے ٹوٹے تو خنجر بن گئے

زینت اللہ جاوید

ہر در پہ ایک خاص نشاں دیکھتا ہوں میں
جیسے تمام شہر کوئی لوٹنے کو ہے

قمر ساحری

ہر قدم پر یہ کھنڈر کیسے ہیں
تھا اسی راہ میں گھر بھی اپنا

عزیز بگھروی

ہمسایوں سے ہم وطنوں سے لاشیں پوچھا کرتی ہیں
پیار کی باتیں کرنے والو قاتل کیوں بن جاتے ہو

حفیظ میرٹھی

ہزار بار مجھے لے گیا ہے مقتل میں
وہ ایک قطرہ خوں جو رگ گلو میں ہے
سید سلیمان ندوی

ہم نے جو طرز فغاں کی ہے قفس میں اتحاد
فیض گلشن میں وہی طرز بیاں ٹھہری ہے
فیضؔ

ہے آدمی بجائے خود اک محشر خیال
ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو
غالبؔ

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک
غالبؔ

ہرا شجر نہ سہی خشک گھاس رہنے دے
زمیں کے جسم پہ کوئی لباس رہنے دے
سلطان اختر

ہستی ہے جدائی سے اس کی جب وصل ہوا تو کچھ بھی نہیں
دریا میں نہ تھا تو قطرہ تھا دریا میں ملا تو کچھ بھی نہیں
جمیل مظہری

ہے دوستی تو جانب دشمن نہ دیکھنا
جادو بھرا ہوا ہے تمہاری نگاہ میں
مومنؔ

ہونٹوں کو سی کر دیکھئے پچھتایئے گا آپ
ہنگامے جاگ اٹھتے ہیں اکثر گھٹن کے بعد
کیفیؔ اعظمی

ہم تو ساحل سے چلے پیاس کا تحفہ لے کر
اب زمانہ ہمیں ڈھونڈا کرے دریا لے کر
راقمؔ لکھنوی

ہم خاک بھی ہو گئے پر اب تک
جی سے نہ تیرے غبار نکلا
میر محمدی بیدار

ہمارے منھ سے جو نکلے وہی صداقت ہے
ہمارے منھ میں تمہاری زبان تھوڑی ہے
راحتؔ اندوری

ہم نے کانٹوں کو بھی نرمی سے چھوا ہے اکثر
لوگ بے درد ہیں جو پھولوں کو مسل دیتے ہیں
بسملؔ سعیدی

ہم ہیں اگر تو خونِ جگر کی کمی نہیں
جتنے چراغ بزم میں چاہو جلائے جاؤ
کلیم عاجؔز

ہمیشہ اک نہ اک ہم پر ستم ڈھایا ستم گر نے
نہ پوچھو زندگی کس طرح کی اپنی بسر ہم نے
محمود خان عاشؔق اٹاوہ

ہر لمحہ سفر ، جنبش پیہم ، کوشش
یہ زیست عمل کا دن ہے ، تعطیل نہیں
کالی داس گپتا رضؔا

ہمت جو ہو بلند تو کچھ اس سے کام لے
ساقی کا انتظار نہ کر بڑھ کر جام لے
جگؔر

ہمارا حال تو دیکھا ہمارا ظرف بھی دیکھ
نگاہ اٹھتی نہیں غم اٹھائے جاتے ہیں
ساغؔر نظامی

ہیں دلیلیں تیرے خلاف مگر
سوچتا ہوں تیری حمایت میں
جون ایلؔیا

﴿ ی ﴾

یہ مصرع کاش نقشِ ہر در ودیوار ہو جائے
جسے جینا ہو مرنے کے لیے تیار ہو جائے

جگرمرادآبادی

یہی ہے زندگی تو زندگی سے خودکشی اچھی
کہ انساں عالمِ انسانیت پر بار ہو جائے

جگرمرادآبادی

یہ بھی تو سوچیے کبھی تنہائی میں ذرا
دنیا سے ہم نے کیا لیا، دنیا کو کیا دیا

حفیظ میرٹھی

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الـــــــــــــــــــــــــــہ الا اللہ

اقبال

یہ فریبِ جلوہ ہے سر بسر، مجھے ڈر یہ ہے دل بے خبر
کہیں جم نہ جائے تری نظر ، انہیں چند نقش ونگار پر

جگرمرادآبادی

یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبّر، یہ حکومت
پیتے ہیں لہو، دیتے ہیں تعلیم مساوات

اقبال

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اقبالؔ

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح ِعالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

اقبالؔ

یہ لغزشیں ہی سنبھلنا سکھا دیں گی
قدم قدم پہ سہاروں کا منھ نہ دیکھا کر

حفیظؔ میرٹھی

یوں گزارو ہر ایک دن گویا
زندگی کا وہ آخری دن ہے

دوا کرراہیؔ

یا تو احساں کرکے احساں مت جتا
یا کسی انسان پر احسان نہ کر

ابوالمجاہد زاہدؔ

یہ اندھیرے نہ ہوں گے چراغوں سے کم
دل جلاؤ یہاں روشنی کے لیے

عزیزؔ بگھروی

یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں بلبلیں
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گی

شاہ ظفرؔ

یو ں تو جینے کو سبھی جیتے ہیں دنیا میں مگر
زندگی نام ہے احساس کی بیداری کا

دوا کرراہیؔ

یہ جو دامن پہ تمہارے ہیں لہو کی چھینٹیں
تم کو اک عمر گزر جائے گی دھوتے دھوتے

ساغرؔ اعظمی

یوں تو سیّد بھی ہو ، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو؟

اقبالؔ

یہ کون سی جِدّت ہے، یہ کیسی ترقی ہے
انسان ہی انساں کو مخلوقِ دگر سمجھے

شکیلؔ بدایونی

یہ علم وتمدّن روحوں کی تسکین کا ساماں کر نہ سکے
ظاہر کو عطا کی تابانی ، باطن کو درخشاں کر نہ سکے

شمیمؔ عثمانی

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدّعی کے واسطے دار ورسن کہاں

رنؔد

یہی زمیں ترا مسکن، یہی ترا مدفن
اسی زمین سے تو مہر وماہ پیدا کر

جگؔرمرادآبادی

یوں تو ہم زمانہ میں کب کسی سے ڈرتے ہیں
آدمی کے مارے ہیں آدمی سے ڈرتے ہیں

خماؔربارہ بنکوی

یکا یک یوں بدل جائے گی دنیا
نہ تھا حیرتؔ ہمیں اس کا گماں تک

حیرتؔ شملوی

یوں زندگی گزار رہا ہوں ترے بغیر !
جیسے کوئی گناہ کیے جار ہا ہوں میں

جگؔرمرادآبادی

یہ روز وشب، یہ صبح وشام، یہ بستی، یہ ویرانہ
سبھی بیدار ہیں، انساں اگر بیدار ہو جائے

جگؔرمرادآبادی

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے، حقیقت میں ہے قرآن
اقبالؔ

یہ کیا غضب ہے نشیمن مرا ہی پھونک دیا
چراغ میں نے جلائے تھے روشنی کے لیے
بشیرؔ بدر

یہ تو نے کس کے شانے سے سلجھالیے ہیں بال
آئینہ دیکھ، زلف میں تیری ہے خم غلط!
عروجؔ قادری

یہ بھی پہچان ہے اک نئے ذہن کی
ہر ادا، ہر سخن تاجروں کی طرح
تابشؔ مہدی

یقیں نہ آئے تو پروانہ بن کے دیکھ ذرا
جسارتوں میں جو لذت ہے پیش وپس میں نہیں
عزیزؔ بگھروی

یہ کیا سلیقۂ ایماں ہے خود ہی کر انصاف
زباں پہ دعوئے توحید، بتکدے کا طواف
شمسؔ نوید

یہ کیا خبر تھی اندھیرے اُبل پڑیں گے قمرؔ
چراغ ہم نے جلائے تھے روشنی کے لیے
قمرؔ مرادآبادی

یہ دورِ شمس وقمر، یہ فروغ علم و ہنر
ترس رہی ہے زمیں پھر بھی روشنی کے لیے
ابوالمجاہد زاہدؔ

یہ کیا کم ہے کہ جب آتے ہو لوگو
کوئی الزام دے جاتے ہو لوگو
اخگرؔ رحیم آبادی

یوں اچانک وہ ادھر آ نکلا
راستہ بھول گیا ہو جیسے
شفیقؔ کوٹی

یہ کہہ کے دل نے مرے حوصلے بڑھائے ہیں
غموں کی دھوپ کے آگے خوشی کے سائے ہیں
ماہرؔ القادری

یادِ ماضی، غمِ امروز، امید فردا
کتنے سائے مرے ہمراہ چلا کرتے ہیں
شمیمؔ کرہانی

یقیں کی شمع جلاؤ، بڑا اندھیرا ہے
خِرد کو آگ لگاؤ، بڑا اندھیرا ہے

ابوالمجاہد زاہدؔ

یہی کیا وفاداریوں کے صلے ہیں
تمنا تھی پھولوں کی کانٹے ملے ہیں

ابوالمجاہد زاہدؔ

یہ کر لیا ہے عنادل نے فیصلہ باہم
گرے گی ٹوٹ کے بجلی تو مسکرائیں گے

الیاس شاربؔ

یہ سب نا آشنائے لذتِ پرواز ہیں شاید
اسیروں میں ابھی تک شکوۂ صیاد ہوتا ہے

اصغر گونڈوی

یہاں کوتاہیٔ ذوقِ عمل ہے خود گرفتاری
جہاں بازو سمٹتے ہیں وہیں صیاد ہوتا ہے

اصغرؔ گونڈوی

یوں تو ہر شخص اکیلا ہے بھری دنیا میں
پھر بھی ہر دل کے مقدر میں نہیں تنہائی

ناصرؔ کاظمی

یاد ماضی عذاب ہے یا رب
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

اختر انصاری دہلوی

یہ راہِ محبت کہتے ہیں پر خار بھی ہے اور دور بھی ہے
لیکن دلِ مضطر کیا کیجئے مشتاق بھی ہے مجبور بھی ہے

سردار محمد اختؔر

یہاں کوتاہی ذوق عمل ہے خود گرفتاری
جہاں بازو سمٹتے ہیں وہیں صیاد ہوتا ہے

اصغؔر گونڈوی

یہ دستور زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

اقبالؔ

یہ غازی یہ ترے پُر اسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی

اقبالؔ

یہ ستانے کی نکالی ہے انوکھی ترکیب
ظلم کا نام ستمگر نے حیا رکھا ہے

محمد علی جوہؔر

یہ منصب بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار ورسن کہاں
نواب محمد علی خاں رشکی

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا
رعنؔا اکبر آبادی

یہ چاہا تھا کہ پتھر بن کے جی لوں
سو اندر سے پگھلتا رہا ہوں
سلیم احمد

یہ بزم مے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کر خود اٹھالے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے
شادؔ عظیم آبادی

یہ ایک ابر کا ٹکڑا کہاں کہاں برسے
تمام دشت ہی پیاسا دکھائی دیتا ہے
شکیب جلالی

یارانِ تیز گام نے منزل کو جا لیا
ہم محوِ نالۂ جرسِ کارواں رہے
حالؔی

یاران سفر ہیں تیز قدم اے کشمکش کیا ہوگا
رکتا ہوں تو بچھڑ جاتا ہوں ، جلتا ہوں تو چلنا مشکل ہے
مضطر خیرآبادی

یہ بات، یہ تبسم ، یہ ناز ، یہ نگاہیں
آخر تمہیں بتاؤ ، کیوں کر نہ تم کو چاہیں
جوش ملیح آبادی

یہ سب کہنے کی باتیں ہیں ہم ان کو چھوڑ بیٹھے ہیں
جب آنکھیں چار ہوتی ہیں ، مروت آہی جاتی ہے
ظہیر دہلوی

یہ راز وہ ہے جو اب تک نہ کھل سکا بہزاد
میری سحر کو خدا جانے کس نے شام کیا
بہزاد لکھنوی

یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے
زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے
ذوق

یہ زخم دل ہمارے مرہم تک نہ پہنچے
ہم ان تلک نہ پہنچے، وہ ہم تلک نہ پہنچے
راجہ عظیم آبادی

یہ موسم سہانا فضا بھیگی بھیگی
بڑا لطف آتا اگر تم بھی ہوتے

شورش کاشمیری

یہ حسرت رہ گئی کس کس مزے سے زندگی کرتے
اگر ہوتا چمن اپنا ، گل اپنا ، باغباں اپنا

مظہر جان جاناں

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

غالبؔ

یوں ہی ذرا خموش جو رہنے لگے ہیں ہم
لوگوں نے کیسے کیسے فسانے بنا لیے

رضیہ بیگم خواجہ

یہی جانا کہ کچھ نہ جانا ہائے
سو بھی اک عمر پر ہوا معلوم

میرؔ

یہ سچ ہے کہ ہیں سانپ کی دو زبانیں
بدلتا ہے ظالم بیاں کیسے کیسے

زینت اللہ جاویدؔ

یہ لوگ ٹوٹی ہوئی کشتیوں میں سوتے ہیں
میرے مکان سے دریا دکھائی دیتا ہے

احمد مشتاق

یہ دھوپ تو ہر رخ سے پریشان کرے گی
کیوں ڈھونڈ رہے ہو کسی دیوار کا سایہ

اطہر نفیس

یہی حالات کہتے ہیں یہی تاریخ کہتی ہے
عداوت تم نہ بھولو گے محبت ہم نہ بھولیں گے

کلیم عاجز

یو ں تیرے حسن کی تصویر غزل میں آئے
جیسے بلقیس سلیماں کے محل میں آئے

ناصر

یہ کہاں سے آئی ہے سرخ رو ہے ہر ایک جھونکا لہولہو
کٹی جس میں گردن آرزو یہ اسی چمن کی ہوا ہے کیا

کلیم عاجز

یہی زندگی مصیبت یہی زندگی مسرت
یہی زندگی حقیقت یہی زندگی فسانہ

جذبی

دیکھ زنداں سے میرے رنگ چمن جوش بہار
رقص کرنا ہے تو پھر پاؤں کی زنجیر نہ دیکھ

مجروحؔ

یہ مہر وماہ ، ارض وسما مجھ میں کھو گئے
اک کائنات بن کر ابھرنے لگا ہوں میں

جانثاراختر

یہ ملک سخن کے وہ منافق ہیں کہ ہر صبح
رکھ دیتے ہیں ایک تاج بے ہنراں پر

محسن احسان

یوں تو کبھی منہ پھیر کے دیکھو بھی نہیں ہو
جب وقت پڑے ہے تو مدارات کرو ہو
دامن پہ کوئی چھینٹ نہ خنجر پہ کوئی داغ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو

کلیم عاجزؔ

یہ دیوانے کبھی پابندیوں کا غم نہیں لیں گے
گریباں چاک جب تک کر نہ لیں گے دم نہیں لیں گے
لہو دیں گے تو لیں گے پیار ،موتی ہم نہیں لیں گے
ہمیں پھولوں کے بدلے پھول دو شبنم نہیں لیں گے

کلیم عاجزؔ

یہ غم کس نے دیا ہے پوچھ مت اے ہمنشیں ہم سے
زمانہ لے رہا ہے نام ان کا ہم نہیں لیں گے
محبت کرنے والے بھی عجب خود دار ہوتے ہیں
جگر پر زخم لیں گے زخم پر مرہم نہیں لیں گے

کلیم عاجزؔ

یہ ادائے بے نیازی تجھے بے وفا مبارک
مگر ایسی بے رخی کیا کہ سلام تک نہ پہنچے

شکیل بدایونی

یونہی بے سبب نہ پھرا کرو کوئی شام گھر بھی رہا کرو
یہ غزل کی سچی کتاب ہے اسے چپکے چپکے پڑھا کرو
کوئی ہاتھ بھی نہ ملائے گا جو گلے ملو گے تپاک سے
یہ نئے مزاج کا شہر ہے ذرا فاصلہ سے رہا کرو

بشیر بدر

یہ حسن نے سمجھا ہے یہ عشق نے جانا ہے
ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

جگرؔ

یہ محفل میں کس نے مدھر گیت گایا
سنبھالو سنبھالو مجھے وجد آیا

ساغرؔ نظامی

یہ سمندر ہے کنارے ہی کنارے جاؤ
عشق ہر شخص کے بس کا نہیں پیارے جاؤ
یوں تو مقتل میں تماشائی بہت آتے ہیں
آؤ اس وقت کہ جس وقت پکارے جاؤ

کلیم عاجز

یہ خم نہیں ہے ضعف سے پیری میں اے سراج
جھک جھک کے ڈھونڈتا ہوں جوانی کدھر گئی

سراج لکھنوی

تلمیحات

تلمیح عربی لفظ ہے جس کی جمع تلمیحات ہے۔لغت میں لمح کے معنی ہیں کسی چیز کی طرف نظر کرنا یا سرسری نگاہ ڈالنا، چوری سے دیکھنا، لمح تلمیحا کے معنی اشارہ کرنا بھی ہے گویا لغت میں تلمیح کے معنی ہیں نظر کرنا، واضح کرنا اور اشارہ کرنا۔لیکن شعری اصطلاح میں کسی تاریخی، سیاسی، اخلاقی یا مذہبی واقعہ کی طرف اشارہ کیا جائے۔یعنی تلمیح وہ انداز کلام ہے جس میں کسی خیال کی ادائیگی کے لیے لطیف انداز میں کسی واقعہ، قصہ، داستان، مثل، اصطلاح یا قرآنی آیات واحادیث سے کوئی مرکب تعبیر اخذ کی گئی ہو یا کوئی لفظ تراشا گیا ہو یا شعر کا مجموعہ مفہوم ہی اس نوعیت کا ہو کہ ذہن کسی واقعہ، قصہ، داستان، مثل، اصطلاح یا آیت وحدیث کی طرف منتقل ہو جائے۔تلمیح کی ضرورت کلام میں فصاحت وبلاغت اور حسن پیدا کرنے کے لیے ہوتی ہے اس سے مختصر انداز اور الفاظ میں بڑی بڑی باتیں بتا دی جاتی ہیں اور ان حقائق کو سمو دیا جاتا ہے جنہیں بتانے اور سمجھانے کے لیے کئی کئی صفحات کی ضرورت پڑتی ہے۔تلمیحات ہمیں لمبی لمبی تشریحات سے بچا کر کفایت وقت، ایجاد و تاثیر کا فیض پہنچاتی ہیں۔تلمیحات ادب کی جان ہیں خواہ نثر میں ہوں یا نظم میں۔تلمیحات کا کمال یہ بھی ہے کہ وہ باذوق افراد واشخاص کو چند ساعتوں میں پورے پس منظر سے آگاہ کر دیتی ہیں۔اردو تلمیحات کچھ عربی زبان سے آئی ہیں۔کچھ فارسی زبان سے اور کچھ مقامی یعنی ہندو پاک کی زبانوں، ادب ماحول، ثقافت، معاشرت، عقائد وتوہمات سے متعلق ہیں۔اس کتاب میں پسندیدہ وسبق آموز اشعار کے انتخاب کے ساتھ تلمیحات کی بھی وضاحت کر

دی گئی ہے تاکہ اشعار اور ادبی شہ پاروں سے بھرپور فائدہ اٹھایا جا سکے۔

آدم وحوا:

حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ پہلے انسان ہیں۔ ان کی اولاد ہی سارے انسان ہیں۔ اس کائنات میں انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اور اس کائنات کی تمام نعمتوں اور وسائل سے انسان کو مستفید کیا۔ اس کائنات میں بھیجے جانے سے پہلے اللہ نے جنت میں دونوں کو تمام نعمتوں کے ساتھ رکھا لیکن شیطان کے بہکاوے میں آ کر شجر ممنوعہ کے پھل کھا لینے کی وجہ سے اس کائنات ارضی میں بھیج دیا۔

غالب نے اپنے ایک شعر میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
بڑے بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

علامہ اقبال کا یہ شعر بھی بہت معنی خیز ہے۔

توڑ ڈالیں فطرتِ انسان نے زنجیریں تمام
دوریٔ جنت سے روتی چشمِ آدم کب تلک

ابن مریم:

ابن مریم (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) حضرت مریم بتول کے بطن سے بحکم خداوندی پیدا ہوئے لیکن ان کے کوئی والد نہیں تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ نے نبوت سے سرفراز کیا اور ان پر انجیل نازل کیا اور ان کو اوصاف حمیدہ سے متصف کیا اور ان کے ذریعہ کئی معجزے صادر ہوئے۔ آپ کے دم کرنے سے بیمار صحت یاب ہو جاتے اور آپ اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔

ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

غالبؔ

حضرت ابراہیم علیہ السلام:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی، پیغمبر ابوالانبیاء، خلیل اللہ، امام الناس تھے۔ اکثر انبیاء کرام انہی کی اولاد ہیں۔ وہ کئی آزمائشوں میں کامیاب ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کی اولاد و نسل کو بہت سی نعمتوں سے نوازا۔

قرآن مجید کی تقریباً بائیس سورتوں میں حضرت ابراہیم کا ذکر آیا ہے۔ حضرت ابراہیم ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد ہیں۔ مسلمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد پر بھی درود بھیجتے ہیں۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

علامہ اقبالؔ

حضرت اسماعیل علیہ السلام:

حضرت اسماعیل اللہ کے پیغمبر، ذبیح اللہ، بنو قریش کے جد امجد، حضرت ابراہیم کے لخت جگر، حضرت ہاجرہ علیہ السلام کے لاڈلے۔

عبرانی زبان میں اسماعیل کو شموع ایل کہتے ہیں۔ جس کے معنی ہیں۔ اللہ کا سننا گویا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا سن کر انہیں فرزند عطا کیا۔ حضرت اسماعیلؑ کے

ساتھ دو واقعات منسوب ہیں ایک واقعہ: ذبح وفدا اور دوسرا ان کے ذریعہ چشمہ زمزم کا وجود میں آنا۔

وہ فیضان نظر تھا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

اقبالؔ

ابراہیم بن ادہم:

ابراہیم بن ادہم اللہ کے مقرب اور صوفی تھے۔ انہوں نے بلخ کی حکمرانی ترک کر کے زہد وتقوی کی زندگی اختیار کی۔ حضرت جنید بغدادی کے بقول گروہ فقراء کے تمام علوم کی کنجیاں ابراہیم بن ادہم کے پاس تھیں۔

آزر:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر بت پرست اور بت تراش تھے۔ اور بت فروش تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے آزر کو ایک اللہ کی عبادت کرنے کی دعوت دی۔ لیکن آزر نے اپنے پرانے طور طریقے کو نہیں چھوڑا۔ بلکہ آزر کا کفر اور بڑھ گیا۔

بتکدہ پھر بعد مدت کے مگر روشن ہوا
نورِ ابراہیم سے آزر کا گھر روشن ہوا

علامہ اقبالؔ

ارسطو:

یونان کے رہنے والے ایک مدبر اور قابل شخص کا نام جو سکندر کا اتالیق اور

افلاطون کا شاگرد تھا، ارسطو فلسفی، ریاضی داں، اور ماہر فلکیات تھا۔ اس نے اٹھارہ سال کی عمر سے ہی افلاطون کی شاگردی اختیار کی اور اتنی قابلیت پیدا کر لی کہ بہت سے علوم پر کتابیں لکھیں۔

اہرام مصر:

فرعون کے مقبرے جو چوکور مخروطی شکل میں دریائے نیل کی وادی میں موجود ہیں۔ اہرام مصر جیسی بہت سی ایسی تعمیرات کا سلسلہ جن کی مدت تکمیل مصر کے پہلے حکمراں خاندان سے لے کر ستائیس سو برس بعد تک کے بطلیموسی دور تک ہے۔ خصوصا 2300 قبل مسیح سے پہلے کی چار صدیاں اہرام مصر کی تعمیر میں اہم مقام رکھتی ہیں۔ عام طور پر یہ مقبرے اینٹوں یا چوکور پتھروں سے بنائے جاتے تھے۔ تیسرے خاندان کے بادشاہ جوزر کے عہد میں امحوطپ نامی ماہر تعمیرات نے پہلی بار ان میں چوکور پتھروں کا استعمال کیا۔ اس نے جوزر کے لیے جو اہرام تعمیر کیا۔ غزہ کے مقام پر موجود تین اہرام، قاہرہ سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہیں۔ یہ چوتھے خاندان کے تین فرعون خوفو، خفری اور منکور کے مقبرے ہیں۔ فرعون خوفو کا مقبرہ سب سے پرانا اور سب سے بڑا ہے۔ بنیاد پر یہ مربع شکل میں ہے۔ جس کا ہر ضلع 23 میٹر ہے۔ اور اصل بلندی 146 میٹر ہے جو اب 137 میٹر رہ گئی ہے۔ ہر سمت کا زاویہ 51 درج ہے۔ اس کی تعمیر زرد رنگ کے چونے کے پتھر سے ہوئی ہے۔ اس کے اندرونی ہال میں جہاں فرعون کی لاش رکھی گئی تھی تقریباً 23 لاکھ گریفائٹ کی سنگی اینٹیں چنی گئی ہیں۔ اندر داخل ہونے کے لیے شمال کی جانب زمین سے اٹھارہ میٹر بلند دروازہ ہے جو ایک زمین دوز سرنگ میں کھلتا ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اس کی تعمیر پر ایک لاکھ مزدور کوئی بیس برس تک مصروف رہے تھے۔

دوسرے مصری اہرام میں سے ابوسر کے مقام پر پانچویں مصری خاندان کے تین اہرام ہیں۔ان میں سب سے بڑا نفر یرکیبر کا ہے جو 70 میٹر بلند 106 میٹر لمبا چوڑا ہے۔ صقاریہ کے مقام پر پانچویں خاندان کے آخری بادشاہ چھٹے خاندان کے چار بادشاہ اور تین ملکہ اور ساتویں خاندان کے فرعون رابی کے مقبرے ہیں۔مغربی تھیس کے علاقے میں موجود فرعون قیـنتو حوطپ کا اہرام اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ اس میں نہ کوئی ایوان ہے اور نہ کوئی دروازہ ہے۔اسی طرح لشط کے مقام پر پر سیسوتریس اول کا اہرام بھی قابل ذکر ہے کہ اس کی بیرونی دیوار کے اندر ریت اور دوسرا ملبہ بھر دیا گیا ہے۔تا کہ محنت کی بچت ہو۔ بارہویں فرعون کے اہرام دہشور، الاہوں اور ہوارا میں موجود ہیں جو مٹی کی اینٹوں سے تعمیر کردہ ہیں۔

اہرام کی عظمت سے نگوں سار ہیں افلاک
کس ہاتھ نے کھینچی ابدیت کی یہ تصویر

اقبالؔ

ابوالہول:

مصر کے آثار قدیمہ کا ایک بت، جو غزہ کے علاقہ میں ایک چٹان تراش کر بنایا گیا ہے۔ یہ شیر کی شکل کا ۱۸۹رفٹ لمبا اور ۶۵رفٹ اونچا مجسمہ ہے جس کے پنجے اور دھڑ شیر کے ہیں اور سر انسان کا ہے۔ پہلے پہل صرف اس کا سر نظر آتا تھا۔ باقی مجسمہ زمین میں دبا ہوا تھا۔۱۸۱۷ء میں اس پر سے ریت ہٹائی گئی۔امتداد زمانہ کے باعث اس کی صورت کافی بگڑ چکی ہے۔ڈاڑھی اور ناک ٹوٹ چکی ہے جس کی بناء پر یہ خوفناک منظر پیش کرتا ہے۔ شاید اس لیے اس کا نام ابوالہول پڑ گیا ہے۔ابوالہول کا بت اہرام مصر میں سے ایک ہے۔

خود ابو الہول نے یہ نکتہ سکھایا مجھ کو
وہ ابو الہول کہ ہے صاحب اسرار قدیم

اقبالؔ

افلاطون:

افلاطون یونان کا فلسفی تھا جو ارسطو کا استاد اور سقراط کا شاگرد تھا۔ اس کی مشہور تصنیف جمہوریت ہے۔

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے زندگی کا سوز دروں
مقالات فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرار فلاطوں

علامہ اقبالؔ

آبِ حیات:

آبِ حیات ایسا پانی جس کو پی لینے سے انسان کو ہمیشہ کی زندگی حاصل ہو جاتی۔ اور وہ قیامت تک زندہ رہتا لیکن انسان کو آبِ حیات کا چشمہ حاصل نہ ہو سکا۔ ہر انسان کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ وہ خوب لمبی عمر پائے اور اس کو تمام نعمتیں حاصل ہوں۔ لیکن انسان کی تمام تمنائیں وخواہشیں پوری نہیں ہوتیں۔ اور اس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ دنیا کی ہر چیز فانی ہے اور قیامت کے دن کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ آبِ حیات شاعر وادیب کی تحریروں میں استعمال ہوتا رہا ہے۔

تلمیحی روایات کے مطابق حضرت خضرؑ ایک ایسے چشمے کے نگراں ہیں جس کا پانی

پی کر انسان ابدی زندگی پالیتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ چشمہ ایک نہایت گھنے اور تاریک جنگل میں تھا۔ جس میں دن کے وقت بھی گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا رہتا تھا۔ اس لیے وہ عام انسانوں کی دسترس سے باہر تھا۔ اس چشمہ کے متعلق بہت سے فرضی قصے مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ یونانی بادشاہ سکندر اعظم حضرت خضر کی رہنمائی میں اس چشمہ تک پہنچا مگر کسی وجہ سے وہ اس کا پانی نہ پی سکا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت خضر خود یہ پانی پی کر امر ہو گئے۔ قرآن اور حدیث سے اس قصہ کی تائید قطعاً نہیں ہوتی۔ اور نہ کہیں آب حیات کا ذکر ہے۔

آب حیات کا یہ قصہ عام طور پر فارسی ادب میں ملتا ہے۔ وہیں سے اردو ادب میں تلمیح کی صورت میں رونما ہوا۔ اردو اور فارسی میں اس کے لیے دوسرے مترادفات بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔ مثلاً آب حیوان، آب بقا، آب خضر، چشمہ حیوان، چشمہ خضر، چشمہ زندگی، ظلمات سفر، رہ ظلمات وغیرہ۔

علامہ اقبال کا یہ شعر:

ہے آبِ حیات اسی جہاں میں
شرط اس کے لیے ہے تشنہ کامی

تشنہ کامان محبت سے کہو صبر کریں
موت ہاتھوں میں لئے آبِ حیات آتی ہے

شمیم کرمانی

ابرہہ:

ابرہہ، حبشہ نجاشی کی طرف سے ملک یمن کا حاکم (گورنر) مقرر تھا۔ اس نے

یمن میں عالیشان کنیسہ اتنا اونچا تعمیر کیا کہ اس کی بلندی پر نیچے کھڑا ہوا آدمی نظر نہیں ڈال سکتا تھا اور اس کو سونے چاندی اور جواہرات سے مرصع کیا اور پوری مملکت میں اعلان کرادیا کہ اب یمن سے کوئی کعبہ کے حج کے لیے نہ جائے۔ اس کنیسہ میں عبادت کرے۔ عرب میں اگرچہ بت پرستی غالب آ گئی تھی مگر دین ابراہیم اور کعبہ کی عظمت ومحبت ان کے دلوں میں پیوست تھی۔ اس لیے عدنان اور قحطان اور قریش کے قبائل میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ کسی نے اس میں گندگی ڈال دی اور وہاں آگ بھی لگ گئی۔ ابرہہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے کعبہ کے منہدم کرنے کا فیصلہ کرلیا اور اپنی فوج کے ساتھ کعبہ کو ڈھانے کے لیے نکل پڑا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے ناپاک ارادہ کو ملیا میٹ کردیا۔ وہ اپنی فوج کے ساتھ ہلاک کردیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ابابیل پرندے کے ذریعہ عبرت ناک سزادی۔

آئینہ سکندری:

سکندر اور ایران کے بادشاہ دارا کے درمیان جنگیں ہوا کرتی تھیں لیکن سکندر، دارا کی حکمت عملی اور تدبیروں کی وجہ سے ہمیشہ شکست کھا جاتا تھا۔ دارا جام جہاں نما کی مدد سے سکندر کی تمام نقل وحرکت اور تیاریوں سے بخوبی آگاہ ہو جاتا تھا اور سکندر کے تمام حربے بےکار ثابت ہو جاتے تھے۔ آخرکار اس نے اپنے استاد ارسطو، حکومت کے مشیروں اور سائنس دانوں کی مدد سے شہر اسکندریہ کے ساحل پر ایک آئینہ بنانے میں کامیابی حاصل کر لی۔ اب وہ اس کی مدد سے دشمن کی نقل وحرکت اور تدبیروں سے آگاہی حاصل کر لیتا تھا۔ یہ آئینہ سکندری ایک اونچے مینار پر نصب کیا گیا تھا۔

خاک آئینہ سے ہے نام سکندر روشن
روشنی دیکھتا گر دل کی صفائی کرتا

ذوقؔ

ابولہب:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیلہ ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر ایک اللہ کی طرف بلایا اور اسلام کی دعوت دی۔ تو ابولہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کیا تم نے اسی بات کے لیے ہمیں بلایا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رشتہ داروں کو ایک مکان میں جمع کر کے اللہ کی عبادت کی دعوت دی تو وہاں بھی ابولہب نے مخالفت کی تھی۔ ابولہب اور اس کی بیوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کو بہت ستایا۔ راستوں میں کانٹے بچھائے۔ اور دونوں کفر پر جمے رہے اور ایمان میں داخل نہیں ہوئے سورہ لہب ان دونوں کے بارے میں نازل ہوئی۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

(علامہ اقبال)

ابوجہل:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت ترین دشمن ابوجہل جنگ بدر میں مارا گیا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قتل کی سازش کی۔ جب تمام لوگ دار الندوہ میں جمع ہوئے کہ اسلام کو پھیلنے سے کیسے روکا جائے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کیا جائے۔ الگ الگ رائے اور مشورے آئے لیکن ابوجہل کی رائے کی تائید ابلیس نے کی جو شیخ نجدی کی شکل میں وہاں موجود تھا۔ ابوجہل کی رائے تھی کہ ہر قبیلہ کے طاقتور نوجوان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ساتھ حملہ کریں تا کہ خون سب پر تقسیم ہو جائے پھر بنی

ہاشم کے لیے سب سے مقابلہ کرنا ناممکن ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی اور صحیح سلامت مدینہ ہجرت فرما گئے اور دشمنوں کی ساری تدبیریں ناکام ہو گئیں۔ ابوجہل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی ہر تدبیر کی۔ لیکن حق غالب آیا اور ابوجہل کے لیے ہمیشہ کی ذلت مقدر ہو گئی۔

آسیہ:

آسیہ فرعون کی بیوی کا نام تھا۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی تھی۔ آسیہ ان چار عورتوں میں سے ہیں جن کا ذکر قرآن میں متعدد بار آیا ہے۔ وہ یہ ہیں۔ حضرت مریمؑ، حضرت خدیجہؓ، حضرت فاطمہؓ اور آسیہ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنتی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ، فاطمہ، مریم، اور آسیہ ہیں۔ آسیہ بڑی پارسا اور خدا پرست عورت تھیں۔ اور حضرت موسیٰ کی شریعت کے تابع تھیں۔ اس لیے فرعون سخت اذیتیں اور تکالیف میں مبتلا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آسیہ کو ایمان اور صبر کی وجہ سے جنت عطا کر کے افضلیت سے ہمکنار کیا۔

آبِ کوثر:

آبِ کوثر: کوثر کا پانی، چشمہ کوثر یا حوض کوثر کا پانی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جنت میں موجود حوض کوثر کا پانی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی مٹی نہایت خوشبودار ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ وہ پانی جس نے پی لیا اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ اس میں پانی کے دو پرنالے گرتے ہیں جو حوض کو پانی سے لبریز رکھتے ہیں۔ ایک پرنالہ چاندی کا اور ایک سونے کا ہے اور پانی جنت سے آتا ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

آب کوثر کی ادبی حیثیت مسلم ہے اس کے معنی ٹھنڈے اور شیریں پانی کے لیے جاتے ہیں۔مثلاً کہتے ہیں۔آب کوثر سے دھلی زبان یعنی نہایت فصیح پاک اور شستہ زبان کے مشتمل ہے۔

حضرت الیاسؑ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاسؑ کو بنی اسرائیل کی طرف نبی بنا کر مبعوث کیا۔ حضرت الیاس علیہ السلام اردن کے علاقہ جلعاد میں پیدا ہوئے تھے۔اس وقت اسرائیل کے ملک میں جو بادشاہ حکمراں تھا اس کا نام بائبل میں اخی اب اور عربی تواریخ وتفاسیر میں اجب یا احب مذکور ہے اس کی بیوی ایزیل،بعل نامی ایک بت کی پرستار تھی اور اسی نے اسرائیل میں بعل کے نام پر ایک بڑی قربان گاہ تعمیر کر کے تمام بنو اسرائیل کو بت پرستی پر لگا دیا تھا۔حضرت الیاسؑ کو اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ وہ اس خطہ میں جا کر توحید کی تعلیم دیں اور اسرائیلیوں کو بت پرستی سے روکیں۔

خضر بھی بے دست و پا،الیاس بھی بے دست و پا
میرے طوفان یم بہ یم ، دریا بہ دریا ،جو بہ جو

اقبالؔ

ابوسینا:

ابوعلی الحسین بن عبداللہ بن سینا بخارا کے قریب احنشہ نامی ایک بستی میں پیدا ہوئے۔وہ دنیائے اسلام کے نامور طبیب شہرہ آفاق سائنسداں،ریاضی داں،فلسفی اور مفکر اور ماہر فلکیات تھے۔انہوں نے تقریباً ۹۹ رکتابیں لکھیں جن میں بیشتر علم طب کے موضوع

پر ہیں ۔ اب تک ان کی بہت سے کتابوں کے ترجمے یورپی زبانوں میں ہو چکے ہیں ۔ مغرب میں اوی سینا(Avi Ceena) کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی کتاب القانون فی الطب، مدتوں تک یورپ میں پڑھائی جاتی رہی اور کتاب الادویہ طب کی انجیل بنی رہی ۔فلسفہ میں الشفاء بہت مشہور ہے۔

فردوس میں رومی سے کہتا تھا سنائی
مشرق میں ابھی تک ہے وہی کاسہ وہی آش

اقبالؔ

ابابیل:

ابابیل پرندہ جس کا ذکر قرآن مجید میں سورۃ الفیل میں اصحاب فیل کے واقعہ میں آیا ہے ۔عکرمہ اور قتادہ کا بیان ہے کہ ابرہہ کی قوم پر حملہ کرنے والے یہ جھنڈ کے جھنڈ پرندے بحر احمر کی طرف سے آئے تھے۔ ہر پرندے کی چونچ میں ایک ایک کنکر تھا اور پنجوں میں دو دو کنکر۔ وہ کنکر مٹر کے چھوٹے دانے کے برابر سیاہی مائل سرخ تھے۔

کہاں سے آئے ابابیل ابرہہ کے لیے
تیرے بشر کو مال وغنا کی حاجت ہے

یوسف تقیؔ

ہر لفظ کنکری کی طرح غیر پر گرا
اپنی دعا فلک پہ ابابیل ہو گئی

شیر افضل جعفری

تو طیراً ابابیل سے ہرگز نہیں کمزور
بیچارگی پہ اپنی نہ جا ، شان خدا دیکھ

محمد علی جوہر

ابلیس:

ابلیس۔شیطان مردود، جنوں کا سردار، ابومرہ، عدواللہ، انکار کرنے والا، ملعون، رحمت الٰہی سے مایوس، وہ مخلوق جس نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

ابلیس کا لفظ''بلس'' سے نکلا ہے۔ابلاس اس غم کو کہتے ہیں جو نا امیدی اور افسوس سے پیدا ہوتا ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ابلیس وہ ہستی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی فلاح سے محروم کر دیا ہے۔

مفسرین کے نزدیک ابلیس فرشتوں کا سردار تھا مگر جنوں میں سے تھا۔اور وہ آگ سے پیدا ہوا تھا۔جبکہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے تھے۔

قرآن میں آدم کے مقابلہ میں جہاں سجدہ نہ کرنے کا ذکر ہے وہاں ابلیس کا لفظ استعمال ہوا ہے۔اور جہاں آدم کی لغزش اور ورغلانے کا ذکر ہے وہاں شیطان کا لفظ آیا ہے۔

الحمراء:

غرناطہ (اسپین) میں اسلامی تمدن کی یادگار عمارت، جس میں سرخ رنگ کا ایک قلعہ اور ایک محل اب تک ایستادہ ہیں ۔قلعہ کا ذکر پہلے امیر اندلس عبداللہ کے عہد (۲۷۷ھ-۸۹۰ء) میں ملتا ہے ۔محل کی تعمیر ۶۲۹ھ/۱۲۳۲ء میں حمد بن الاحمر نے شروع کرائی ۔اس کے اخلاف نے اس میں وسعت دی چنانچہ ابوعبداللہ محمد (۷۰۸ھ/۱۳۰۹ء)

ابوحجاج یوسف اول (۷۵۵ھ/۱۳۵۴ء) اور محمد خامس (۷۶۰ھ/۱۳۵۹ء) اس لحاظ سے قابل ذکر ہیں۔ خصوصاً یوسف اول نے اس کی آرائش وتزیین میں کروڑوں روپئے خرچ کئے ۸۹۸ھ/۱۴۹۲ء میں جب اندلس سے اسلامی تہذیب کی صف لپیٹ دی گئیں اور پورا اندلس عیسائیوں کے قبضہ میں آ گیا تو مسلمانوں کے قتل عام کے ساتھ وہاں کی تہذیب وآثار مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔

الحمراءغرناطہ کی بیرونی سمت پہاڑی سطح مرتفع پرواقع ہے۔اس کی دیواریں سرخ رنگ کی ہیں اور چکنی مٹی، چونے اور بجری سے تعمیر ہوئی ہیں۔فن تعمیر کے لحاظ سے یہ اسلامی عہد کا بے نظیر نمونہ ہے۔اندرونی حصے پر پرتکلف نقش ونگار ہیں اور طغرائی گلکاری کی گئی ہے۔ان کے اوپر کتبات ہیں جن میں مختلف اشعار وآیات قرآنیہ درج ہیں۔محل کے جنوب میں محمد ثالث کی تعمیر کردہ ایک بڑی سی مسجد تھی اس کی جگہ پر اب ماریا کلیسا تعمیر ہے۔محل کے اردگرد باغ قابل دید ہے۔پوری دنیا سے لوگ اس محل کو دیکھنے آتے ہیں۔

الخضراء:

الخضراء (Algeciras) جنوبی ہسپانیہ کا شہر۔جبل طارق کے بالمقابل خلیج الخضراء پر بحیرہ روم کی بندرگاہ۔مسلمانوں نے تسخیر ہسپانیہ کے سلسلے میں اس شہر کو سب سے پہلے فتح کیا۔یہ رمضان ۹۱ھ/۷۱۰ء کی بات ہے اور یہی اسلامی اندلس کی خاص بندرگاہ اور برآمد ودرآمد کا سب سے بڑا مرکز تھا۔

بغداد:

عراق کا ایک مشہور شہر اور دار الحکومت ہے ۔ یہ شہر دریائے دجلہ کے دونوں کناروں پر آباد ہے۔ ابو جعفر المنصور نے ۱۴۵ھ/ ۷۶۲ء میں ساسانی گاؤں بغداد کی جگہ پر ایک شہر بسایا اور اس کا نام مدینۃ السلام رکھا۔ المنصور نے اس شہر کی تعمیر پر ایک بیان کے مطابق ایک کروڑ اسی لاکھ دینار خرچ کئے تھے۔ اور ایک بیان کے مطابق دس کروڑ درہم خرچ کئے تھے۔

بغداد نے ترقی کی منزلیں بہت جلد طے کر لیں اور وہ بکثرت عمارات، تجارتی چہل پہل اور ثروت و آبادی میں بڑھتا چلا گیا۔ اس شہر پر کئی ادوار آئے۔ کئی مرتبہ یہ شہر برباد ہوا پھر آباد ہوا۔

بغداد مسلمانوں کا ثقافتی مرکز رہا۔ یہاں کی مساجد علوم کے بڑے مرکز تھے۔ یہاں ایک بیت الحکمت تھا جس میں دوسری زبانوں کی کتب کے ترجمے کئے جاتے تھے۔ یہ پورے عالم اسلام کا دار السلطنت بھی رہا۔ اور پوری دنیا میں اس کی عظمت و برتری قائم تھی۔

۶۵۶ھ/ ۱۲۵۸ء میں بغداد پر منگولیوں نے حملہ کیا۔ یہ حملہ بڑا سخت تھا۔ بغداد میں قتل عام ہوا۔ مقتولوں کا اندازہ آٹھ لاکھ سے بیس لاکھ تک لگایا گیا ہے۔ یہ شہر بار بار آزمائشوں سے گذرا۔ صدام حسین کے دور حکومت میں اتحادی فوجیوں کی طرف سے زبر دست بمباری کی گئی۔ صدام حسین کی حکومت کے خاتمہ کے بعد سے اب تک وہاں مستحکم حکومت قائم نہیں ہوئی ہے۔ اتحادی فوجیوں کے حملے کے بعد سے بیس لاکھ لوگ مارے جا چکے ہیں۔ آبادی کی آبادی مٹا دی گئی ہے۔ اور لاکھوں لوگ ہجرت پر مجبور کر دیئے گئے۔ ایک وقت تھا کہ یہاں کے حکمرانوں کی سلطنت میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ اور

پوری دنیا میں ان کا رعب ودبدبہ تھا۔ اور پوری دنیا سے لوگ علم اور دولت کے حصول کے لیے آیا کرتے تھے۔

بقیع الغرقد:

اسے جنت البقیع بھی کہتے ہیں۔ یہ مدینہ منورہ کا پہلا اسلامی قبرستان ہے۔ یہ اصل میں ایک میدان تھا جو ایک قسم کی خاردار جھاڑیوں سے پُر تھا۔

بہرام گور:

خاندان ساسانیہ کا چودھواں ایرانی بادشاہ تھا۔ تاریخ ایران میں بہرام گور کے نام سے مشہور ہے۔ بہرام گور کو اپنی فیاضی، شجاعت ومردانگی، محصولوں کی تخفیف، عشق ومحبت کی زندگی اور سیر وشکار کے کارناموں کی وجہ سے عوام میں بہت زیادہ ہردلعزیزی حاصل ہوگئی تھی۔

بایزید بسطامی:

ابو یزید طیفور بن عیسیٰ بن سروشان، تیسری صدی ہجری کے مشہور صوفی بزرگ، بسطام میں پیدا ہوئے۔ حضرت جنید بغدادیؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ بایزید کی ذات بابرکات ہم میں ایسی ہے جیسے جبریئل کی فرشتوں میں، نیز تمام سالکانِ راہِ توحید کی انتہا آپ کی ابتداء ہے۔ ان کی قبر بسطام میں شہر کے عین درمیان مرجع خلائق ہے۔

بہزاد:

ایران کے ایک مشہور مصور کا نام ہے وہ کئی درباروں میں مصور کی حیثیت سے رہا۔ بہزاد کی تصویروں میں خطوط کی نفاست اور زیبائی دیکھ لوگ حیرت میں پڑ جاتے تھے۔

خونِ رگِ معمار کی گرمی سے ہے تعمیر
میخانۂ حافظ ہو کہ بتخانہ بہزاد

علامہ اقبالؔ

بیت العتیق:

بیت العتیق پرانا گھر۔ خانہ کعبہ جو عبادت الہی کے لیے دنیا میں سب سے پہلا مقام اور مکان ہے جسے حضرت آدمؑ نے خدا کی عبادت کے لیے تعمیر کیا تھا پھر حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ مل کر اس کی دوبارہ تعمیر کی۔

بیت المعمور:

بیت المعمور۔ بھرا گھر، آباد مکان، خانہ کعبہ۔ اصطلاحاً خانہ کعبہ کے عین اوپر ساتویں آسمان پر ملائکہ کا ایک عبادت خانہ ہے جہاں پر فرشتے کثیر تعداد میں طواف اور عبادت کرتے رہتے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اس جگہ کی زیارت کی تھی۔

بیت المقدس:

بیت المقدس یعنی پاک گھر اس کو مسجد اقصیٰ بھی کہتے ہیں۔ اس کی بنیاد حضرت داؤد علیہ السلام نے رکھی۔ اور تکمیل حضرت سلیمان علیہ السلام نے کی۔ عام طور پر شہر یروشلم کو بھی بیت المقدس ہی کہا جاتا ہے۔ اکثر انبیاء اسی شہر میں مبعوث ہوئے۔ یہ شہر مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں کے لیے یکساں متبرک ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد صحابہ کرام کو ساتھ لے کر سترہ ماہ تک اسی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ جب

آپ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے لیے گئے تو یہی مقام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی منزل بنا ۔اسی مقام پر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سابق انبیاء کرام کی امامت فرمائی ۔ یہاں حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ اور کئی دوسرے انبیاء کرام کے مقابر ہیں۔

بلال حبشی:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں ۔جنہوں نے اسلام کی خاطر بہت قربانیاں دیں اور سخت اذیتوں و تکالیف سے گذرے ۔ مسجد نبوی کے خوش الحان موذن اور صفہ کے اہم شاگرد و طالب علم تھے۔

اقبال کس عشق کا یہ فیض عام ہے ؟
رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

(علامہ اقبالؔ)

بلقیس:

ایک خوبصورت اور ذہین عورت کا نام جو ملکہ سبا کے نام سے بھی مشہور تھی ۔ وہ اور اس کی قوم سورج کی پرستش کرتی تھی ۔ وہ اعلی درجہ کی ذہین ، مدبر اور دور اندیش حکمراں خاتون کے ساتھ ساتھ تواضع اور خوش خلقی کی صفات سے بھی متصف نظر آتی ہے ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعوت پر انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔

بعض روایات کی رو سے حضرت سلیمانؑ نے ملکہ بلقیس سے شادی کرلی اور اسے اس کے ملک پر بطور ایک حکمراں برقرار رکھا وہ بلقیس سے بہت محبت کرتے تھے ۔ ان سے اولاد بھی ہوئی۔

عاشق اُس غیرتِ بلقیس کا ہوں میں آتش
بام تک جس کے کبھی مرغِ سلیماں نہ گیا

حیدر علی آتش

پاژند:

پارسی مذہب کی مذہبی کتاب پاژند ہے۔ پارسیوں کا اصل مسکن ایران تھا۔ ان کے نزدیک نیکی اور بدی کے دو علیحدہ خالق ہیں۔ نیکی کے خالق کو وہ یزداں اور بدی کے خالق کو اہرمن کہتے ہیں۔

پارسی اپنے مردوں کو نہ تو زمین میں دفناتے ہیں نہ ہی آگ میں جلاتے ہیں بلکہ جانوروں اور پرندوں کی خوراک کے لیے اونچی جگہ رکھ دیتے ہیں۔

یہ بڑے بڑے کاروبار کے مالک ہیں اور رفاہ عامہ کے کاموں میں خوب خرچ کرتے ہیں۔ ہندوستان میں ٹاٹا کمپنی کے بانی جمشید جی ٹاٹا پارسی تھے۔ علامہ اقبال نے اپنے ایک شعر میں پاژند کو تلمیحاً استعمال کیا ہے۔

احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے مفسر
تاویل سے قرآں کو بنا سکتے ہیں پاژند

پارس پتھر:

پارس ایک خیالی پتھر ہے جس کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ اگر یہ پتھر لوہے سے چھو جائے تو اسے سونا بنا دیتا ہے اگر چہ اس بات کی صداقت ثابت نہیں ہوئی ہے لیکن پھر بھی اس پتھر سے متعلق بہت سے واقعات اور قصے کہانیاں مشہور ہیں۔

پارس اسی دھرتی نے دئے سارے جہاں کو
مٹی سے تیرے سونا بنانے کا وقت ہے

عادل فراز

مجھ سے پتھر کو کر دیا سونا
لمس تیرا بھی جیسے پارس ہے

وفاؔ نقوی

ان کے قدموں کی دھول ہے پارس
مال و زر اب ہمیں قبول نہیں

ہلال نقوی

تختِ سلیمان:

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کے لیے ہر چیز کو مسخر کر دیا تھا۔ اور آپ کی حکومت ہر مخلوق پر قائم تھی۔ حضرت سلیمان کا تخت شاہی اللہ کے حکم سے بغیر کسی مشینی طاقت کے ہواؤں کے دوش پر بجلی کی تیزی کی طرح پرواز کرتا تھا۔ اس کی مدد سے آپ چند لمحات میں میلوں مسافتیں طے کر لیتے تھے۔

جہاں چلتا نہ تھا کچھ زور، اب واں ریل چلتی ہے
میسر خاکساروں کو بھی اب تختِ سلیماں ہے

اکبر الہ آبادی

ہوا سے اڑ کے پہنچا اس پری پیکر کے کوچہ میں
وہ مجنوں ہوں جسے تختِ سلیمان ناتوانی ہے

آتش

ترک:

ایک قوم جس کا ذکر سب سے پہلے چھٹی صدی عیسوی میں ایک خانہ بدوش کی

حیثیت سے آتا ہے۔

ترکستان:

ترکوں کے رہنے کی جگہ۔ چھٹی صدی میں جب ترک پہلے پہل نکلے تو آمو دریا تک آ پہنچے چنانچہ ساسانی بادشاہوں کے زمانہ میں ترکستان کی سرحد آمو دریا کے ساتھ ہی شمال سے شروع ہو جاتی تھی۔ اہل ایران کے لئے ترکستان کی جنوبی سرحد جو ایران کی سرحد کے سامنے تھی۔ خاص توجہ کا مرکز تھی۔

ایران اور ترکستان کے درمیان سرحد کا تعین طبری کی ایک حکایت کے مطابق ایرش نے ایک تیر پھینک کر کیا تھا۔ اور اس کے مطابق آمو دریا کو سرحد قرار دیا گیا تھا۔

انقلاب روس کے بعد جمہوریہ ترکستان چند سال قائم رہی۔ ۱۹۲۴ء میں جب قومیت کا اصول حتمی طور پر نافذ ہو گیا تو ملک کا مشہور نام ترکستان ترک کر دیا گیا اور ازبکستان، ترکمانستان اور تاجکستان جیسی اصطلاحوں نیز ترکستان کی جگہ وسط ایشیا کی اصطلاح نے لے لی۔

ترکمان:

وسط ایشیا میں رہنے والے ترک، ان کے لیے یہ نام پانچویں صدی ہجری/ گیارہویں صدی عیسوی سے استعمال ہونا شروع ہوا۔ ابوالفضل بیہقی کے نزدیک ترکمان ترکی لفظ اغوز کے مترادف ہے۔

ابن بطوطہ نے عثمانیوں کو بھی ترکمان ہی کہا ہے۔ خلیل الظاہری نے نویں صدی ہجری/ پندرہویں صدی عیسوی کے ان ترکمانی قبائل کی فہرست دی ہے جو غزہ سے دیار بکر تک کے علاقے میں آباد تھے۔ مغربی ایشیا میں جن ترکمانی ریاستوں کو خاص اہمیت حاصل

تھی ان میں قرہ قویلونو اور آق قویو خاندان کی تھی۔

ترکی زبان:

ترکوں کی زبان۔اس میں قدیم ترین تحریر آٹھویں صدی کی ہے جب وسطی ایشیا کے ترکوں نے اسلام قبول کر لیا تو انہوں نے ادیغور الفباء کی جگہ عربی ابجد اختیار کر لی۔ بیسویں صدی میں یورپی اثرات کے باعث ازبکوں میں ایک نئے ترکی ادب کی بنیاد پڑی جسے جدید چغتائی ادب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ترکیہ: ترکی

ایک مسلمان ملک جو یورپ اور ایشیا دونوں براعظموں میں واقع ہے۔مشرق قریب کی ایک جمہوریہ جس کا کل رقبہ ۲۹۶۱۸۵ رمربع میل ہے ۔ جس میں سے ۹۰۶۸ رمربع میل یورپ میں اور باقی ایشیا میں واقع ہے۔اس کے مشرق میں جمہوریہ اشترا کیہ روس اور ایران ہے جن کی سرحدیں بالترتیب ۳۶۷ رمیل اور ۲۹۲ رمیل لمبی ہے۔ جنوب میں عراق اور شام کی ۲۳۵ رمیل اور ۴۹۰ رمیل تک چلی گئی ہیں۔مشرق میں بحر اسود ہے۔

ترکی یورپ اور ایشیا کے درمیان ایک پل کی حیثیت رکھتا ہے۔انقرہ جدید ترکی کا دارالحکومت ہے۔

ایشیاء کوچک میں پہلے خانہ بدوشوں کی حیثیت سے داخل ہوئے اور پھر ایک ایسی سلطنت کی بنیاد ڈالی جو ڈیڑھ سو برس کے اندر دنیا کی زبردست طاقتوں میں شمار کی جانے لگی ۔تین سو سال بعد یہ سلطنت وسعت اور طاقت کے لحاظ سے دنیا کی سب سے زیادہ عظیم الشان مسلم سلطنت بن گئی۔آج بھی پھر وہ عظمت حاصل ہو جائے تو دنیا امن وسکون سے

آراستہ و مامور ہو جائے گی۔

عطا مومن کو پھر بارگاہ حق سے ہونے والا ہے
شکوہٗ ترکمانی، ذہن ہندی ونطق اعرابی

اقبالؔ

تاج محل:

تاج محل یعنی مقبرہ ملکہ ممتاز محل زوجہ شاہ جہاں (۱۶۵۹۔۱۶۲۷ء) ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کے تاریخی شہر آگرہ میں واقع سنگِ مرمر سے بنی ایک عظیم الشان عمارت ہے جسے مغل شہنشاہ شاہ جہاں نے اپنی زوجہ کی محبت کی لافانی یادگار کے طور پر دریائے جمنا کے ساحل پر بنایا تھا۔ تاج محل اپنے فن تعمیر کی خوبیوں اور خصوصیتوں کی بنا پر دنیا بھر میں مشہور ہے۔ اور عجائبات عالم میں شمار ہوتا ہے۔ پوری دنیا سے لاکھوں سیاح ہر سال اس کو دیکھنے کے لیے آتے ہیں۔ ملک کی معیشت کے فروغ میں اس تاج محل کا اہم رول ہے۔ تاج محل مغل طرز تعمیر کا عمدہ نمونہ ہے اس کی تعمیراتی طرز فارسی، ترک، بھارتی اور اسلامی طرز تعمیر کے اجزاء کا انوکھا ملاپ ہے۔ ۱۹۸۳ء تاج محل کو اقوام متحدہ کے ادارہ برائے تعلیم، سائنس اور کلچر نے عالمی ثقافتی ورثے میں شمار کیا۔ ایسے عالمی ثقافتی ورثہ کی جامع تعریف حاصل کرنے والی بہترین تعمیرات میں سے ایک بتایا گیا۔ اس کی تعمیر میں ساڑھے چار کروڑ روپے صرف ہوئے اور بیس ہزار معماروں اور مزدوروں نے اس کی تکمیل میں حصہ لیا۔ اس کی لمبائی اور چوڑائی ۱۳۰/فٹ اور بلندی ۲۰۰/فٹ ہے۔ مقبرے کے اندر اور باہر پچی کاری کی صورت میں قرآن کریم کی آیات نقش ہیں۔ یہاں خوبصورت مسجد، حوض اور باغ بھی ہیں۔

نام ہے ہند کا جس تاج سے اس عالم میں
دشمنوں سے وہ عمارت دیکھی نہیں جاتی

ہاجرہ نورزریابؔ

ثریا:

یہ سات ستاروں کا ایک جھرمٹ ہے جس کو ہندی میں ''جھمکا'' فارسی میں ''پروین ''اورعربی میں ''ثریا'' کہتے ہیں۔

گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسمان نے ہم کو دے مارا

علامہ اقبالؔ

جنید بغدادی:

آپ ایک بہت بڑے صوفی ہیں۔آپ سری سقطی کے بھتیجے (بھانجے) اور انہی کے مرید تھے۔آپ کی سکونت بغداد میں تھی۔آپ نے فقہ، ابوثور سے پڑھی۔تصوف کی تعلیم حارث محاسبی سے حاصل کی۔

محاسبی کے ساتھ آپ کو بھی راسخ العقیدہ ہونے کا سب سے بڑا امام تسلیم کیا گیا ہے اور آپ کو سید الطائفہ (صوفیوں کے سردار) طاؤس الفقراء، شیخ المشائخ کے القابات سے نوازا گیا ہے۔

جالینوس:

جالینوس: ایک مشہور ومعروف طبیب، جراح، دوا ساز اور علم طب کی کتابوں کا

مصنف ، ایشیائے کوچک کے شہر پرگاموں میں پیدا ہوا ۔ اس نے تشریح عضویات، امراضیات، معالجات اور صیدلیات میں نئے نئے تجربے کر کے نئے حقائق کا انکشاف کیا۔ جالینوس بڑا پر نویس، واضح اور زوردار مصنف تھا۔اس کا شمار دنیا کے مشہور طبی فلاسفہ میں کیا جاتا ہے۔اس نے تقریباً ایک سو بیس کے قریب کتب تصنیف کیں جو طب، منطق، صرف ونحو، اخلاقیات، فلسفہ اور ادب سے تعلق رکھتی ہیں۔زمانہ وسط اور دور نشاۃ ثانیہ میں جالینوس پر جو کچھ علمی کام ہوا ہے وہ ایک حد تک عربوں کی تالیفات اور اس کی کتابوں کے عربی تراجم ہی کا مرہون منت ہے۔

جامِ جَم:

جامِ جَم کو جام جمشید بھی کہتے ہیں۔اس پیالہ کو کیخسرو نے بنایا تھا جس پر علمِ رمل (ستاروں کا علم) کے حساب سے خطوط اور ہند سے کھینچے ہوئے تھے اس کے ذریعہ جمشید بادشاہ کو پیش آنے والے حادثات اور واقعات کا علم پہلے سے ہو جاتا تھا۔اردو ادب میں جام جم یا جام جمشید کو شاہانہ شوکت اور عظمت کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
جامِ جَم سے یہ میرا سفال اچھا ہے

غالبؔ

جہاں بینی میری فطرت ہے لیکن
کسی جمشید کا ساغر نہیں میں

اقبالؔ

اگر دیکھا بھی اس نے سارے عالم کو تو کیا دیکھا
نظر آئی نہ کچھ اپنی حقیقت جام سے جَم کو

علامہ اقبالؔ

جمشید بھی جو دیکھے حیرت میں ڈوب جائے
جام جہاں نما ہے اسمارٹ فون میرا

ڈاکٹر ہلال نقوی

جنت شداد یا باغِ اِرم:

شداد ایک ایسا مغرور و سرکش بادشاہ تھا جس نے خدائی کا دعوی کیا اور اس نے باغ بنوایا جس کو باغِ ارم اور جنت شداد کہا جاتا ہے۔ یہ باغ تقریباً ۲۵ رمیل کی وسعت میں پھیلا ہوا تھا۔ خوبصورت و دلکش باغ تیار ہو جانے کے بعد شداد اس کو دیکھنے گیا۔ جیسے ہی وہ باغ کے دروازہ پر داخل ہوا کہ اس کو موت آ گئی اور باغ دیکھے بغیر اس دنیا سے چلا گیا۔ دنیا کے محل، باغ اور بادشاہت کو چھوڑنا پڑا اور اپنے غرور و تکبر اور بداعمالیوں کے ساتھ اس دنیا سے چلا گیا اور یہاں کی کوئی چیز اس کو کام نہ آسکی۔

کیا سناؤں تمہیں اِرم کیا ہے
خاتم آرزوئے دیدہ وگوش

اقبالؔ

باغ ارم جو اپنے گھر کو بنا دیا ہے
لگتا ہے جیسے خود بھی شداد ہو گیا ہے

ڈاکٹر ہلال نقوی

چاہ کنعان، ماہ کنعان:

چاہ کنعان ۔ چاہ کے معنی کنواں، ماہ کے معنی چاند ہے۔ کنعان حضرت یعقوبؑ کا وطن ہے۔ جس کو اب فلسطین کہا جاتا ہے۔ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے جن میں سب سے دو چھوٹے بیٹے حضرت یوسف اور بنیامین تھے۔ حضرت یوسف بہت حسین وجمیل تھے۔ حضرت یعقوب ان سے بہت محبت کرتے تھے اور بھائیوں کو یہ بات بہت ناپسند تھی۔ بچپن میں حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے اور چاند وسورج سجدہ کر رہے ہیں۔ یہ خواب اپنے والد ماجد حضرت یعقوبؑ کو بیان کیا تو حضرت یعقوبؑ نے ان کو اپنے بھائیوں سے خواب بیان کرنے سے منع کیا کہ وہ لوگ تم سے حسد کریں گے۔ خواب بیان کرنے سے منع کیا لیکن حضرت یوسف نے اپنا خواب بھائیوں سے بیان کر دیا۔ جس کی وجہ سے بھائی حسد میں مبتلا ہو گئے۔ یوسف کے بھائیوں نے ان کو جنگل لے جا کر ایک سنسان کنواں میں ڈال دیا اور بھائیوں نے اپنے والد سے کہا کہ اس کو بھیڑیے نے کھالیا۔ تاجروں کی جماعت وہاں سے گذری۔ ان کو یہ بچہ کنواں سے ملا اور حضرت یوسف کو مصر لے جا کر معمولی داموں میں بیچ دیا۔ عزیز مصر نے ان کو خرید کر اپنے محل میں رکھ لیا۔ اس کی بیوی زلیخا، حضرت یوسف کے حسن و جمال کو دیکھ کر ان پر فریفتہ ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو نبوت سے سرفراز کیا اور گناہوں سے محفوظ رکھا۔ اور مصر کی حکومت عطا کی اور والدین اور تمام بھائیوں نے ان کو اس زمانہ کے دستور کے مطابق سجدہ کیا۔ اس طرح ان کا خواب شرمندہ تعبیر ہوا۔ حضرت یعقوب ان کی جدائی میں روتے روتے اندھے ہو گئے۔ اس کو گریۂ یعقوب کیا جاتا ہے ۔

آ رہی ہے چاہ کنعان سے صدا
دوست یاں تھوڑے ہیں اور بھائی بہت

مولانا الطاف حسین حالؔی

غالب کے اس شعر میں حسن حضرت یوسف کو ماہ کنعان کہا گیا ہے ؎

سب رقیبوں سے ہوں ناخوش پر زنانِ مصر سے
ہے زلیخا خوش کہ محوِ ماہ کنعان ہو گئیں

غالبؔ

چاہ بابل:

بغداد سے جنوب کی طرف تقریباً 55 میل کے فاصلہ پر ایک چوکور کنواں جس کا قطر تین فٹ کے قریب ہے۔اس کنواں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں ہاروت و ماروت الٹے لٹکے ہوئے ہیں۔اور قیامت تک الٹے لٹکے رہیں گے۔

چاہِ یوسف:

نواح شام میں طبریہ کے نزدیک وہ کنواں جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے ڈال دیا تھا۔

چنگیز:

چنگیز خاں ،مغول سلطنت کا بانی جس کا اصل نام تموجین تھا۔اس نے اسلامی سلطنت پر قابض ہو کر بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔اس نے اپنے لشکر کی مدد سے قتل عام کیا اور بہت اہم کتابیں دریا کے سپرد کر دیں۔یہ جس علاقہ سے گذرتا اس کو تباہ و برباد کر

دیتا اور ظلم کے نئے نئے طریقہ ایجاد کرتا۔ یہ ظلم کی علامت کے طور پر جانا جاتا ہے۔ علامہ اقبال نے صحیح کہا ہے۔

اسکندر وچنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں
سوبار ہوئی حضرت انسان کی قبا چاک
محکوم کے الہام سے اللہ بچائے
غارت گرِ اقوام ہے وہ صورت چنگیز

چشتیؒ خواجہ معین الدین چشتیؒ:

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ جو سلطان الہند اور غریب نواز کے لقب سے ملقب کیے جاتے ہیں۔ ۵۳۷ھ بروز دوشنبہ بوقت صبح سجستان کے قصبہ سنجر میں پیدا ہوئے۔ علوم ظاہریہ کے ساتھ قلوب کے تزکیہ کے لیے حضرت شیخ عثمان ہارونی سے بیعت ہوئے اور اس زمانہ کے تمام معروف علماء وصوفیاء سے استفادہ کیا۔ راہ سلوک کی تب وتاب برداشت کرنے کے بعد حضرت خواجہ، لاہور اور دہلی ہوتے ہوئے اپنے چالیس اصحاب کے ساتھ اجمیر تشریف لائے۔ حضرت خواجہ نے اجمیر کو دعوت وارشاد کا مرکز بنا کر پورے ہندوستان میں اسلام کی نشر واشاعت کے لیے اپنے خلفاء ومریدین کو مامور کیا۔ ان کی کئی تصانیف بھی ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر بڑی تعداد میں لوگ ایمان میں داخل ہوئے۔ ۶ر رجب ۶۳۳ھ کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

چشتی نے جس زمیں میں پیغام حق سنایا

نانک نے جس چمن میں وحدت کا گیت گایا

اقبالؔ

حجاز:

حجاز: جزیرۃ العرب کا شمال مغربی حصہ۔سعودی عرب کا مغربی صوبہ جو بحر قلزم کے ساتھ مغربی ساحل پر واقع ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وطن مالوف مسلمانوں کا روحانی مرکز،لفظی معنی وہ چیز جو دو چیزوں کو جدا کرے چونکہ یہ حصہ بھی بخارا اور تہامہ کے درمیان حائل اور حاجز ہے اس لیے اسے بھی حجاز کہتے ہیں۔حجاز کا علاقہ شمال میں فلسطین تک چلا جاتا ہے۔جنوب میں کسی وقت حجاز کی سرحد یمن سے ملتی تھی۔لیکن زمانہ حال میں دونوں کے درمیان عسیر کو حائل کر دیا گیا۔

حاتم طائی:

دور جاہلیت کا ایک شہسوار اور شاعر تھا۔وہ بشر بن ابی خازم اور عبید بن الابرص جیسے شعراء کا ہم عصر تھا۔حاتم،صاحب مروت اور مہمان نواز تھا۔اس کی سخاوت ضرب المثل ہے۔اس نے مہمان نوازی اور سخاوت کرنے میں اپنی ضروریات کی کبھی پرواہ نہیں کی۔حاتم کے اشعار زیادہ تر سخاوت اور ایثار کی تعریف میں ہیں۔عربی ادب میں حاتم کی شخصیت بہت ہر دلعزیز ہے۔اردو زبان وادب میں بھی حاتم جود وسخاوت کے لیے مشہور وضرب المثل ہے۔

حرم:

حرم: قابل عزت ۔قرآن وحدیث میں جہاں جہاں یہ لفظ آیا ہے ۔ان سب جگہوں پر حرمت سے عزت وتعظیم ہی مراد ہے ۔حرم کے ایک اور معنی ممنوع کے ہیں ۔ اسلامی اصطلاح میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اوران کے اردگرد کے چند میل کے علاقے کو حرم کہتے ہیں ۔اسے حرم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت قائم کی ہے اوران مقامات پر بعض افعال اور اقدامات ممنوع ہیں ۔مکہ اوراس کے ماحول کی حرمت اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ قائم فرمائی ۔

ابن ماجہ کی حدیث کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔الٰہی تو نے مکہ کی حرمت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ نافذ کی تھی اب میں تیرے ہی حکم سے مدینہ کی حرمت کا اعلان کرتا ہوں ۔آئندہ سے مدینہ اپنے اردگرد حرہ تک حرم ہے ۔حرم کا لفظ زنان خانہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جہاں غیر مرد نہ جاسکیں ۔

حجراسود:

جنت سے آیا ہوا ایک پتھر ہے جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کے کونہ میں لگایا ۔اس کا رنگ دودھ کی طرح سفید تھا لیکن انسانوں کے گناہوں نے اس کو کالا کر دیا ۔شروع میں یہ ایک ہی پتھر تھا لیکن بعض حوادثات کی بناء پراس کے ٹکڑے ہوگئے اوراب اس کے چھوٹے بڑے آٹھ ٹکڑے ہیں جن کو ایک بڑے پتھر میں جوڑ دیا گیا ہے اوراس پر چاندی کا فریم لگا دیا گیا ہے ۔حجراسود کعبہ شریف کے جنوبی حصہ میں نصب ہے ۔

حضرت خضر:

حضرت خِضر علیہ السلام پیغمبر تھے۔بعض نے کہا وہ نیک بندوں میں سے تھے۔ اللہ نے ان کو خصوصی صفات سے نوازا تھا۔اب وہ زندہ ہیں یا مر چکے ہیں اس سلسلہ میں بھی مختلف اقوال ہیں۔ابو حیان نے تفسیر بحر محیط میں متعدد بزرگوں کے واقعات حضرت خضر سے ملاقات کے بھی نقل کئے ہیں۔مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ جمہور علماء اس پر ہیں کہ خضر علیہ السلام کی وفات ہوگئی۔جو لوگ حضرت خضر کی حیات کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ دجال مدینہ طیبہ کے قریب ایک جگہ تک پہنچے گا تو مدینہ سے ایک شخص اس کے مقابلے کے لیے نکلے گا جو اس زمانے کے سب انسانوں میں بہتر ہوگا یا بہتر لوگوں میں سے ہوگا۔ابو اسحاق نے فرمایا کہ یہ شخص حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے۔ (قرطبی)

شاعروں نے اپنے کلام میں حضرت خضر کا تذکرہ کیا ہے ؎

دور منزل ہو اگر راہ میں تھک جائے کوئی
جب مسافر کہیں رستے میں بھٹک جائے کوئی
خضر کا کام کروں راہ نما بن جاؤں
(افسر میرٹھی)

تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خود کشی
رستہ بھی ڈھونڈ ، خضر کا سودا بھی چھوڑ دے
اقبالؔ

دیوار قہقہہ:

ایک دیوار ہے جس کو سدِ سکندر بھی کہتے ہیں۔اس دیوار سے مفسد قوموں کی راہ بند ہوگئی۔اس کے متعلق یہ بھی خیال ہے کہ اگر کوئی شخص اس پر چڑھ جاتا تو ہنستے ہنستے دوسری طرف گر جاتا۔اس لیے اس دیوار کو دیوار قہقہہ بھی کہا جاتا ہے۔

گئے تھے لوگ تو دیوار قہقہہ کی طرف
مگر یہ شور مسلسل ہے کیسا رونے کا

شہریار

ایک دیوار قہقہہ مجھ میں
روز اٹھتی ہے غم دبانے کو

ہلال نقوی

دارا:

فارس کے ایک بادشاہ کا نام جس سے سکندر لڑا تھا۔یوں بھی وہاں ہر بادشاہ کو دارا کہتے ہیں۔

نہ گور سکندر ہے نہ ہے قبر دارا
مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

آتش

پہلے خود دارا تو مانندِ سکندر ہو لے
پھر جہاں میں ہوسِ شوکت دارائی کر

(اقبالؔ)

دلدل:

دُلدُل: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکستری رنگ کے خچر کا نام۔ دلدل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کا کام دیا۔ یہ خچر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقوقس نے بطور ہدیہ بھیجا تھا۔ دلدل کے ساتھ اس نے ایک گدھا بھی بھیجا تھا جو عفیر کہلاتا تھا۔

ذوالقرنین:

ذوالقرنین: عظیم فرمانروا، زبردست فاتح اور عظیم الشان ذرائع کا مالک۔ ذو القرنین کا ذکر قرآن مجید میں سورہ کہف میں آیا ہے۔ ذوالقرنین سے کون مراد ہے۔

(۱) یمن کے مملوک حمیر کے سلسلہ کا ایک طاقتور بادشاہ جس کا نام الصعب بن الہمال بیان کیا جاتا ہے۔

(۲) مملوک حمیرہ کے خاندان لخم کا فرمانروا منذر بن امری القیس المعروف بہ منذر الاکبر۔

(۳) مشہور یونانی فاتح سکندر بن فیلقوس۔ اسے اکثر مؤرخین اور مفسرین نے قرآنی ذوالقرنین کا مصداق بتایا ہے۔ مؤرخوں میں طبری اور ابن ہشام نے بھی سکندر یونانی ہی کو ذوالقرنین قرار دیا ہے۔

(۴) خورس بانی سلطنت ایران اس کے نام مختلف زبانوں میں سائرس، کوروش اور کیخسرو آئے ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اسے قرآنی ذوالقرنین کا مصداق ٹھہرایا ہے۔ ابن کثیر نے ایک سکندر کا نام لیا ہے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معاصر، موحد اور صاحب ایمان تھا اور اس مشہور سکندر یونانی سے دو ہزار سال قبل گذرا ہے۔ تاریخ میں اس

سکندر کا ذکر نہیں ملتا۔

ذوالقرنین کی آہنی دیوار قفقاز کے علاقہ داغستان میں دربند اور داریال کے درمیان بنائی گئی تھی۔ قفقاز اس ملک کو کہتے ہیں جو بحیرہ اسود اور بحیرہ خزر کے درمیان واقع ہے۔ دیوار پچاس میل لمبی، انتیس فٹ بلند اور دس فٹ چوڑی تھی۔

ذوالنون:

ذوالنون حضرت یونس علیہ السلام کا لقب ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کو علاقہ موصل کی ایک بستی نینویٰ کے لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا۔ حضرت یونس نے لوگوں کو ایمان وعمل صالح کی دعوت دی لیکن قوم نے سرکشی ونافرمانی کی۔ حضرت یونسؑ ان سے ناراض ہو کر بستی سے نکل گئے اور ان کو کہہ دیا کہ تین دن کے اندر تمہارے اوپر عذاب آجائے گا۔ حضرت یونسؑ کے جانے کے بعد قوم فکرمند ہوئی اور انہوں نے توبہ کی اللہ تعالیٰ نے قوم یونس کی سچی توبہ اور الحاح وزاری کو قبول کرلیا اور عذاب ان سے ہٹا دیا جب حضرت یونسؑ نے عذاب نہ آنے اور قوم کی جانب سے نقصان پہنچ جانے کے خوف سے دوسری جگہ ہجرت کر جانے کا ارادہ کرلیا۔ راستہ میں دریا تھا جس کو پار کرنے کے لیے کشتی پر سوار ہو گئے ۔کشتی بھنور میں پھنس گئی تو کشتی والوں نے قرعہ ڈالا۔ ہر قرعہ میں حضرت یونسؑ کا نام نکل آیا۔ حضرت یونسؑ کا نام بار بار قرعہ میں آنے کی وجہ سے ان کو دریا میں ڈال دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مچھلی نے آپ کو نگل لیا۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو یہ ھدایت کی کہ وہ نہ ان کے گوشت کو نقصان پہنچائے نہ ہڈی کو۔ یہ تیری غذا نہیں بلکہ تیرا پیٹ چند روز کے لیے ان کا قید خانہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو صحیح سلامت مچھلی کے پیٹ سے باہر نکال دیا۔ اس لیے

حضرت یونسؑ کو ذوالنون (مچھلی والے) کہا جاتا ہے۔

رازی:

ابو بکر محمد بن زکریا الرازی ۲۵۰ھ/۸۶۴ء میں ایران کے رے (شہر) میں پیدا ہوئے اور اسی نسبت سے رازی کہلائے۔ آپ نامور مسلمان عالم، طبیب، فلسفی، ماہر علم نجوم اور کیمیا دان تھے۔ جالینوس کے لقب سے مشہور ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ بقراط نے طب ایجاد کیا۔ جالینوس نے طب کا احیاء کیا۔ رازی نے متفرق سلسلہ ہائے طب کو جمع کر دیا۔ اور ابن سینا نے تکمیل تک پہنچایا۔ جوانی میں موسیقی کے دلدادہ تھے۔ پھر ادب وفلسفہ، ریاضیات ونجوم اور کیمیا وطب میں خوب مہارت حاصل کی۔ طب میں ایسی شہرت دوام ملی کہ آپ طب کے امام وقت کہلائے۔ ۹۰۸ء میں بغداد کے مرکزی شفا خانہ میں جو اس زمانہ میں عالم اسلام کا سب سے بڑا شفا خانہ تھا انہیں وہاں اعلیٰ افسر کے عہدہ پر فائز کیا گیا جہاں وہ سترہ سال وابستہ رہے۔ یہ عرصہ انہوں نے طبی تحقیقات اور تصنیف وتالیف میں گزارا۔ ان کی سب سے مشہور کتاب ''حاوی'' اسی شفا خانہ کی یادگار ہے۔ رازی کی تصانیف کے تراجم لاطینی میں کئے گئے اور یورپ کی درسگاہوں میں بطور نصاب پڑھائی جاتی رہیں۔

رستم اور سام:

رستم اور سام دونوں ایران کے مشہور پہلوان تھے۔

نہ رستم نہ سام باقی ہے
اک فقط نام ہی نام باقی ہے

(مرزا شوق)

روح الامین یا روح القدس:

حضرت جبرئیل علیہ السلام کو روح الامین اور روح القدس بھی کہتے ہیں۔

روح اللہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لقب ہے۔

رومی (۱۲۰۷ء۔۱۲۷۳ء)

جلال الدین رومی بلخ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد سلطان العلماء بہاء الدین مشہور و معروف عالم تھے۔ والد صاحب اور سید برہان الدین محقق سے علوم معقول و منقول پڑھا۔ ۱۲۴۴ء میں شمس تبریز سے ملاقات ہوئی جس سے رومی کی زندگی میں ایک روحانی انقلاب آیا۔ علوم کو چھوڑ کر تصوف و عرفان میں ڈوب گئے۔ مولانا کا شاہکار ''مثنوی معنوی'' ہے۔ اس میں حقائق معرفت، تصوف کے حکیمانہ مسائل اور گراں بہا دینی و اخلاقی مضامین جمع کر دیئے گئے ہیں۔ طرز بیان تمثیلی ہے۔ حکیم سنائی و عطار سے بھی متاثر ہیں۔ مثنوی تصوف کا کامل ترین شاہکار ہے۔ دیوان شمس تبریز بھی معروف ہے۔ نثر میں ان کی ایک کتاب ''فیہ فیہ'' ان کے افکار کا مجموعہ ہے۔ قونیہ میں وفات پائی۔ مثنوی کا ترجمہ کئی زبان میں ہو چکا ہے۔ علامہ اقبال، مولانا روم کے فلسفہ حیات سے بہت متاثر تھے۔

گستہ تار ہے تیری خودی کا ساز اب تک

کہ تو ہے نغمۂ رومی سے بے نیاز اب تک

اقبالؔ

زمزم:

زمزم۔حضرت ہاجرہ اورحضرت اسماعیل کے پاس رکھا کھانے پینے کا سامان ختم ہوگیا۔حضرت اسماعیل بھوک سے بے تاب ہوکررونے لگے تو ماں بے چین ہوگئی اور ماں کی ممتا نے انہیں پانی تلاش کرنے پر مجبور کردیا۔خود بھی بھوک و پیاس میں مبتلا تھیں۔اسی بے تابی میں صفا اورمروہ دونوں پہاڑیوں پر دوڑتی رہیں۔صفا پر کھڑی ہوتیں تو معلوم ہوتا کہ مروہ پر پانی ہے لیکن جب وہ وہاں پہنچیں تو وہاں پانی نہ پاتیں۔اسی طرح دونوں پہاڑیوں پر دوڑتی رہیں۔حضرت اسماعیل بھوک سے رورہے تھے اور ایڑیاں رگڑ رہے تھے ۔اللہ تعالٰی نے ان دونوں کے لیے اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے ایک چشمہ جاری فرمایا جسے آب زمزم کہتے ہیں۔

زمزم وکوثر وتسنیم نہیں لکھ سکتا
اے نبیؐ آپ کی تعظیم نہیں لکھ سکتا
میں اگر سات سمندر بھی نچوڑوں راحتؔ
آپ کے نام کی اک میم نہیں لکھ سکتا

راحت اندوری

زرتشت:

زرتشت ایران کا رہنے والا ہے۔وہ پارسی مذہب کا بانی ہے۔آتش پرست اس کو اپنا پیغمبر مانتے ہیں۔پارسیوں کی مذہبی کتاب ''اوستا'' ہے۔

سلجوق:

ایک ترک شاہی خاندان ۔ اس خاندان نے گیارہویں عیسوی سے تیرہویں صدی عیسوی تک وسطی اور ایشیائے قریب کے بہت بڑے علاقوں پر حکومت کی ۔ ان میں چند نمایاں خاندان یہ ہیں ۔

(۱) سلجوقیان ایشیائے کوچک (۲) سلجوقیان اعظم (۳) سلجوقیان عراق (۴) سلجوقیان شام (۵) سلجوقیان کرمان

سلجوق خاندان کا مورث اعلیٰ سلجوق بن دقاق تھا۔ وہ ترکوں کا لیڈر تھا۔ لوگ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتے تھے۔

سقراط:

یونان کا ایک عظیم حکیم جو افلاطون کا استاذ تھا۔

سکندر اعظم:

روم کے ایک بڑے بادشاہ کا نام جس نے دنیا کے بہت سے ممالک فتح کئے ۔

سنجر بن ملک شاہ ۔(۱۰۸۶ء ۔۱۱۵۷ء)

ناصر الدین ابوالحارث ۔ ایک سلجوقی سلطان ۔ اس کا اسلامی نام احمد تھا۔ اس نے دنیا کے ایک بڑے حصہ پر حکومت کی ۔ اس بالغ نظر اور طاقت ور سلطان کی موت کے بعد سلجوقی سلطنت تیزی کے ساتھ روبہ زوال ہونے لگی ۔

عجب نہیں کہ مسلماں کو پھر عطا کر دیں
شکوہِ سنجر و فقر جنیدؒ و بسطامیؒ

(اقبالؔ)

سحرِ سامری:

سامری مصر کا ایک بہت بڑا جادوگر تھا۔ حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا کی تو انہوں نے اپنے بھائی ہارون کی معیت میں مصر کے بادشاہ فرعون کو ایک اللہ کی عبادت کرنے اور اس کی تابعداری کی دعوت دی۔ فرعون نے دربار میں حضرت موسیٰؑ علیہ السلام سے مقابلے کے لیے جادوگروں کو بلایا جس میں مشہور جادوگر سامری بھی تھا۔ حضرت موسیٰ نے اپنا عصا زمین پر ڈالا تو وہ اژدہا بن کر جادوگروں کے تمام سانپوں واژدہوں کو نگل گیا۔ اس معجزہ کو دیکھ کر بہت سے کافر ایمان لے آئے لیکن فرعون ایمان نہیں لایا اور اپنے خدائی دعوی پر مصر رہا۔ آخر دریا میں اپنی فوج کے ساتھ غرق آب ہوا۔ اس کے خدائی دعوے اور حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

خون اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری
نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا، نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا
میں ہلاک جادوئے سامری، تو قتیل شیوۂ آذری

علامہ اقبالؔ

سلسبیل:

سلسبیل سے مراد ایسا پانی ہے جو میٹھا، ہلکا اور خوش ذائقہ ہونے کی بناء پر حلق سے

گزر جائے۔ جنت میں جنتیوں کے لیے ایسا چشمہ ہوگا جس میں سونٹھ کی خوشبو تو ہوگی مگر اس اس کی تلخی نہ ہوگی اس لیے اس کا نام سلسبیل ہوگا۔ امام راغب کے بقول سلسبیل ہر اس چشمہ کو کہتے ہیں جو تیزی سے بہہ رہا ہو۔ علامہ اقبال نے سلسبیل کو اپنے شعر میں تلمیحاً استعمال کیا ہے۔

مجھے فریفتہ ساقی جمیل نہ کر
بیانِ حور نہ کر، ذکر سلسبیل نہ کر

سجدۂ آدم:

اللہ رب العزت نے حضرت آدمؑ کی تخلیق فرمائی اور ان کی پسلی سے حضرت حواؑ کو پیدا فرمایا۔ پھر تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدمؑ کو سجدہ کریں لیکن باوجود حکم خداوندی، عزازیل (ابلیس) نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس حکم عدولی پر اسے دربار خداوندی سے نکال دیا گیا۔ ابلیس انسان کا ازلی دشمن بن گیا اور اس نے تمام انسانوں کو جہنم میں ڈالنے کا عزم مصمم کر لیا ہے۔

گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کرنے میں
اگر لاکھوں برس سجدے میں جو سر مارا تو کیا مارا

شیخ ابراہیم ذوقؔ

سامری:

سامری نے بنی اسرائیل میں سنہری بچھڑی کی پرستش کرائی یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا ہے۔ سامری کے کہنے پر بنی اسرائیل نے اپنے اپنے زیورات آگ میں ڈال دیئے اور اس نے ان سے زیورات کو پگھلا کر ایک بچھڑا بنایا جس سے آواز نکلتی تھی۔

بنی اسرائیل نے اس کی عبادت شروع کر دی۔ حضرت ہارونؑ نے انہیں روکنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ نہیں مانے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے بعد واپس آئے تو بہت رنجیدہ ہوئے اور حضرت ہارونؑ کو ڈانٹا کہ آپ نے انہیں کیوں نہیں روکا۔

نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا ، نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا
میں ہلاک جادوئے سامری، تو قتیل شیوۂ آزری

علامہ اقبالؔ

سجدہ:

خاص انداز میں جھک کر اور ناک کو زمین پر رکھنا۔ سجدہ نماز کا رکن ہے۔ سجدہ میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے، پھر دونوں ہاتھ دونوں کانوں کے قریب اس انداز میں رکھنا کہ منہ ان دونوں کے درمیان رہے۔ اور سجدہ میں ناک اور پیشانی زمین پر ٹکے رہیں دونوں ہاتھ پہلوؤں سے اور دونوں بازو پیٹ سے اور پیٹ رانوں سے الگ رہے جبکہ پاؤں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی جانب ہو۔ سجدہ صرف اللہ کے لیے جائز ہے کسی اور کے لیے سجدہ ناجائز ہے۔ جب انسان ایک اللہ کی عبادت کرے اور اسی کو سجدہ کرنے اور اسی سے تمام حاجات کے لیے دعا کرے تو وہ دونوں جہاں میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ ورنہ انسان در در کی ٹھوکریں کھاتا ہے اور الگ الگ دیوی دیوتاؤں اور معبودوں کے سامنے ماتھا ٹیکتے ٹیکتے بے سکونی میں اس دنیا سے چلا جاتا ہے۔ اللہ رب العزت نے تمام انسان اور جن کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور اسی نے تمام نعمتیں عطا کی اور انسانوں میں علم، فہم وشعور اور تسخیر کی صلاحیت عطا کی اور کائنات کی نعمتیں اور خزانے اس کے لیے مسخر کر دیئے۔ اللہ

تعالیٰ نے انسانوں کو تمام نعمتیں دیں اور اس کی رہبری کے لیے انبیاء کرام کو بھی مبعوث کر کے احسان عظیم کیا۔ اس لیے انسانوں پر لازم ہے کہ صرف اس کے سامنے سجدہ کریں۔

علامہ اقبال نے سچ کہا ہے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

(اقبالؔ)

سرمد شہید:

سرمد شہید مجذوب بزرگ تھے۔ ان کی رباعیات جذب و سرمستی کا مرقع ہیں۔ جذب کی حالت اتنی تھی کہ کلمات کفر بھی ادا کر دیا کرتے تھے۔ جس سے وہ تائب نہیں ہوتے تھے۔ حضرت اورنگ زیبؒ کے عہد میں حد شرعی نافذ ہوئی اور ان کو سولی دے دی گئی۔ عوام میں سرمد شہید سے مشہور ہیں ان کی قبر زیارت گاہ عوام بن گئی ہے۔

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری:

شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری مخدوم جہاں اور مخدوم الملک کے القاب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ آپ کے پردادا اپنے زمانہ کے بڑے عالم اور فقیہ تھے۔ اور ملک شام سے نقل مکانی کر کے بہار کے قصبہ منیر میں قیام پذیر ہوئے۔ مخدوم الملک شیخ منیری کی ولادت شعبان ٦٦١ھ مطابق ١٢٦٣ء میں بمقام منیر شریف ہوئی۔ آپ نے علوم وفنون کی تعلیم با صلاحیت اساتذہ کرام سے حاصل کی۔ زمانہ طالبِ علمی ہی میں شیخ ابوتوامہ کی صاحبزادی سے آپ کی شادی ہوئی۔ علوم ظاہری کی تحصیل کے بعد آپ دہلی کے مشائخ اور شیخ نظام الدین اولیاء کی صحبت میں بیٹھے اور اکتساب فیض کیا۔ دہلی سے لاہور تشریف لائے

اور شیخ نجیب الدین فردوسی کے مرید ہوئے۔ آپ نے کئی سال بہیا اور راج گیر کے جنگلوں میں عبادات، مراقبات اور ریاضت ومجاہدہ کیا۔ بہار شریف میں درس وتدریس، وعظ ونصیحت اور علوم باطنیہ سے لوگوں کو فیضاب کرنے لگے۔ سلطان محمد شاہ تغلق نے بہار میں آپ کے لیے خانقاہ تعمیر کرائی جس میں آپ مستقل سکونت پذیر ہوئے۔ آپ علوم حدیث میں یدطولیٰ رکھتے ہیں۔ ہندوستان میں سب سے پہلے صحیحین کا درس آپ نے شروع کیا۔ آپ نے پوری زندگی درس وتدریس، وعظ ونصیحت، مرید کی تعلیم وتربیت، معاشرہ کی اصلاح اور خدمت خلق میں گذاری۔ شیخ یحییٰ منیری ۵؍شوال ۷۸۶ھ کی شب میں نماز عشاء کے وقت اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی نماز جنازہ وصیت کے مطابق شیخ اشرف جہانگیر سمنانی نے پڑھائی۔

شیخ سعدی:

آپ کا نام شیخ مشرف الدین تھا۔ آپ تقریباً ۵۸۰ھ/۱۱۸۴ء میں شیراز میں پیدا ہوئے۔ آپ نے حضرت عبدالقادر جیلانی کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے ساتھ ہی حج سے مشرف ہوئے۔ آپ نے اپنی زندگی میں چودہ حج کئے۔ آپ بڑے شاعر بھی تھے۔ آپ کو فردوسی اور حافظ شیرازی کی طرح شہرت حاصل ہوئی۔ آپ نے اپنی زندگی کتابوں کے مطالعہ، سیر وسیاحت اور شعر گوئی، مراقبہ ومجاہدہ، تصوف کی اشاعت وتبلیغ اور اپنے کلام کی ترتیب وتکمیل میں گذاری۔ آپ کی دو تصانیف گلستان اور بوستان بہت زیادہ مشہور ہیں۔ آپ نے ان دونوں کتابوں کے علاوہ غزلوں کے دیوان، قصائد اور چند نظموں کے مجموعے طیبات اور ہزلیات کی صورت میں بھی لکھے ہیں۔ شیخ سعدی کا انتقال ۶۹۱ھ/۱۲۹۲ء میں ہوا اور شیراز کے مشرقی جانب مدفون ہوئے۔ ان کا مزار مرجع الخلائق ہے۔

شاخِ طوبیٰ:

طوبیٰ جنت کے ایک درخت کا نام ہے۔جس کی شاخ جنت کے ہر محل تک پہنچی ہوئی ہے۔اس سے جنتیوں کو طرح طرح کے پھل اور خوشبو حاصل ہونگی۔

ہوا سر سر آگے یار کے ، سروگلستاں کب
کہ نسبت دور کی طوبیٰ کو اس کے نخل قد سے ہے

(میر تقی میرؔ)

شق القمر:

سرور کائنات فخر موجودات خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں پچھلے تمام انبیاء کے اوصاف بدرجہ اتم موجود تھے۔اللہ رب العزت نے ان کو افضل الانبیاء بنا کر بہت سے معجزے عطا کیے۔کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

حسنِ یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک معجزہ شق القمر کا دکھایا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی کے اشارے سے چاند کے دوٹکڑے ہو گئے اور اس معجزہ کو دیکھ کر تمام حیران رہ گئے۔اس کے باوجود ابوجہل ایمان نہیں لایا۔

معجزہ شق القمر کا ہے مدینہ سے عیاں
مہہ نے شق ہو کر کیا ہے دین کو آغوش میں

شہر بابل:(Babylon)

''بابل'' قدیم زمانہ کے ایک مشہور شہر کا نام تھا۔ جو کئی میلوں میں بسا ہوا تھا۔ یہ شہر نمرود اور ضحاک بادشاہوں کا پایہ تخت بھی رہا ہے۔ بابل اپنی خوبصورتی اور رونق کے لیے بہت مشہور تھا۔ آج بھی اس کے کھنڈرات عراق میں دریائے فرات کے مشرقی کنارے پر یعنی بغداد کے جنوب و مغرب میں موجود ہیں۔

بابلیون (موجودہ نام ہلہ) میسوپوٹیمیا (عراق) کا قدیم ترین شہر، جو اسلامی تاریخ میں مشہور بادشاہ نمرود اور پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور کی وجہ سے مشہور ہے۔ یہ شہر دریائے فرات کے ایک شاخ پر جنوبی عراق میں واقع ہے۔ بابلی حکمراں حموار بی کے عہد سے یہ شہر دنیا بھر میں اہم حیثیت اختیار کر گیا۔ اس نے اٹھارہویں صدی قبل مسیح میں اپنا پایۂ تخت بنایا تھا۔ بعد میں آشوریوں اور اکاریوں کے حملوں کے دوران یہ شہر کئی بار تاخت و تاراج ہوا۔ اس شہر کو دوبارہ تعمیر کرایا گیا جسے سینا حیرب نے 689 ق۔م میں پھر زمین بوس کر دیا۔ نیا شہر بادشاہ اسازہدون نے تعمیر کرایا 648ق۔م میں آشوریہ کے بادشاہ آشور بنی پال نے اس کا محاصرہ کر کے اسے قبضہ میں لے لیا۔ آشوری سلطنت کے خاتمہ کے بعد بابل پر آزاد اور خود مختار حکمرانوں نے عرصہ تک حکومت کی۔ ساتویں صدی قبل مسیح کے اواخر میں بنو ہلاسر اور پھر اس کے بیٹے بنوکدنصر (بخت نصر) کے دور میں بابل کو بے حد شہرت حاصل ہوئی۔ اسی دور میں بابل میں پہلی بار یہودی قیدی لائے گئے جنہیں فارس کے بادشاہ داریوس اول نے رہائی دلائی۔ داریوس اول اور ارتخشا کے عہد میں بابل کو دربارہ لوٹا اور جلایا گیا۔ بعد ازاں یونانیوں نے اسے تاخت و تاراج کیا۔ سکندر اعظم اسی شہر میں بخت نصر کے محل میں مرا تھا۔

شام:

شام: مشرق وسطی کا ایک اسلامی اور تاریخی ملک۔ سرکاری نام جمہوریہ عربیہ سوریہ ہے۔ موجودہ رقبہ ۷۱۴۹۸ مربع میل ہے۔ اس کے مغرب میں بحیرہ روم اور لبنان، جنوب مغرب میں فلسطین اور اسرائیل، جنوب میں اسرائیل اور اردن، مشرق میں عراق اور شمال میں ترکی ہے۔ ملک کی موجودہ آبادی لگ بھگ دو کروڑ ہے۔ جن میں اکثریت عربوں کی ہے بہت تھوڑی تعداد میں اسیریائی، دروز بھی رہتے ہیں۔ بیشتر آبادی سنّی مسلمانوں کی ہے۔ شیعہ، اسماعیلی، دروز، اور عیسائی بھی بڑی تعداد میں رہتے ہیں۔ اس کے مشہور شہر دمشق (دارالحکومت) حلب، حمص، اور حماۃ ہیں اور صدیوں سے اسلامی علوم وفنون کے مراکز رہے ہیں۔ قاہرہ کے بعد دمشق دنیائے اسلام کا دوسرا علمی، ثقافتی اور فنی مرکز ہے۔ یہاں کی جامعہ دمشق ۱۹۲۴ء سے قائم ہے۔

تاریخی اعتبار سے شام ایک قدیم تہذیبی وثقافتی مرکز ہے۔ سالہا سال تک دمشق کو اسلامی سلطنت کا مرکز ہونے کا شرف حاصل رہا۔ بنوامیہ کے زوال کے بعد شامیوں کی برتری ختم ہوگئی۔ اب نیا صدر مقام بغداد تھا جو صدیوں تک اسلامی شکوہ وجلال کا عظیم نشان رہا۔ ۲۱۴ھ۔ ۸۲۵ء میں مامون الرشید شام آیا اور ارضیات کی از سر نو پیائش کرائی۔ ۸۵۸ء میں متوکل نے مرکزی حکومت دمشق منتقل کر دیا۔ ملک شام عیسائیوں کے قبضہ میں آیا اور صلاح الدین ایوبی نے اس خطہ کو صلیبیوں سے آزاد کرایا۔

۱۸۶۴ء کے بعد شام دو ولایتوں میں بٹ گیا۔ حلب اور دمشق۔ ۱۸۸۸ء میں بیروت کو جو شام کی بڑی بندرگاہ تھی اور اہم تجارتی مرکز کی حیثیت سے مشہور تھا۔ علیحدہ ولایت بنا دیا گیا۔ ملک شام میں مسلمانوں کی آمد سے لے کر آج تک کتنے حکمراں آئے۔ یہ

خطہ کئی آزمائشوں سے گذرتا رہا۔ بشارالاسد کے خلاف بغاوت کے بعد سے ملک شام سے لاکھوں لوگ ہجرت پر مجبور ہو گئے ۔آبادیوں کی آبادیاں صفحۂ ہستی سے مٹا دی گئیں اور لاکھوں قتل کر دیئے گئے۔

حافظ شیرازی:

فارسی غزل گوشاعر شمس الدین محمد، شیراز میں پیدا ہوئے۔اوائل عمری میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور اس کے بعد علوم اسلامیہ اور عربی زبان وادب میں مہارت پیدا کر لی۔ آپ کا درس بہت مقبول تھا۔

حافظ کو غزل گوئی میں حد درجہ کمال حاصل تھا۔انہوں نے اپنی غزلیات کو دیوان کی صورت میں مرتب کیا اور اس میں قصائد اور دوسری چھوٹی نظموں کا اضافہ کر کے اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔اس دیوان کے ساتھ ہی حافظ کا نام شیراز سے باہر بھی مشہور ہو گیا۔ان کے کلام میں شراب کا خوب ذکر ہوا ہے۔اس سے شراب معرفت مراد ہے۔ان کا کلام عشق حقیقی اور معرفت الٰہی سے معمور ہے۔

صبر ایوب:

حضرت ایوب علیہ السلام پیغمبر تھے۔اللہ کے مقرب بندہ تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت ساری نعمتوں سے نوازا پھر ان کو آزمائش میں مبتلا کیا اور ان کی نعمتیں یکے بعد دیگرے لے لی گئیں ۔ یہاں تک کے ان کے بدن میں کیڑے پڑ گئے لیکن انہوں نے خوب صبر کیا۔ اللہ ان کے صبر وشکر سے بہت خوش ہوا اور ان کی نعمتیں واپس کر دیں اور نعمتوں میں خوب اضافہ کیا۔اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔اللہ نے تمام انسانوں کو حکم دیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو تمہاری نعمتوں میں اضافہ کروں گا ۔حضرت ایوبؑ سخت

آزمائش سے گذرے لیکن صبر کا دامن نہیں چھوڑا اور نہ ناشکری کی اور نہ کوئی شکایت زبان پر لائے۔

کہاں سے لاؤں صبر حضرت ایوب اے ساقی
خم آئے گا ، صراحی آئے گی تب جام آئے گا

شادعظیم آبادی

طوفان نوح علیہ السلام:

حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال تک اللہ کی طرف بلاتے رہے لیکن ان کی قوم ایمان نہیں لائی۔ کچھ لوگ ایمان میں داخل ہوئے۔ جب لوگ شرک میں مبتلا رہے اور شرک، تکبر وغرور سرکشی و بدعنوانی سے باز نہیں آئے اور اپنے نبی حضرت نوحؑ کی دعوت کو مسترد کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کرنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے ایک بڑی کشتی بنائی اور اس میں ہر جاندار کا ایک جوڑا اور ایمان والے کو اس کشتی میں سوار کیا۔ اللہ کے حکم سے طوفان آیا۔ کشتی میں سوار لوگوں کے علاوہ تمام ہلاک ہوگئے۔ کشتی جودی پہاڑ پر آکر رکی اور ایمان والوں سے دنیا آباد ہوئی۔ اس طوفان میں حضرت نوح علیہ السلام کا نافرمان بیٹا بھی ہلاک ہوگیا۔

بندے کلیم کے پربت جہاں کے سینا
نوح نبی کا آکر ٹھہرا جہاں سفینا
رفعت ہے جس زمیں کی بامِ فلک کا زینا
جنت کی زندگی ہے جس کی فضا میں جینا
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

علامہ اقبالؔ

طوفان نوح لانے سے اے چشم فائدہ
دو اشک بھی بہت ہیں، اگر کچھ اثر کریں

نوح کا کوروی

عطاؔر: شیخ فریدالدین

شیخ فریدالدین عطار ۱۱۴۵ء میں ایران کے شہر نیشا پور میں پیدا ہوئے۔ان کے والد ماجد عظیم کیمیاداں تھے۔آپ کا اصل نام ابوحمید بن بوبکر ابراہیم تھا۔مگر وہ اپنے قلمی نام فریدالدین اور شیخ فریدالدین عطار سے زیادہ مشہور ہیں۔عطار کا لفظی مطلب ادویات کے ماہر کا ہے۔جو آپ کا پیشہ تھا۔

آپ فارسی نژاد مسلمان شاعر،صوفی اور ماہر علوم باطنیہ تھے۔آپ کے علمی و باطنی اثرات فارسی اور اردو ادب میں گہرے ہیں۔انہوں نے بغداد، بصرہ، کوفہ، مکہ، مدینہ، دمشق، خوارزم، ترکستان اور بھارت کا سفر کیا اور صوفیائے کرام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اور ان سے اکتساب فیض کیا۔ان کی تصنیفات تذکرۃ الاولیاء، دیوان، اسرار نامہ، مقامات الطیور یا منطق الطیر، مصیبت نامہ، الٰہی نامہ، جواہر نامہ، شرح القلب ہیں۔آپ اپریل ۱۲۲۱ء میں اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔

عصائے موسیٰ اور ید بیضا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو دو معجزے عطا کیے۔ان میں ایک عصا ہے۔آپ اپنے عصا کو زمین پر رکھتے تو وہ سانپ بن جاتا۔اب اس عصا سے اپنی بکری کے لیے چارہ حاصل کرتے اور چلنے پھرنے میں مدد لیتے۔اسی طرح آپ اپنی ہتھیلی کو بغل میں لے جاتے تو ہتھیلی روشن ہو جاتی۔ ہر نبی کو اللہ نے کوئی نہ کوئی معجزہ عطا فرمایا ہے لیکن حضرت موسیٰؑ کو خدائی کا دعوی کرنے والے فرعون اور مصریوں کے لیے عصا (لاٹھی) اور ید بیضا عطا کیا۔

شاعروں نے اپنے کلام میں دونوں کوتلمیحاً استعمال کیا ہے ۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہوتو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

علامہ اقبالؔ

رشی کے فاقوں سے ٹوٹا نہ برہمن کا طلسم
عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد

اقبالؔ

عمرخیام:

عمرخیام: ابوالفتح عمر بن ابراہیم خیام ۔ فارسی زبان کا ایک عظیم الشان عالمی شہرت کا مالک، ریاضی اور ہیئت کا ماہر کامل، طغرل کے عہد حکومت میں اس کے پایہ تخت نیشا پور میں ۱۰۳۹ء میں پیدا ہوا۔

شاعری میں عمرخیام کی رباعیات کا مقام بلند ہے ۔ اس کی فارسی رباعیات کا ترجمہ دنیا کی تقریباً ہر مہذب زبان میں ہو چکا ہے ۔ وہ ریاضی اور ہیئت کا بھی ماہر تھا۔ اسے سلجوقی دور کا سب سے بڑا سائنسداں کہا جاتا ہے ۔ عمرخیام ۱۱۳۱ء میں اس دنیا سے بہت کچھ علمی سرمایہ چھوڑ کر رخصت ہو گیا۔ نیشا پور کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی ۔

غزالی:

ابو حامد غزالی اسلام کے مشہور مفکر اور متکلم تھے ۔ نام محمد اور ابو حامد کنیت تھی جبکہ لقب زین العابدین تھا ۔ ان کی ولادت ۴۵۰ھ میں طوس میں ہوئی ۔ ابتدائی تعلیم طوس و نیشا پور میں ہوئی ۔ نیشا پور سے وزیر نظام الملک طوسی کے مدرسہ میں داخل ہوئے ۔ بعد

میں یہیں تدریسی خدمت سے وابستہ ہوئے اور انہوں نے ماہرین فن سے اکتساب فیض کیا۔ پوری زندگی درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں گذاری۔ ان کی مشہور تصانیف احیاء العلوم، کیمیائے سعادت، مکاشفۃ القلوب، تہافۃ الفلسفۃ، منہاج العابدین ہیں۔ آپ بہت بڑے شیخ اور امام اور حجۃ الاسلام تھے۔ آخر علم وعمل کا یہ روشن آفتاب ۱۴/ جمادی الثانی ۵۰۵ھ مطابق 19 دسمبر 1111ء کو ۵۵ سال کی عمر میں ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا لیکن ان کی تصنیفات سے لوگ ہمیشہ فیضیاب ہوتے رہیں گے۔

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ وسحر گاہی

علامہ اقبالؔ

نہ تھا کچھ تو خدا تھا، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

غالبؔ

غارِ حرا:

جبل نور ایک پہاڑ ہے جو مکہ سے منی جاتے ہوئے بائیں جانب پڑتا ہے۔ اسی میں غار حرا ہے۔ یہیں پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی، یہ غار زمین سے تقریباً ۲۸۰/ میٹر کی بلندی پر موجود ہے اس کی لمبائی صرف تین میٹر ہے۔

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

(حالیؔ)

قیس یا مجنوں:

قیس لیلیٰ سے بہت محبت کرتا تھا۔اس کی محبت میں مارے مارے پھرتا اور اس سے وصال کی تمنا کرتا تھا۔اس کی دیوانگی کو دیکھ کر سب اسے مجنوں کہتے تھے۔عشق ومحبت میں قیس کی دیوانگی و بے تابی ضرب المثل بن گئی۔وہ محبت کی علامت بن گیا۔

قیس پیدا ہوں تیری محفل میں یہ ممکن نہیں
تنگ ہے صحرا تیرا، محمل ہے بے لیلا تیرا
اقبالؔ

دیکھتا دامنِ صحرا میں جو وحشت میری
سر اٹھاتا نہ گریباں سے مجنوں اپنا
جرأتؔ

فردوسی:

ابوالقاسم حسن فردوسی ایران کے ایک عظیم شاعر، علاقہ طوس میں طاہران کے قریب ایک گاؤں باژ کا رہنے والا تھا۔ایران کے چار شعراء جو عناصر اربعہ کہلاتے ہیں ان میں فردوسی کا اہم مقام ہے۔فردوسی کا شاہنامہ ایک ادبی شاہکار ہے جس کا ترجمہ دنیا کی اہم زبانوں میں ہو چکا ہے۔

فغفور:

چین کے ایک بادشاہ کا نام تھا۔اس کے علاوہ چین کے قدیم بادشاہوں کا لقب بھی ہے۔

قیصر:

شاہانِ روم کا لقب قیصر ہے۔

تھے جو مشہور قیصر وفغفور
باقی ان کا نہیں نشانِ قبور

مرزا شوقؔ

قرآن:

قرآن مجید۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری الہامی کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا۔

قرآن کا لفظ خود اس وحی میں بار بار آیا ہے۔ سورۂ بقرہ ۱۰۵ سورہ یونس ۳۷، ۹۱، سورہ بنی اسرائیل ۱۰۶، سورہ طہٰ ۱۱۴، سورہ فرقان ۳۰، ۳۲، سورہ نحل ۹۲۱ سورہ روم ۵۸ میں لفظ قرآن آیا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی نے اتقان میں قرآن مجید کے ۵۵ خصوصی ناموں کا ذکر کیا ہے جو خود قرآن مجید کی مختلف سورتوں میں آئے ہیں۔ **الکتاب، المبین ، الکلام ، الفرقان ، الذکر ، القرآن ، الکریم ، البرھان ، النور ، التنزیل ، احسن الحدیث، الموعظة ، الحکم ، الحکمة،الشفا ، الھدی ، الرحمة ،الخیر ، البیان ، الروح، النعمة، الرحمن، المبارک، العلی ، الحکم ، المھین ، المصدق ، الحبل ، الصراط المستقیم ، القیم ، القول الفضل، المثانی، المتشابة ، الوحی ، العربی ، البصیر، العلم، الحق ، الھادی، العجب ، التذکرة ، العروة الوثقی ، الصدق ، العدل ، الامر، المندی ، البشری ،**

النذیر، العزیز، المصحف، المکرم، المرفوع، المطر وغیرہ قرآن مجید میں ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ ترتیب کے لحاظ سے پہلی سورۃ الفاتحۃ ہے اور آخری سورۃ الناس ہے۔ قرآن کریم میں سات منازل ہیں۔ قرآن میں رکوعات کی تعداد ۵۴۰ ہے کل آیات ۶۶۶۶ ہیں۔ قرآن کی سب سے بڑی سورہ البقرہ ہے جس کے چالیس رکوع ہیں۔ سب سے چھوٹی سورہ الکوثر ہے جس کی تین آیات ہیں۔ قرآن میں پندرہ سجدے ہیں جن میں سے چودہ مقامات متفق علیہ ہیں۔ اور ایک مقام اختلافی ہے۔

قرآن کریم مکمل دستور حیات ہے اس میں قیامت تک آنے والے سارے انسانوں کے لیے ہدایت اور کامیابی کا سامان ہے۔ دونوں جہاں کی کامیابی وسر بلندی قرآن پر عمل پیرا ہونے میں مضمر ہے۔

وہ معزز تھے زمانہ میں مسلماں ہو کر
تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

اقبالؔ

کعبہ:

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ایک اللہ کی عبادت کے لیے دنیا کے سینٹر میں ایک گھر بنایا جس کو خانہ کعبہ کہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کے لیے ایک چشمہ جاری کیا جس کو آبِ زمزم کہتے ہیں۔ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو اللہ کے حکم سے جس بے آب و گیاہ مقام پر لا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھا وہ دنیا کا عظیم بابرکت شہر مکہ مکرمہ ہے۔ جہاں خیر و برکت مسلسل نازل ہوتی ہے۔ حج اور عمرہ کے لیے پوری دنیا سے یہاں مسلمان آتے ہیں۔ جس کا حج قبول ہو جاتا ہے وہ اپنے گھر گناہوں سے پاک ہو کر لوٹتے ہیں گویا وہ آج ہی پیدا ہوئے ہوں اور انھوں نے کوئی گناہ

نہ کیا ہو۔ حاجی خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔ منی کے میدان میں قربانی کرتے ہیں۔ شیطان کو کنکری مارتے ہیں۔ عرفات کے میدان میں قیام کرتے ہیں۔ مقامات مقدسہ کی زیارت کرتے ہیں۔ عبادت، تلاوت، اوراد وظائف اور دعاؤں میں مشغول ہو کر اللہ کا تقرب اور جنت کے طالب ہوتے ہیں۔ مسجد نبوی اور مدینہ کے مقامات کو عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور وہاں کی برکتوں سے مستفید ہوتے ہیں۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ایسے دو شہر ہیں جہاں ہر وقت اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ اللہ ہمیں بھی بار بار حج وعمرہ کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین

کشتی نوحؑ:

حضرت نوح علیہ السلام ایک جلیل القدر نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی قوم کی ہدایت ورہبری کے لیے مبعوث کیا لیکن ان کی قوم نے نافرمانی وسرکشی کی۔ ساڑھے نو سو سال تک دعوت دیتے رہے اور قوم کی ہدایت ونجات کے لیے مسلسل کوشش کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے قوم کو ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ حضرت نوحؑ کو حکم دیا کہ وہ ایک بڑی کشتی بنائیں۔ جب وہ کشتی بنانے لگے تو لوگ مذاق اڑانے لگے، اے نوح کیا تم اس کو ریت میں چلاؤ گے؟ کیا اس کو بیل کھینچیں گے؟ حضرت نوحؑ ان کو بار بار سمجھاتے رہے اور ان کو نافرمانی وسرکشی سے باز آنے اور اللہ کے راستہ پر چلنے کی تلقین وہدایت کرتے رہے۔ ان سے یہ بھی کہا کہ اگر تم نافرمانی سے باز نہیں آؤ گے تو اللہ کا عذاب تم کو پکڑ لے گا۔ آخر اللہ کا عذاب آ ہی گیا حضرت نوح علیہ السلام نے مومنین ومومنات اور ہر مخلوق کے ایک ایک جوڑے کو کشتی میں سوار کر لیا۔ کشتی والے بچ گئے باقی سب ڈوب گئے۔ یہاں تک کہ حضرت نوحؑ کا بیٹا بھی ڈوب گیا۔ پانی دھیرے دھیرے کم ہو گیا کشتی جودی پہاڑ پر آ کر رکی۔ کشتی

والوں سے دنیا آباد ہوگئی۔موجودہ دنیا انہی کشتی والوں کی اولاد ہیں۔

ہاں نوح کی کشتی کی تقدیر ملے مجھ کو
اس بحر سیاست کے بپھرے ہوئے طوفان میں

جوشؔ

پھر سے سیلاب آنے والا ہے
کشتی نوح بنائے گی دنیا

عادل فراز

کوہ طور،طور سینا:

کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت موسیٰؑ چالیس دن کے لیے اپنی قوم کو سمجھا کر کوہ طور کے لیے روانہ ہوئے۔اے میری قوم میرے پیچھے تم گمراہ نہ ہوجانا۔حضرت موسیٰ کو اس لیے کلیم اللہ کہتے ہیں کہ ان کو اللہ سے بات کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔انہوں نے اللہ سے کہا اے رب تو مجھے اپنا جلوہ دکھا دے۔حضرت موسیٰ کے اصرار پر تجلی نور الٰہی جلوہ گر ہوئی۔لیکن حضرت موسیٰ تجلی کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گئے۔ہوش میں آنے کے بعد اللہ سے معافی مانگی اور توبہ کی۔

ایک جلوہ تھا کلیم طور سینا کے لیے
تو تجلی ہے سراپا چشم بینا کے لیے

علامہ اقبالؔ

اُڑ کے بیٹھے کیا سمجھ کے بھلا طور پر کلیم
طاقت ہو دید کی تو تقاضا کرے کوئی

اقبالؔ

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

غالبؔ

وہ موسیٰ تھے کہ فقرہ چل گیا واں لن ترانی کا
تمہارے طالبِ دیدار یہ دعوی نے مانیں گے

(شیداؔ)

کوہ کن، جوئے شیر، شیریں فرہاد:

فرہاد فارس کا باشندہ تھا۔ اس کو کوہ کن بھی کہتے ہیں۔ فرہاد شیریں پر عاشق تھا۔ شیریں ایک شہزادی تھی۔ جس کی شادی خسرو پرویز سے طے ہو چکی تھی۔ فرہاد شیریں کے عشق میں رات دن تڑپتا تھا۔ اس سے کہا گیا کہ اگر تم شیریں سے سچی محبت کرتے ہو تو کوہ بیستوں کے پتھروں کو کاٹ کر شیریں کے محل تک ایک نہر تیار کرو۔ فرہاد نے شیریں کے عشق میں اس کام کو شروع کر دیا۔ برسوں کی محنت سے نہر تیار ہو گئی۔ تبھی اس تک یہ خبر پہنچائی گئی کہ شیریں مر گئی۔ یہ سنتے ہی فرہاد نے اسی تیشہ سے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔

وہی اک حسن ہے، لیکن نظر آتا ہے ہر شے میں
یہ شیریں بھی ہے گویا، بیستوں بھی کوہ کن بھی ہے

علامہ اقبالؔ

زندگی کی حقیقت کوہ کن کے دل سے پوچھ
جوئے شیر و تیشہ سنگِ گراں ہے زندگی

(اقبال)

گھر میں پرویز کے شیریں تو ہوئی جلوہ نما
لے کے آئی ہے مگر تیشہ، فرہاد بھی ساتھ

اقبالؔ

بے محنت پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا
روشن شرر تیشہ سے ہے خانہ فرہاد

علامہ اقبالؔ

کاشغر:

کاشغر دریائے کاشغر کے کنارے آباد ہے اور جدید مغربی سنکیانگ (چین) میں واقع ہے۔ برِاعظم پاک و ہند، افغانستان اور روس کے ساتھ خشکی کے راستے کے ذریعہ اہم تجارتی مرکز رہا ہے۔ یہاں کی صنعت سوتی اور اونی کپڑے کی تیاری اور چاندی کے زیورات ہیں۔ ۱۲۷۵ء میں مشہور مغربی سیاح مارکو پولو یہاں آیا تھا اس کے کچھ عرصہ کے بعد اس کو چنگیز خاں نے فتح کیا۔ پندرہویں سے سترہویں صدی تک اس پر مسلمان قابض رہے۔ مسلمانوں کے دورِ حکومت میں کاشغر کو بڑی ترقی حاصل ہوئی۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

علامہ اقبالؔ

کسریٰ:

ایران (فارس) کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ کسری بادشاہوں کی حکمرانی فارس میں اسلام کی آمد سے پہلے رہی۔ حضرت عمر فاروق کے دور میں فارس پر مسلمانوں کے مکمل قبضے

کے بعد ان حکمرانوں کے دور کا خاتمہ ہو گیا۔

کسری بادشاہوں میں نوشیروان اور طہماسپ زیادہ مشہور ہوئے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو کسریٰ کے محل میں دراڑیں پڑ گئی تھیں۔

طاقِ کسریٰ کو بھی شرماتی تھی جس کی رفعت

بج گئی اینٹ سے اینٹ آج ایوانوں کی

اثر لکھنوی

کیقباد:

غوری سلاطین میں سے ایک بادشاہ کا نام تھا۔ کیقباد کو ہر قسم کے لہو ولعب سے رغبت تھی۔ شراب نوشی سے بھی شغل رکھتا تھا۔ اس کی زندگی عالی شان عمارتیں تعمیر کرانے اور نفسانی لذات کی تسکین وتکمیل میں گذری۔ آخر اس کا قتل ہو گیا۔ اور اس کی حکمرانی بھی چلی گئی۔

کوثر وتسنیم:

جنت کی دو نہروں کے نام ہیں۔ ان کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ جسے جنتی پی کر خوش ہوں گے۔

آتی ہے ندی فرازِ کوہ سے گاتی ہوئی

کوثر وتسنیم کی موجوں کو شرماتی ہوئی

علامہ اقبالؔ

گلزارِ ابراہیم، نارِ نمرود:

حضرت ابراہیم علیہ السلام جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ وہ اللہ کے دوست ہیں۔ ان کا لقب خلیل اللہ ہے۔ انہوں نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مدد سے ایک اللہ کی عبادت کے لیے خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کئی آزمائشوں سے گذرے اور ہر امتحان میں کامیاب ہوئے۔ ان کے والد آزر بت پرست اور بت ساز تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد، اپنے رشتہ دار، اپنی قوم اور بادشاہ وقت نمرود کو ایک اللہ کی طرف بلایا اور سب نے ان کی مخالفت کی۔ نمرود خدائی کا دعویٰ کرتا تھا۔ اس نے ان کو آگ میں ڈال دیا۔ اللہ کے حکم سے آگ گُل و گلزار ہوگئی۔

نارِ نمرود کو کیا گلزار
دوست کو یوں بچا لیا تو نے

(داغؔ)

باغ و بہار آتشِ نمرود کو کیا
مشکل کے وقت حامی ہوا تو خلیل کا

آگ ہے، اولادِ ابراہیم ہے نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

اقبالؔ

گنجِ قارون:

قارون کو اللہ تعالیٰ نے بہت مال و دولت سے نوازا لیکن اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور اس کا شکر ادا نہیں کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کو ایک اللہ کی عبادت

کرنے اور اس کا شکر بجالانے کی بار بار تلقین کی لیکن اس کی سرکشی، نافرمانی اور غرور وتکبر نے اس کو دونوں جہاں میں ناکام بنا دیا اور اس کی دولت اس کے کام نہ آسکی۔ اس کے پاس اتنی دولت تھی کہ اس کے خزانوں کی کنجیاں کئی اونٹوں و جانوروں پر رکھی جاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دولت کے ساتھ اس کو زمین میں دھنسا دیا وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔ اور جہنم کی سزا اس کے لئے مقدر کردی گئی ہے۔

زیر زمیں سے آتا ہے جو گل سوز بکف
قارون نے راستے میں لٹایا خزانہ کیا

(آتش)

گرونانک (۱۴۴۹ء۔۱۵۳۸ء)

گرونانک، سکھ مت کے بانی ہیں آپ کی پیدائش پنجاب کے ضلع شیخو پورہ کے موضع تلونڈی (ننکانہ صاحب) میں ہوئی۔ وہ درویشوں کی خدمت میں رہے۔ بابا فریدؒ سے ان کو گہری عقیدت تھی۔ ان کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے بت پرستی کے نقائص اور توحید کی سچائی سامنے آئی۔ انھوں نے اس کی تبلیغ شروع کردی اور لاکھوں لوگ آپ کے مرید ہوگئے۔ انہوں نے عرب کا بھی سفر کیا۔ آپ کی مرتبہ کتاب گروگرنتھ صاحب ہے جو سکھوں کی متبرک مذہبی کتاب ہے۔ اس میں بابا فریدؒ کے ملفوظات واقوال بھی شامل ہیں۔ گرو جی پنجابی زبان کے ایک اچھے شاعر تھے۔ ان کی شاعری میں عربی، فارسی، ہندی اور سنسکرت کے الفاظ کی آمیزش ہے۔ وہ بابا فریدؒ سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ انہوں نے وحدانیت کی دعوت دی اور شرک و بت پرستی سے لوگوں کو روکا۔ ان کے ماننے والے صوبہ پنجاب میں زیادہ ہیں۔ سکھوں نے تجارت اور کاشتکاری کے میدان میں بہت ترقی کی ہے

فوج میں بھی ان کی نمائندگی ان کی آبادی کے تناسب سے زیادہ ہے۔ گرونانک جی ستر سال کی عمر میں کرتار پور میں انتقال کر گئے۔ سکھ مت میں دس گرو ہیں آخری گرو، گرو گوبند سنگھ ہیں۔ سکھوں کے نزدیک کرتار پور، پٹنہ صاحب، امرتسر اور ناندیر مقدس مقامات ہیں۔

لات ومنات:

عرب کے دو بڑے بت لات ومنات کی خوب پرستش کی جاتی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد عرب سے لات ومنات اور دیگر بتوں کی پرستش ختم ہوئی۔

بدل کے بھیس پھر آتے ہیں ہر زمانے میں
اگرچہ پیر ہے آدم، جوان ہیں لات ومنات

علامہ اقبالؔ

لحنِ داؤدی:

حضرت داؤد علیہ السلام نبی تھے۔ ان پر اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے کتاب زبور کو نازل کیا۔ ان کی آواز نہایت دلکش تھی۔ آپ زبور خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ لوگ ان کی مسحور کن آواز سن کر جمع ہو جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ لحنِ داؤدی آج تک مشہور ہے۔ ان کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام بھی مشہور پیغمبر تھے۔ ان کی حکمرانی تمام مخلوقات تک تھی۔

ملتزم:

ملتزم: حجر اسود والے کونہ اور باب کعبہ کے درمیانی جگہ کو ملتزم کہتے ہیں۔ یہ تقریباً دو میٹر جگہ ہے اور یہاں مانگی ہوئی دعا قبول ہوتی ہے۔

مطاف:

مطاف کعبہ شریف کے چاروں طرف کھلے ہوئے صحن کو کہتے ہیں جس میں کعبہ کا طواف کیا جاتا ہے۔ اب یہ تقریباً سو میٹر سے بھی زیادہ ہے۔ منبر اور اذان کی جگہ کو منتقل کر دیا گیا ہے اور زمزم کو بھی تہہ خانہ میں تبدیل کر کے اس کو مطاف میں شامل کر دیا گیا ہے۔ سارے مطاف میں فرش پر ایسا پتھر لگایا گیا ہے جو تیز دھوپ میں بھی ٹھنڈا رہتا ہے۔ اور طواف کرنے والوں کو کوئی دقت نہیں ہوتی۔

ماہِ نخشب:

حکیم ابن عطا نے پارے کی طرح کے کچھ اجزاء ملا کر ایک چاند بنایا تھا۔ یہ چاند دو ماہ تک ہر رات کو ایک کنویں سے جو کوہِ سیام کے نیچے واقع تھا نکلتا تھا۔ اس کی روشنی بارہ میل تک پہنچتی تھی۔ نخشب ملک ترکستان کے ایک شہر کا نام ہے۔ وہ کنواں جہاں سے چاند بذریعہ طلسم نمودار ہوتا تھا۔ شہر نخشب سے چھ میل کی دوری پر تھا۔

چھوڑا مہ نخشب کی طرح دست قضا نے
خورشید ہنوز اس کے برابر نہ ہوا تھا

غالبؔ

منصور حلاج:

منصور حلاج صاحب کرامت بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ اپنے دوست کی دوکان پر گئے۔ وہاں انہوں نے روئی کی طرف اشارہ کیا تو روئی اپنے آپ دھنے لگی۔ یہ دیکھ کر لوگ حیرت زدہ رہ گئے۔ وہ ولی کامل اور مجذوب تھے۔ ان پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ انا الحق

کہنے لگے۔شریعت کی رو سے خود کو انا الحق کہنا ناجائز تھا۔اس لیے ان کو سولی دے دی گئی۔
کہا جاتا ہے کہ ان کے لہو کے قطرہ سے انا الحق کی صدا آئی تھی۔

رقابت علیم وعرفاں میں غلط بینی ہے منبر کی
کہ وہ حلاّج کی سولی کو سمجھا ہے رقیب اپنا

اقبالؔ

منصور کو ہوا لبِ گویا پیام موت
اب کیا کسی کے عشق کا دعوی کرے کوئی

اقبالؔ

مرغ آتشیں یا ققنس:

مرغ آتشیں یا ققنس ایک خاص قسم کا پرندہ ہے۔ایک نہایت خوش رنگ اور خوش آواز پرندہ جس کی بابت مشہور ہے کہ ہر قسم کا راگ گاتا ہے۔اس کی چونچ میں تین سو ساٹھ سوراخ ہوتے ہیں۔اس کی پیدائش آگ سے ہوتی ہے۔یہ ایک ہزار سال تک زندہ رہتا ہے۔جب یہ آخری عمر کو پہنچتا ہے تو وہ لکڑیاں جمع کر کے اس میں بیٹھ جاتا ہے۔اس کی چونچ میں بہت سے سوراخ ہوتے ہیں۔ ہر سوراخ سے وہ مختلف طرح کی راگ نکالتا ہے۔ چنانچہ جب دیپک راگ نکالتا ہے تو ان لکڑیوں میں آگ لگ جاتی ہے۔اور وہ پرندہ جل کر راکھ ہو جاتا ہے پھر بارش کے قطرات گرنے کے بعد اسی راکھ سے ایک انڈہ پیدا ہوتا ہے جس سے پھر اسی قسم کا ایک پرندہ پیدا ہوتا ہے۔

کتنی اچھی ہے تو کس موسم کی بیٹی ہے
تو صوتِ غِنا ہے ، ققنس پیدا کرتی ہے

مجدد الف ثانی (۱۵۶۴ء-۱۶۲۴ء)

مجدد الف ثانی ۲۶/ جون ۱۵۶۴ء میں شیخ عبدالاحد کے یہاں سرہند میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام احمد، لقب بدرالدین اور کنیت ابوالبرکات تھی۔ سلسلۂ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، سترہ سال کی عمر میں حفظ قرآن کریم، اور جملہ علوم ظاہریہ سے فارغ ہوکر مسند افادہ پر بیٹھے اور مدت تک درس وتدریس کے سلسلے کے ساتھ ساتھ طالبان حق کو فیوض و برکات سے نوازتے رہے۔ اس زمانہ میں مغل شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے دین الٰہی کا زور تھا۔ علوم طریقت میں والد ماجد شیخ عبدالاحدؒ سے چشتیہ سلسلہ میں بیعت کی اور ان سے خرقہ خلافت بھی لیا۔ طریقہ چشتیہ کے علاوہ سہروردیہ اور طریقہ قادریہ بھی والد بزرگوار سے حاصل کیے پھر حضرت خواجہ محمد باقی باللہ سے ۱۰۰۸ھ میں بیعت ہوئے۔ آپ نے درس وتدریس ، وعظ وارشاد اور اپنے مکتوب سے لوگوں کی اصلاح کا اہم فریضہ انجام دیا اور ملک میں شریعت اسلامیہ کے نفاذ اور دین الٰہی کے خاتمہ میں بے مثال خدمات انجام دیں جو آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ حضرت مجددؒ کے خطبات، کتب اور مکتوبات علم وحکمت سے لبریز ہیں۔ آپ کے صاحبزادے محمد سعیدؒ، خواجہ محمد معصومؒ اور شیخ محمد یحییٰ عرف شاہ جیو اور آپ کے خلفاء میر محمد نعمان، خواجہ ہاشم کشمی اور شیخ آدم بنوری نے اشاعت دین اور خدمت خلق میں بھی گراں قدر خدمات انجام دیں۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

علامہ اقبالؔ

مقام ابراہیم:

مقام ابراہیم: اس مقام کو کہتے ہیں جہاں مطاف میں ایک پتھر کعبہ شریف کے سامنے نصب ہے یہ پتھر حضرت اسماعیل علیہ السلام اٹھا کر لائے تھے۔ تاکہ اس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ کی تعمیر کر سکیں۔ مقام ابراہیم کا پتھر ۲۰ رسینٹی میٹر اونچا ہے اور اس کا طول وعرض ۳۶ رسینٹی میٹر ہے۔ پورے خول کی اونچائی مطاف کے فرش سے تین میٹر ہے۔ شیشہ کا خول نہ تو ضرب لگانے سے ٹوٹ سکتا ہے اور نہ ہی اس پر گرمی کا اثر ہوتا ہے۔ پیتل کی جالی کا کل وزن چھ سو کلوگرام ہے۔ اس وقت مقام ابراہیم کی دوری حجر اسود سے تقریباً ساڑھے چودہ میٹر ہے اور سامنے کی منڈیر سے چودہ میٹر ہے۔

محمود وایاز:

محمود، غزنی کا بادشاہ تھا۔ ایاز اس کا محبوب غلام اور مشیر خاص تھا جس کو محمود غزنوی بہت چاہتا تھا۔ ایاز کی قبر لاہور میں پرانی شہر پناہ کے باہر رنگ محل کے ساتھ سڑک کے کنارے ایک بلند احاطہ میں بنی ہوئی ہے۔ ایاز اسلامی دنیا اور خصوصیت سے وسطی وجنوبی ایشیا میں بہت مشہور ہے۔ اس کے بارے میں ادب میں بہت سی حکایات اور ضرب

الامثال ہیں۔

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

اقبالؔ

منّ وسلوی:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت بنی اسرائیل کے لیے ایک خاص طرح کے کھانے کا اللہ نے انتظام کیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت بنی اسرائیل، فرعون کے ظلم وستم سے تنگ آ کر جنگلوں و بیابانوں میں بھٹکتے رہے اور کھانے کھانے کے محتاج ہو گئے اور اللہ سے گڑ گڑا کر دعا کرنے لگے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی دعا فرمائی تو اللہ کے حکم سے آسمان سے ان کے لیے کھانا آنے لگا جس کو من وسلوی کہتے تھے۔ یہ بے مشقت کھانا کھاتے کھاتے بنی اسرائیل اکتا گئے اور ناشکری کرنے لگے۔ اے موسیٰ ہمیں تو اب اس کے علاوہ کوئی دوسری غذا دیجئے۔ حضرت موسیٰ نے ان کی ناشکری پر ان کو سمجھایا لیکن لوگ نہیں مانے اور من وسلوی کا آنا ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔

سیر رکھتا ہے طبیعت کو کلام شیریں
من وسلوی ہے یہ اپنے لیے گویا اترا

آتش

مقرب فرشتے:

اسرافیل:۔قیامت کے دن صور پھونکیں گے جس کی آواز سے ساری مخلوق مر جائیں گی۔

حضور حق میں اسرافیل نے میری شکایت کی
یہ بندہ وقت سے پہلے قیامت کر نہ دے برپا

(اقبالؔ)

عزرائیل: یہ اللہ کا مقرب فرشتہ مخلوق کی روح نکالنے پر مامور ہیں۔

میکائیل: اللہ کے حکم سے بارش برسانے اور مخلوق کو روزی پہنچانے پر مامور ہیں۔اور بے شمار فرشتے ان کی ماتحتی میں کام کرتے ہیں۔

جبریل: اللہ کا پیغام، احکام، اور کتابیں پیغمبروں تک پہنچاتے ہیں۔بعض مرتبہ انبیاء کرام کی مدد کرنے اور اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے لڑنے کے لیے بھیجے گئے، بعض مرتبہ نافرمان پر عذاب بھی ان کے ذریعہ اللہ نے بھیجا۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ان کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا اس لیے وحی کے آنے کا سلسلہ بند ہو گیا۔

صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبریل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

اقبالؔ

میدانِ عرفات:

عرفات ایک خاص میدان کا نام ہے یہ مکہ میں واقع ہے۔ جس کے حدودِ اربعہ معروف و مشہور ہیں۔ یہ میدان، حرم سے خارج ہے۔ حجاج کو اس میں پہنچنا اور زوالِ آفتاب سے مغرب تک یہاں قیام کرنا حج کا اہم ترین فرض ہے۔ جس کے فوت ہونے کا کوئی کفارہ اور فدیہ نہیں ہوسکتا۔

نوشیروان:

ساسانی خاندان کا مشہور بادشاہ ہے۔ ایک کسان عورت کے بطن سے پیدا ہوا۔ کیقباد کا چہیتا بیٹا تھا۔ سماجی طور پر اس نے لگان گھٹایا، زرعی پیداوار پر محصول کم کیا۔ بنجر اور ویران زمین کو زیرِ کاشت لانے کے لیے مویشی اور آلاتِ زراعت مفت تقسیم کیے اور آب پاشی کا نظام بہتر کیا۔

اس نے ملک بدر مفکروں کو خوش آمدید کہا۔ اس سے وہاں علم کا فروغ حاصل ہوا۔ افلاطون کی تحریروں کا ترجمہ کروایا۔ طب و فلسفہ کی تعلیم کا گنبد شاپور میں یونیورسٹی قائم کر کے خصوصی انتظام کیا اور شہر کے قوانین کو ازسرِنو ملک کا آئین قرار دیا۔

نل دمن:

قدیم ہندوستانی قصوں میں راجا ''نل'' اور ''دمنی'' کے عشق کا قصہ بہت مشہور ہے۔

ہے نہ شیریں ، نہ کوہ کن کا پتا
نہ کسی جاہے ، نل ودمن کا پتا

(مرزا شوقؔ)

نظام الملک طوسی:

ایران کے سلجوقی فرمانروا کا مشہور وزیر (۱۰۱۷ء۔۱۰۹۲ء) مشہد سے پچاس میل شمال کی جانب اذکان کے مقام پر پیدا ہوا۔ چاکر بیگ کے مشورے پر سلطان الپ ارسلان کا وزیر مقرر کیا گیا۔ ۱۰۶۷ء میں بغداد میں مدرسہ نظامیہ قائم کیا جو اسلامی درس گاہ کے طور پر حامل شہرت ہوا۔ ملک شاہ کے بیس سالہ عہد حکومت میں سلجوقی طاقت اس کے ہاتھ میں رہی۔ اس کی تجویز پر ۷۵۔۱۰۷۴ء میں ہیئت دانوں کی کانفرنس طلب کی گئی اور انہیں ایرانی کیلنڈروں کی اصلاح کی دعوت دی گئی اور جلالی کیلنڈر رائج کیا گیا جو ان ہی کے بادشاہ جلال الدین ابوالفتوم ملک شاہ کے نام پر تھا۔ ۱۰۹۲ء میں حسن بن صباح کے ایک فدائی کے ہاتھوں شہید ہوا۔ اس کی تصنیف سیاست نامہ بہت مشہور ہے۔

ناقوس:

ناقوس، سنکھ جسے بجا کر بعض مذاہب میں لوگوں کو پرستش کے لیے بلایا جاتا ہے۔ جسے مندر میں ناقوس منھ میں لے کر پھونک کے زور سے بجایا جاتا ہے۔ اسلام میں اس کے برعکس اذان کا تصور ہے۔ عیسائی اپنی جماعت کے لوگوں کو عبادت کے لیے بلانے کے لیے گرجوں میں استعمال کرتے ہیں۔ یہ لوہے، یا پیتل، تانبے وغیرہ کا ایک تختہ ہوتا ہے جس پر ایک ڈنڈے سے چوٹ لگائی جاتی ہے۔ اسے عام طور پر گھڑیال یا گھنٹہ کہا جاتا ہے۔ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی دعوت کے لیے اذان کا فیصلہ فرمایا۔

نمرود:

نمرود بن کنعان، حضرت ابراہیمؑ کے دور میں بابل کا بادشاہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تبلیغ دین کا آغاز کیا تو اس کو یہ بات سخت ناگوار گذری اور اس کی مخالفت یہاں تک آ پہنچی کہ اس نے بہت بڑے مقام پر لکڑیاں ڈھیر کر کے آگ جلائی۔ وہ تلمیحی الفاظ میں ''آتش نمرود'' کہلاتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس آگ میں جلانا مقصود تھا۔ مگر خدا نے بچالیا۔ یہ خدائی کا دعویدار تھا۔ اس سخت گیر اور بے رحم بادشاہ نے ایک اونچا مینار تعمیر کرایا جو مینار بابل کہلاتا ہے۔

عمر کے آخری ایام میں بڑی تکلیف دہ ایذا میں مبتلا رہا، کہا جاتا ہے کہ ایک کیڑا اس کی ناک میں گھس گیا اور دماغ تک پہنچ گیا۔ دن رات تڑپتے تڑپتے خدائی کا یہ دعویدار ننھے سے کیڑے کے ہاتھوں مرگیا۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لبِ بام ابھی

اقبالؔ

وادیٔ ایمن:

وادی اَیمن، کوہِ طور پر دائیں طرف واقع ہے۔ حضرت موسیٰ اپنی اہلیہ کے ساتھ اپنے وطن لوٹ رہے تھے۔ کہ ان کو آگ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ دور آگ دکھائی دی۔ آپ وہاں پہنچے تو غیب سے صدا آئی۔

انی اَنَا ربّک فاخْلَعْ نَعْلیک ، انّک بالواد المقدس طویً وانا

اخترتک فاستمع لما یوحیٰ . (سورہ طٰہٰ . ۱۳-۱۲)

یقیناً میں ہی تیرا پروردگار ہوں تو اپنی جوتیاں اتار دے کیونکہ تو پاک میدان طوی میں ہے۔ اور میں نے تجھے منتخب کر لیا ہے۔ اب جو وحی کی جائے اسے کان لگا کر سن''۔

فلما اتٰھا نودیٰ من شاطئ الواد الایمن فی البقعة المبارکة من الشجرة ان یا موسیٰ انی انا اللہُ ربُّ العالمین و ان الق عَصاک ، فلمّا رأھا تھتزّ کانھا جانٌّ ولّی مدبراً ولم یُعَقِّبْ، یا موسیٰ اقبل ولا تخف انّک من الاٰمنین اُسْلُکْ یَدَکَ فی جَیْبِک تخرج بیضاء میں غیر سوء واضمم الیک جناحک من الرَّھْبِ فذٰنک برھانٰن من ربّک الی فرعون وملائہ انّھم کانوا قوماً فاسقین. (سورہ قصص ۳۲-۳۰)

''بس جب وہاں پہنچے تو اس بابرکت زمین کے میدان کے دائیں کنارے کے درخت میں سے آواز دیئے گئے کہ اے موسیٰ یقیناً میں ہی اللہ ہوں سارے جہانوں کا پروردگار اور یہ (بھی آواز آئی) کہ اپنی لاٹھی ڈال دے۔ پھر جب اسے دیکھا کہ وہ سانپ کی طرح بھن بھنا رہی ہے تو پیٹھ پھیر کر واپس ہو گئے اور مڑ کر رخ بھی نہ کیا ہم نے کہا اے موسیٰ آ گے آ، ڈر مت، یقیناً تو ہر طرح امن والا ہے۔ اپنے ہاتھ کو اپنے گریبان میں ڈال وہ بغیر کسی قسم کے روگ کے چمکتا ہوا نکلے گا بالکل سفید اور خوف سے (بچنے کے لیے) اپنے بازو اپنی طرف ملا لے۔ بس یہ دونوں معجزے تیرے لیے تیرے رب کی طرف سے ہیں۔ فرعون اور اس کی جماعت کی طرف۔ یقیناً وہ سب کے سب بے حکم اور نافرمان لوگ ہیں''۔

حضرت موسیٰ آگ لینے گئے اور پیغمبری مل گئی۔

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

مضطرؔ خیرآبادی

علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے ۔

شرارے وادیٔ ایمن کے تو بوتا تو ہے لیکن
نہیں ممکن کہ پھوٹے اس زمیں سے تخم سینائی

اقبالؔ

ہلاکو خان:

چنگیز خاں کا پوتا اپنے ظلم اور سنگ دلی کی وجہ سے بہت مشہور ہوا۔اس نے لاکھوں انسانوں کا قتل کیا۔ایک وقت آیا کہ بغداد میں اسلام کا بول بولا ہوگیا اور اسلام کے دشمن اسلام کے پیروکار بن گئے۔

ہے عیاں یورش تاتار کے افسانہ سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانہ سے

علامہ اقبالؔ

ہاروت وماروت اور زہرہ ومشتری:

ہاروت وماروت دو فرشتے تھے۔دونوں کو اللہ تعالیٰ نے جادو کا علم دیا۔وہ دونوں اس عالم آب وگل میں گناہوں میں ملوث نہ ہونے کا دعوی کر کے آئے تھے۔لیکن دونوں زہرہ اور مشتری نامی دو مغنیہ کی محبت میں گرفتار ہوگئے ۔اللہ رب العزت نے ان کے

گناہوں میں ملوث ہونے سے پہلے زہرہ اور مشتری کو آسمان پر اٹھا لیا ہاروت و ماروت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ چاہ بابل میں لٹکا دیئے گئے ہیں۔ جو اپنے کئے کی سزائیں پا رہے ہیں۔ زہرہ کا دوسرا نام ناہید ہے جس کو مطربِ فلک بھی کہا جاتا ہے۔

اس غیرت ناہید کی ہر تان ہے دیپک
شعلہ سا لپک جائے ہے آواز تو دیکھو

مومنؔ

ہابیل و قابیل:

حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹے ہابیل و قابیل اس طور پر مشہور ہیں کہ قابیل اور ہابیل کی شادی کا معاملہ درپیش تھا، قابیل عمر میں بڑا تھا۔ اور اس کی ہمشیر ہابیل کی ہمشیر سے زیادہ خوبرو تھی۔ اس کا قابیل کو سخت رنج تھا کہ دستور کے مطابق ہابیل کی ہمشیر سے اس کی شادی ہو اور قابیل کی اس کی ہمشیر سے۔ معاملہ کو ختم کرنے کے لیے حضرت آدم نے فیصلہ فرمایا کہ دونوں اپنی اپنی قربانی اللہ کے حضور پیش کریں۔ جس کی منظوری ہو جائے وہی اپنے ارادے پر عمل کرے۔ ہابیل کی نذر قبول ہوئی۔ قابیل کو اس کا بہت ملال ہوا۔ اسی نے حسد دشمنی اور لالچ میں اپنے بھائی ہابیل کا قتل کر دیا۔ قابیل نے کوّا کو دیکھ کر اپنے بھائی کو زمین میں دفن کر دیا۔ یہ دنیا کا پہلا قتل ہے۔ ہابیل پہلا مقتول تھا۔

ہما:

ہما ایک پرندہ کا نام جو صرف ہڈی کھاتا ہے کہا جاتا ہے کہ جو شخص اس کے سایہ کے نیچے آجاتا ہے وہ دولت اور سلطنت پاتا ہے۔

یاجوج ماجوج:

یاجوج ماجوج عجیب وغریب طرز معاشرت رکھنے والے روس اور شمالی چین کے جنگلی قبائل کا مجموعہ ۔ یہ تاتاری ،منگول ، ہن اور سیتھین وغیرہ ناموں سے مشہور ہیں ۔ عبدالرزاق نے اپنی کتاب التفسیر میں لکھا ہے کہ یہ وہ قبائل ہیں جو یافت بن نوح کی نسل سے ہیں ۔اسی قسم کی روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی ہے۔ان کا ذکر سورۂ کہف میں آیا ہے۔اسی طرح سورۂ انبیاء اور بہت سی دوسری سورتوں میں ان کا ذکر آیا ہے۔نیز قرآن مجید کے علاوہ تورات میں بھی آیا ہے۔ یہ حزقی اہل کے صحیفے میں درج ہے۔خیال کیا جاتا ہے کہ یہ منگولیا (تاتار) قوم کے وحشی قبائل ہیں جن کے نام موگ اور یوچی ہیں جن کو یونانیوں نے میگ یا میگاگ اور جوگاگ کہا اور عبرانی اور عربی زبان میں وہ آ کر یہ یاجوج ماجوج بن گئے ۔منگول منگولیا اور کاکیشیا سے لے کر دور مغرب تک پھیلے ہوئے تھے۔

یزداں:

مجوسی (آتش پرست) ''یزداں'' کو نیکی کا اور ''اہرمن'' کو بدی کا خدا تسلیم کرتے تھے۔

کس نے ٹھنڈا کیا آتش کدۂ ایراں کو
کس نے پھر زندہ کیا تذکرۂ یزداں کو

شکوہ۔اقبالؔ

اردو کے اہم شعراء اور ان کے اساتذہ

شاگرد	استاد
ذوق	شاہ نصیر
بہادر شاہ ظفر	شاہ نصیر، ذوق، غالب
آتش	مصحفی
نسیم	آتش
حالی	مرزا غالب
داغ	ذوق
محمد حسن آزاد	ذوق
محسن کاکوروی	امیر مینائی
امیر مینائی	میر مظفر علی
اسماعیل میرٹھی	غالب
شاد عظیم آبادی	عبرتی
ریاض خیر آبادی	امیر مینائی
حسرت موہانی	مومن، نسیم دہلوی
جوش ملیح آبادی	عزیز لکھنوی
جگر مراد آبادی	داغ دہلوی
میر درد	شاہ گلشن
مومن	شاہ نصیر

فراق گورکھپوری	پروفیسر ناصری
علامہ اقبال	داغ دہلوی
میر تقی میر	خان آرزو
میر مہدی مجروح	غالب
سودا	خان آرزو
مرزا شوق لکھنوی	آتش
ناسخ	محمد عیسیٰ تنہا
مینا، کماری	کیفی اعظمی
دبیر	ضمیر
انیس	خلیق
عبدالحلیم شرر	نظم طباطبائی

شعراء۔ مجموعہ کلام

نمبر شمار	شعراء	مجموعہ کلام
1	احسان دانش	گورستان، نوائے کارگر، آتش خاموش، چراغاں، شیرازہ، جادہ نو، حدیث ادب
2	احمد فراز	بے آواز گلی کوچوں میں ، نابینا شہر میں آئینہ، تنہا تنہا ، میرے خواب ریزہ ریزہ، سب آوازیں میری ہیں۔
3	احمد ندیم قاسمی	دست وفا، شعلہ گل، جلال و جمال، رم جھم، دھڑکنیں

4	اختر الایمان	آب جو، سب رنگ، تاریک سیارہ، یادیں، گرداب، زمین زمین، نیا آہنگ، سروساماں، بنت لمحات، زمستاں سردمہری کا، چھاپیں
5	اختر انصاری	غزل کی سرگذشت، افکار پریشاں، زندگی کے رخ، وقت کی بانہوں میں، ایک قدم اور سہی
6	اختر شیرانی	نغمہ حرم، طیور آوارہ، لالۂ طور، صبح بہار، اختر ستان
7	اسرار الحق مجاز	آہنگ، ساز نو، شب تاب
8	اصغر گونڈوی	سرود زندگی، نشاط روح
9	آنند نرائن ملا	میری حدیث، عمر گریزاں، جوئے شیر
10	بشیر بدر	اکائی، امیج، آسمان، آس، آمد
11	بیکل اتساہی	سرور جاوداں، پروائیاں، رنگ ہزاروں خوشبو ایک، موتی اُگے دھان کے کھیت، بچوں کی پھلواری، نغمۂ بیکل، تحفۂ بطحا، بیان رحمت، جام گل، والضحیٰ، والنجوم
12	پروین شاکر	خوشبو، صد برگ، انکار، خود کلامی، کیف آئینہ
13	پنڈت برج نرائن چکبست	صبح وطن، جلوہ صبح، اگلے لوگ
14	تلوک چند محروم	گنج معانی، نیرنگ معانی، کاروان وطن، بہار وطن، شعلہ نوا، رباعیات محروم

15	جاں نثار اختر	جاوداں، گھر آنگن، خاک دل، سویرا، تاب سخن، بیدار ہے انساں، کارواں، تار گریباں، پچھلے پہر، ہندوستان ہمارا
16	جگر مراد آبادی	آتش گل، شعلۂ طور، داغ جگر
17	جگن ناتھ آزاد	نوائے پریشاں، ستاروں سے ذروں تک، بیکراں، جستجو، وطن میں اجنبی، ترانۂ جمہور
18	جوشؔ ملیح آبادی	شعلہ وشبنم، سیف وسبو، عرش وفرش، نقش ونگار، جنوں وحکمت، فکر ونشاط، آیات ونغمات، الہام وافکار
19	حفیظ جالندھری	ہندوستاں ہمارا، نغمہ زار
20	خلیل الرحمٰن اعظمی	کاغذی پیرہن، نیا عہد نامہ، آسماں اے آسماں، آئینہ خانے میں
21	ساحر لدھیانوی	گاتا جائے، بنجارہ، تنہائیاں، تلخیاں، پیراہن، آؤ کہ خواب بنیں
22	سلام مچھلی شہری	میرے نغمے، وسعتیں، پائلی (گیتوں کا مجموعہ)
23	شادؔ عظیم آبادی	سروش مستی، میخانہ الہام، نغمہ الہام، مادر وطن، حیات فریاد، رباعیات شادؔ
24	شفیق سردارؔ	تازہ ہوا
25	شکیل بدایونی	نغمۂ فردوس، رنگینیاں، شبستان، رعنائیاں، صنم وحرم
26	ظفر احمد ماہرؔ	ہری سنہری خاک
27	علامہ اقبال	بانگ درا، بال جبریل، ضرب کلیم، ارمغان حجاز

28	علی سردار جعفری	ایشیا جاگ اٹھا، ایک خواب اور، لہو پکارتا ہے، نئی دنیا کو سلام، جمہوریت، خون کی لکیر، ذوق سفر، پتھر کی دیوار، پیراہن شر
29	عنبر بہرائچی	سوکھی ٹہنی پر ہریالی، دھوپ
30	فانی بدایونی	باقیات فانی، عرفانیات فانی، وجدانیات فانی
31	فراق گورکھپوری	گل نغمہ، روح کائنات، شعلہ ساز، گلکاریاں، مشعل، حاشیے، روپ، پچھلی رات، چراغاں، دھرتی کی کروٹ، شعرستان
32	فرحت احساس	میں رونا چاہتا ہوں
33	فضا ابن فیضی	سر شاخ طوبیٰ، سبزۂ معنی بیگانہ، سفینہ زر گل، شعلہ نیم روز، دریچہ سیم سمن
34	فیض احمد فیض	دست صبا، زنداں نامہ، نقش فریادی، شام شہر یاراں، دست تہہ سنگ، سر وادی سینا، ورق ورق
35	قتیل شفائی	بطربہ، آموختہ، رنگ، خوشبو، روشنی، گفتگو، پیراہن
36	کلیم عاجز	وہ جو شاعری کا سبب ہوا
37	کیفی اعظمی	جھنکار، آخر شب، آوارہ سجدے، میری آواز سنو، ابلیس کی مجلس شوریٰ، سرمایہ
38	مجروح سلطانپوری	غزل، مشعل جاں، تماشائی
39	مخدوم محی الدین	سرخ سویرا، گلِ تر، بساط رقص، بگھی کے پیچھے چھوکرا
40	مخمور سعیدی	واحد متکلم، آواز کا جسم، سب رنگ، دیوار و در کے درمیان، آتے جاتے لمحوں کی صدا، بانس کے جنگلوں سے گذرتی ہوا

41	مظفر حنفی	تیکھی غزلیں، پانی کی زبان، عکس ریزے
42	معین احسن جذبی	فروزاں، گداز شب، سخن مختصر
43	ندا فاضلی	آنکھ اور خواب کے درمیان، کھویا ہوا سا کچھ، لفظوں کا پل، چہرے
44	ن، م، راشد	ماورا، گمان کا ممکن، ایران میں اجنبی، انسان
45	وامق جونپوری	چیخیں، سفر ناتمام، شب چراغ، جرس
46	حفیظ بنارسی	درخشاں، غزالاں، قول وقسم
47	حسرت موہانی	قید فرنگ
48	بہادر شاہ ظفر	نوائے ظفر
49	راہی معصوم رضا	مورناچ، رقص مئے، میں ایک پھیری والا ہوں
50	حامداللہ افسر	پیام مئے روح
51	داغ دہلوی	گلزار داغ، آفتاب داغ، شعاع داغ
52	کالی داس گپتا رضا	شعلہ خاموش، اجالے، سوزش پنہاں، شاخ گل، شعورغم، متاع جاوید
53	شہریار	خواب کا در بند ہے، ہجر کے موسم، اسم اعظم، میرے حصے کی زمین
54	مظہر امام	پچھلے موسم کا گلاب، زخم تمنا، رشتہ گونگے سفر کا
55	پرویز شاہدی	اجالا، خوش آمدید، رقص حیات، ماضی کا قید خانہ، جوانی ہمارے وطن میں، بنت ہمالہ

شعراء وادباء کی پیدائش۔ وفات

شعراء/ ادباء	تخلص	سن پیدائش	سن وفات
امیر	خسرو	۱۲۵۳۔ ایٹہ	۱۳۲۵۔ دہلی
ولی محمد	ولی	۱۶۶۸۔ اورنگ آباد	۱۷۲۰۔ احمد آباد
مرزا محمد رفیع	سودا	۱۷۱۳۔ شاہ جہاں آباد	۱۷۸۱۔ لکھنؤ
خواجہ میر	درد	۱۷۳۰۔ آگرہ	۱۷۸۴۔ دہلی
میر تقی	میر	۱۷۲۲۔ آگرہ	۱۸۱۰۔ لکھنؤ
شیخ محمد ولی اکبرآبادی	نظیر	۱۷۳۵۔ دہلی	۱۸۳۰۔ آگرہ
شیخ غلام ہمدانی	مصحفی	۱۷۴۸۔ اکبرپور	۱۸۲۴۔ لکھنؤ
انشاءاللہ خاں	انشاء	۱۷۵۶۔ مرشد آباد	۱۸۱۸۔ لکھنؤ
ابوظفر سراج الدین	ظفر	۱۷۷۵۔ دہلی	۱۸۶۲۔ رنگون
خواجہ حیدر علی	آتش	۱۷۷۸۔ فیض آباد	۱۸۶۷۔ لکھنؤ
شیخ امام بخش	ناسخ	۱۷۷۲۔ فیض آباد	۱۸۳۹۔ لکھنؤ
شیخ محمد ابراہیم	ذوق	۱۷۸۸۔ دہلی	۱۸۵۴۔ دہلی
مرزا اسداللہ خاں	غالب	۱۷۹۸۔ آگرہ	۱۸۶۹۔ دہلی
محمد مومن خاں	مومن	۱۸۰۰۔ دہلی	۱۸۵۲۔ دہلی
میر ببر علی	انیس	۱۸۰۲۔ فیض آباد	۱۸۷۴۔ لکھنؤ
مرزا سلامت علی	دبیر	۱۸۰۳۔ دہلی	۱۸۷۵۔ لکھنؤ
امیر احمد مینائی	امیر مینائی	۱۸۲۶۔ لکھنؤ	۱۹۰۰۔ حیدر آباد

نواب مرزا	داغؔ	۱۸۳۱۔دہلی	۱۹۰۵۔حیدرآباد
محمد حسین آزاد	آزادؔ	۱۸۳۰۔دہلی	۱۹۱۰۔لاہور
الطاف حسین	حالیؔ	۱۸۳۷۔پانی پت	۱۹۱۴۔پانی پت
سید اکبر حسین الہ آباد	اکبرؔ	۱۸۴۶۔الہ آباد	۱۹۲۱۔الہ آباد
سید علی محمد	شادؔ عظیم آبادی	۱۸۴۶۔پٹنہ	۱۹۲۷۔پٹنہ
سید حیدر علی	نظم طباطبائی	۱۸۵۲۔لکھنؤ	۱۹۳۳۔حیدرآباد
شیخ محمد اقبال	اقبالؔ	۱۸۷۷۔سیالکوٹ	۱۹۳۸۔لاہور
سید فضل الحسن	حسرتؔ	۱۸۸۱۔اناؤ	۱۹۵۱۔لکھنؤ
مولانا محمد علی	جوہرؔ	۱۸۷۸۔رام پور	۱۹۳۱۔لندن
شوکت علی خاں	فانی بدایونی	۱۸۷۹۔بدایوں	۱۹۴۱۔حیدرآباد
پنڈت برج نرائن	چکبستؔ	۱۸۸۲۔فیض آباد	۱۹۲۶۔رائے بریلی
اصغر حسین گونڈوی	اصغرؔ	۱۸۸۴۔گورکھپور	۱۹۳۶۔گونڈہ
علی سکندر مرادآبادی	جگرؔ	۱۸۹۰۔مرادآباد	۱۹۶۰۔گونڈہ
شبیر حسن علی	جوشؔ	۱۸۹۶۔۔ملیح آباد	۱۹۸۲۔کراچی
رگھوپتی سہائے	فراقؔ	۱۸۹۶۔گورکھپور	۱۹۸۲۔دہلی
اسرار الحق	مجازؔ	۱۹۱۱۔ردولی۔بارہ بنکی	۱۹۵۵۔لکھنؤ
فیض احمد	فیضؔ	۱۹۱۱۔سیالکوٹ	۱۹۸۴۔لاہور
سید علی سردار جعفری	سردارؔ	۱۹۱۳۔بلرامپور	۲۰۰۰۔ممبئی
اطہر حسین رضوی	کیف اعظمی	۱۹۱۸۔اعظم گڑھ	۲۰۰۲۔ممبئی

فیض الحسن	فضا ابن فیضی	۱۹۲۳ء۔ مئوناتھ بھنجن	۲۰۰۸ء۔ مئوناتھ بھنجن
احسان الحق	دانش	۱۹۱۳ء۔ میرٹھ	۱۹۸۲ء۔ میرٹھ
میر احسن دہلوی	لطف	۱۷۳۲ء۔ دہلی	۱۸۰۶ء۔ کلکتہ
رجب علی بیگ	سرور	۱۷۸۶ء۔ لکھنؤ	۱۸۷۱ء۔ بنارس
شبلی نعمانی	شبلی	۱۸۵۷ء۔ اعظم گڑھ	۱۹۱۴ء۔ اعظم گڑھ
سرسید احمد خاں	......	۱۸۱۷ء۔ دہلی	۱۸۹۸ء۔ علی گڑھ
ڈپٹی نذیر احمد	......	۱۸۳۶ء۔ بجنور	۱۹۱۰ء۔ دہلی
جاں نثار اختر	......	۱۹۱۴ء۔ گوالیار	۱۹۷۶ء۔ ممبئی
مولانا عبدالحلیم	شرر	۱۸۶۰ء۔ لکھنؤ	۱۹۲۶ء۔ لکھنؤ
پنڈت رتن ناتھ	سرشار	۱۸۴۶ء۔ لکھنؤ	۱۸۹۵ء۔ حیدرآباد
دھنپت رائے	پریم چند	۱۸۸۰ء۔ بنارس	۱۹۳۶ء۔ بنارس
راجندر سنگھ بیدی	بیدی	۱۹۱۵ء۔ لاہور	۱۹۸۴ء۔ ممبئی
احمد مجتبٰی زیدی	وامق	۱۹۰۹ء۔ جونپور	۱۹۹۸ء۔ جونپور
راشد الخیری	......	۱۸۶۸ء۔ دہلی	۱۹۳۶ء۔ دہلی
سجاد حیدر یلدرم	......	۱۸۸۰ء۔ بجنور	۱۹۴۳ء۔ لکھنؤ
کرشن چندر	......	۱۹۱۴ء۔ بھرتپور	۱۹۷۷ء۔ بمبئی
سعادت حسن منٹو	منٹو	۱۹۱۲ء۔ لدھیانہ	۱۹۵۵ء۔ بمبئی
آغا محمد شاہ حشر	آغا حشر کاشمیری	۱۸۷۹ء۔ کشمیر	۱۹۳۵ء۔ کشمیر
امتیاز علی تاج	تاج	۱۹۰۰ء۔ لاہور	۱۹۳۳ء۔ لاہور

محی الدین احمد	ابوالکلام آزاد	۱۸۸۸ء مکہ معظّمہ	۱۹۵۸ء دہلی
احمد صدیقی	مجنوں گورکھپوری	۱۹۰۴ء گورکھپور	۱۹۸۸ء کراچی
کلیم الدین احمد		۱۹۰۸ء پٹنہ	۱۹۸۳ء پٹنہ
آل احمد سرور	سرورؔ	۱۹۱۱ء بدایوں	۲۰۰۲ء علی گڑھ
سید احتشام حسین	......	۱۹۱۲ء اعظم گڑھ	۱۹۷۲ء الہ آباد
خلیل الرحمٰن اعظمی	......	۱۹۲۷ء سلطانپور	۱۹۷۸ء اعظم گڑھ
رشید احمد صدیقی	......	۱۸۹۴ء جونپور	۱۹۷۷ء علی گڑھ
قرۃ العین حیدر	حیدرؔ	۱۹۲۷ء علی گڑھ	۲۰۰۷ء نوئیڈا
عصمت چغتائی	......	۱۹۱۵ء بدایوں	۱۹۹۱ء ممبئی
اسرارالحسن	مجروح سلطانپوری	۱۹۲۰ء اعظم گڑھ	۲۰۰۰ء ممبئی
راؤ فتح محمد	اختر الایمان	......۱۹۱۵ء بجنور	۱۹۶۶ء ممبئی
سید سلیمان ندوی	......	۱۸۹۴ء دیسنہ، پٹنہ	۱۹۵۳ء کراچی
مولانا عبدالماجد دریا آبادی	......	۱۸۹۳ء دریا آباد، بارہ بنکی	۱۹۷۷ء بارہ بنکی
سید احمد شاہ	پطرس بخاری	۱۸۹۸ء پشاور	۱۹۵۷ء نیویارک
تنویر سپرا	......	۱۹۲۹ء جہلم	۱۹۹۳ء اسلام آباد
محمد محسن	محسن کاکوروی	۱۸۲۷ء کاکوری	۱۹۰۵ء مین پوری
مرزا واجد حسین	یگانہ چنگیزی	۱۸۸۳ء عظیم آباد (پٹنہ)	۱۹۵۶ء لکھنؤ
سید کاظم علی	جمیل مظہری	۱۹۰۴ء عظیم آبادی (پٹنہ)	۱۹۸۰ء پٹنہ
اختر خاں	اختر شیرانی	۱۹۰۵ء ٹونک	۱۹۴۸ء لاہور

مخدوم محی الدین	......	۱۹۰۸۔حیدرآباد	۱۹۶۹۔حیدرآباد
عبدالحی	ساحرلدھیانوی	۱۹۲۱۔لدھیانہ	۱۹۸۰۔ممبئی
سید اختر احمد	اختر اورینوی	۱۹۱۰۔اورین،مونگیر	۱۹۷۷۔پٹنہ
سید مجیب الرحمٰن	سہیل عظیم آبادی	۱۹۱۱۔عظیم آباد(پٹنہ)	۱۹۷۹۔عظیم آباد
شکیلہ اختر	......	۱۹۱۶۔ارول،گیا	۱۹۷۷۔پٹنہ
سید علی	خواجہ حسن نظامی	۱۸۷۸۔دہلی	۱۹۵۵۔دہلی
قاضی عبدالودود	......	۱۸۹۶۔پٹنہ	۱۹۸۴۔پٹنہ
محمود شیرانی	......	۱۸۸۰۔ٹونک	۱۹۴۶۔ٹونک
محی الدین زور	......	۱۹۰۵۔حیدرآباد	۱۹۶۲۔سرینگر
اختر حسین رائے پوری	......	۱۹۱۲۔رائے پور مدھیہ پردیش	۱۹۹۲۔کراچی
گوپی چند نارنگ	......	۱۹۳۱۔بلوچستان	
ڈاکٹر سید عبدالوہاب اشرفی	......	۱۹۳۶۔کاکوجہاں آباد بہار	۲۰۱۲۔پٹنہ
مولوی عبدالحق	......	۱۸۷۰۔ہاپوڑ	۱۹۶۱۔کراچی

خطاب والقاب

1 ''خاقانی ہند'' ذوق کا خطاب تھا

2 ''شمس العلماء'' مولانا الطاف حسین حالی کا خطاب تھا

3 ''بابائے اردو'' مولوی عبدالحق کا خطاب تھا

4 ''خدائے سخن'' میر تقی میر کو کہا جاتا ہے

5 ''لسان العصر'' اکبر الہ آبادی کو کہا جاتا ہے

6 ''نجم الدولہ'' ''دبیر الملک''، نظام جنگ''	مرزا اسد اللہ خاں غالب کا خطاب تھا
7 ''بلبل ہزار داستان''	داغ دہلوی کو کہا جاتا ہے
8 ''مرزا نوشہ''	غالب کا لقب تھا
9 ''شاعر مزدور''	احسان دانش کو کہا جاتا ہے
10 ''شاعر انقلاب''	جوش ملیح آبادی کو کہا جاتا ہے
11 ''باوا آدم''	ولی دکنی کو محمد حسین آزاد نے کہا
12 ''مصور غم''	راشد الخیری کو کہا جاتا ہے
13 ''خاں بہادر''	اکبر الہ آبادی کو انگریزوں کی طرف سے یہ خطاب ملا
14 ''ملک الشعراء''	ذوق کا لقب تھا
15 ''ملک الشعراء''	مرزا غالبؔ کو یہ خطاب ذوق کے انتقال کے بعد ملا
16 ''طوطی ہند''	امیر خسرو کو کہا جاتا ہے
17 ''آقائے اردو''	محمد حسین آزاد کو کہا جاتا ہے
18 ''پہلوان سخن''	سودا کو کہا جاتا ہے
19 ''کلیم الشعراء''	امجد حیدر آبادی کا لقب ہے
20 ''مصور فطرت''	خواجہ حسن نظامی کا لقب ہے
21 ''اردو کا برناڈ شاہ''	الطاف حسین حالی کو کہا جاتا ہے
22 ''ہندوستان کا شیکسپیئر''	آغا حشر کاشمیری کو کہا جاتا ہے
23 ''اردو شاعری کا ہومر (Homer)	میر انیس کو کہا جاتا ہے
24 ''شاعر اعظم''	جوش ملیح آبادی کو منشی دیا نرائن نگم نے لقب دیا

25 ''غیور جنگ''	ڈپٹی نذیر احمد کا لقب ہے
26 ''اردو شاعری کا خیام''	ریاض خیر آبادی کو کہا جاتا ہے
27 ''شاعر مشرق''	علامہ اقبالؔ کا لقب ہے
28 ''پہلوان شاعر''	شیخ امام بخش ناسخؔ کو کہا جاتا ہے
29 ''اردو کا چاسر''(Chaucer)	ولی دکنی کو کہا جاتا ہے
30 ''باغی شاعر''	کیفی اعظمی کو کہا جاتا ہے
31 ''اردو کا والٹر اسکاٹ''	عبدالحلیم شرر کو کہا جاتا ہے
32 ''بابائے اردو''	مولوی عبدالحق کو کہا جاتا ہے
33 ''شاعر رومان''	اختر شیرانی کو کہا جاتا ہے
34 ''اردو کا صوفی شاعر''	خواجہ میر درد دہلوی کو کہا جاتا ہے
35 ''عوامی شاعر''	نظیر اکبر آبادی کو کہا جاتا ہے
36 ''قومی شاعر''	چکبست کو کہا جاتا ہے
37 ''طنز و مزاح کا شاعر''	اکبر الہ آبادی کو کہا جاتا ہے
38 ''یاسیات کا امام''	فانیؔ کو کہا جاتا ہے
39 ''شاعر بے دماغ''	میر تقی میرؔ کو کہا جاتا ہے

انڈیکس

صفحات

الف

ب

پ

ت

ث

ج

چ

ح

خ

د

ڈ

ذ

ر

ز

س

ش

ص

ض

ط

ظ

ع

غ

ف

ق

ک

گ

ل

ن

و

ہ

ی

مقامات	صفحات
اورنگ آباد، مہاراشٹر	۲۷۔
امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ	۲۔
اردو مڈل اسکول رام پور کیشو	۲۷۔
امروہہ	۲۵۔
الہ آباد	۲۵۔
آزاد مدرسہ ڈھاکہ، مشرقی چمپارن	۲۶۔
بزم ادب رامپور کیشو، شیوہر	۲۶۔
باندہ	۲۵۔
پٹنہ	۲۷۔
جامعۃ الہدایہ جے پور، راجستھان	۲۔۲۸۔۲۹۔
جے پور	۱۔۲۔
جامعہ کاشف العلوم، اورنگ آباد، مہاراشٹر	۲۔
جامع العلوم، مظفر پور، بہار	۲۶۔
دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، اتر پردیش	۲
دارالعلوم دیوبند، اتر پردیش	۲۵۔

لکھنؤ	۲۷۔
مدرسہ عربیہ قاسم العلوم، رامپور کیشو، شیوہر، بہار	۲۔۲۷۔
مولانا شمس الہدیٰ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر سوسائٹی، آمیر، جے پور، راجستھان	۲۔
مسکین بکڈ پو، جے پور، راجستھان	۲۔
ماہنامہ ہدایت جے پور	۲۹۔
مدرسہ اسلامیہ ڈمری، شیوہر	۲۶۔
مدرسہ فلاح المسلمین، شیوہر	۲۶۔
مدرسہ اشرف العلوم، شمسی کنواں، سیتامڑھی، بہار	۲۶۔
مدنی مدرسہ بسیہا شیخ، شیوہر	۲۶۔
مظفر پور	۲۷۔
نواب ہائی اسکول، شیوہر	۲۶۔
ہائی اسکول پھنہرہ، مشرقی چمپارن، بہار	۲۶۔
ہائی اسکول مسولی، شیوہر	۲۶۔
دکن	۳
دہلی	۴
لکھنؤ	۴
عظیم آباد	۴

انڈیکس برائے تلمیحات

الف

صفحات

ب

ت

ج

چ

ح

د

ذ

ر

ز

س

ش

گ

م

ن

ہ

فہرست